

TIGHT BINDING BOOK

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_222777

UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۷ - ۸۹۱۵۳۱۲ / Accession No. ۱۸۰۷۳

Author معروف ، المیخ دس خان ۱۹۳۵

Title دیوان معروف مرثیہ عبدالحامد قادری

This book should be returned on or before the date last marked below.

دیوان معروف

۳۵ ۶۱۹

Checked 1969.

دیوان معروف

مجموعہ کلام فصاحت نظام حضرت خواجہ میرزا نواب الہی بخش خاں صاحب قسطنطنیہ

التخلص

بمعروف

بینی

زبان اردو کے ابتدائی دور کا بہترین نمونہ اور بچے دو سو سال قبل کی شاعری

کامرتق

جس کو کوششِ بلوغ کے ساتھ حاصل کیے

حضرت مولانا شاہ عبدالخالق صاحب قادری بابونی مدظلہ العالی نے

طبع کر لیا

ناشر

عابد القادری المبدیونی مولوی محلہ بدایوں

احمدیہ پریس ٹرسٹ

نظامی پریس ایوں میں چھپا کر

شائع کیا

بار اول .. جلد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ دیوان معروف

(از حضرت مولانا عبدالحامد صاحب قادری مدنی بدایونی)

خداے عزوجل کی رحمت کہیئے یا حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی غلام ازی کہ صاحب و اہل بیت عظام داویاے ذوی الاحترام کے محامد و مناقب کا ذوق اپنے عطیات بے کراں کے علاوہ جزو طبیعت بنایا اگرچہ یہ ذوق بھی حضرت انبی المعظم شہید ملت مولانا شاہ محمد عبدالمجاہد القادری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد سرو ہو چکا۔ کیفیات قلبی اور جذبات سخن طرازی کی دنیا ہی بدل گئی تاہم بعض اوقات بعض نفوس قدسیہ کی فیض پاشیاں مائل بہ کرم ہو کر جو دو سکوت کو خموشی و بے بانی کے الزام سے بچا لیتی ہیں اور زبان خود بخود حیات قلب کی ترجمانی پر آمادہ ہو جاتی ہوا رہا بابِ محبت اس وقتی تفتن طبع کو سخن گوئی و سخن طرازی پر محمول فرماتے ہیں۔ چنانچہ حیدر آباد (دکن) کے زمانہ قیام میں ادب لطیف کے معزز حامی و سرپرست اردو زبان کے مساعی ارتقا کو معراج کمال پر دیکھنے کے شائق محترمی جناب میرزا نصر اللہ خاں صاحب صدر محاسب سرکار عالی نے اپنے اخلاق و محاسن سے جو کچھ قدر افزائی فرمائی اور مدد و روح کی عارفانہ زندگی نے مجھ پر جو گہرا اثر کیا وہ مرث نہیں سکتا مگر ان احسانات کثوت کے آپ نے زبدۃ العرفانۃ الفصحا خواجہ معروف چشتی دہلوی علیہ الرحمۃ کا وہ معرکہ الاراء دیوان جس کا تذکرہ تمام قدیم و جدید رہا باب ذوق نے

اپنے اپنے مصنفات میں کیا ہو فقیر کو بغرض طباعت مرحمت فرمایا اور اُس کی درستی و تنقید وغیرہ کے تمام مراحل میری سپرد کر دیئے میری اس معذرت کو کہ مشاغلِ علمیہ و مساعی اصلاحِ مسلمین اور دوسری قومی مذہبی ضروریات کے باعث عدیمِ الفصت ہوں قبول نہ فرمایا چار و ناچار میں نے اس فہم واری کو ادبی و علمی خدمت سمجھ کر قبول کر لیا اور باوجود مسلسل سفروں کے حضرت معروف کے کلام کو اول سے آخر تک مطالعہ کیا۔ اس سے قبل کہ آپ کے کلام پر تنقیدی نقطہ خیال کا اظہار کیا جائے اہل نظر سے حضرت معروف کا تعارف کرنا ضروری ہے۔

حضرت معروف کی مجاہد خاندانی | تاریخ و سیرے لفظ اندوڑنے والے قلوبِ اسلامی شان و شکوہ کو تاجدارِ دجہان بنانی کے دائرہ میں محدود دیکھنا نہیں چاہتے بلکہ روحانیتِ ہلام کا جاذبِ نظر ترقع و ارتقا تصوف کا جس حد تک زمینِ منت رہا اُس کا اعادہ بھی اہل مذاق داخلِ فرائضِ صحافت نگاری سمجھتے ہیں۔

حضرت خواجہ احمد یسویؒ | اسی ضمن میں مجھے یہ عرض کرنا ہو کہ حضرت سلطان خواجہ احمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ متصوفینِ ادیبائے کرام کے طبقہ کے نام آور خدا رسیدہ صاحبِ کثافت و کرامت بزرگ ہیں۔ آپ ترکستان کے علاقہ بابِ ارسلان کے متوطن تھے حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے اکتسابِ فیض اور سندِ خلافت حاصل کر کے مدتِ دراز تک ترکستان میں مخلوقِ الہی کی ہمت و خدمت میں مشغول رہے۔

ترک آپ کو اتالیسوی کے خطاب سے مخاطب کرتے تھے لفظ اتالیقی میں دلی کمال اور باپ کے لئے استمال کیا جاتا ہے حضرت ممدوح کے چار نامور خلفاء حضرت منصور، حضرت سعید، حضرت سلیمان، اتالیق حضرت حکیم اتالیق حضرت علیہم السلام، طبقہ صدیقیہ میں آسمانِ روحانیت کے چار چاند سمجھے جاتے ہیں ترکستان ہی حضرت

خواجہ کا مولد و مدفن ہو حضرت خواجہ یوسف ہمدانی در سلسلہ نقشبندیہ کے اکابر و لیاء القدر ہیں ۳۳۰ ہجری میں داخل بخت ہوئے۔

خواجہ احمد سیوی خواجہ عبدالخالق عجد وانی کے معاصر اور ہم سلسلہ تھے۔

حضرت خواجہ کی اولاد | حضرت خواجہ کی اولاد انجاد بہر دور میں علم و عرفان کے لحاظ سے ممتاز رہی اور ہمیشہ شاہان وقت کی قدر شناسیوں سے معزز و مفتخر عہدوں پر سرفراز رہی۔ حکومت بنجارا میں حضرت خواجہ محمد امین سلطان یگی کے عہدہ جلیہ پر فائز تھے یہ نمایاں ہستی حضرت خواجہ کے شجرہ اولاد کی شاخ ثمریں تھی۔

خواجہ سادات علوی میں تھے مگر شاہی منصب داران کی فہرست اور تذکروں میں آپ کی اولاد مرزا اور خان کے لقب سے یاد کی گئی ہے۔

مرزا عارف جان | خواجہ محمد امین کے پوتے تھے ترکوں کا ایک مسلح فوجی دستہ ہمراہ لیکر احمد شاہ تہنشاہ دہلی کے زمانہ میں بنجارا سے ہندوستان تشریف لے کر سرحد عبور کرنے کے بعد مرزا محمد بیگ صوبہ دار اٹک کے مہمان ہوئے صوبہ دار موصوف کی دختر سے آپ کا عقد ہوا عرصہ دراز تک یہ ہمراہی صوبہ دار مذکورہ جگہی مہمات میں شجاعت کے جوہر دکھاتے رہے تا آنکہ آپ کی شجاعانہ قابلیت نے بزمانہ شاہ عالم بادشاہ اکبر دہلی پہنچایا۔ یہاں آپ نے مستقل حکومت اختیار کی آپ نے دو مشہور و معروف فرزند اپنی یادگار چھوڑے ایک نواب فخر الدولہ دلاور الملک ستم جنگ مرزا احمد بخش خاں والی ریاست فیروز پور چھپر کا ولہارو۔ دوسرے زبدۃ العرفاء عمدة القصا نواب خواجہ الہی بخش خاں صاحب معرفت

آپ کے والد ماجد اگرچہ ایک شیر دل افسر فوج تھے آپ کی والدہ بھی مشہور سپہ سالار کی دختر تھیں مگر قدرت کی طرف سے آپ کو حق شناس روح عطا ہوئی تھی

جو اپنے اعضا و جوارح کے ساتھ ایک طرف تو عارفانہ زندگی کی طرف مائل تھی اور دوسری جانب عاشقانہ سرستوں سے سرشار مذاقِ حکیم کی حامل تھی۔

حضرت معروف کی عارفانہ زندگی کا آغاز | دلی تھکاہونے کے لحاظ سے ہر دور میں علماء و مشائخ کا گہوارہ رہی ہو، خواجہ معروف نے جس دور میں آئی

کے اندر نشو و نما پائی یہ زمانہ حضرت فخرالاولیا خواجہ فخر الملت الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی ولایتِ روحانی کا زمانہ تھا ہندوستان کے مشاہیر اکابر اولیا خواجہ فخر کے حلقہ ارادت میں داخل تھے گلی، کوچے یا داند کے حق نما اداروں سے آباد تھے ہر خانقاہ کی روحانی اور تزکیہ ظاہر و باطن کا عملی مرکز تھی۔ معروف بھی چلتے پھرتے رشید ہدایت کی ان مبارک مجالس میں شریک ہوتے تھے دربارِ فقر کے مقبول و محبوب خواجہ مولانا سید ضیاء الدین اپنی تجلیات عرفانی کے ساتھ آفتاب کی طرح تمام دلی میں اپنے نام کو چمکا رہے تھے۔

حضرت خواجہ ضیاء الدین سے کسب فیض و طلبِ بیعت | خواجہ معروف نے بھی ان ضیاء پانیوں سے اپنے قلب کو منور کیا اور تصوف و معرفت کے مشہور و معروف گوہر شہ چراغ بن گئے

باوجود امارت و ریاست کے ہر شے سے فارغ البال ہو کر صوفیانہ زندگی سبر کی اماک و ریاست سے دوسرے بجائی نواب فخرالدولہ احمد بخش خاں صاحب کے حق میں دستکش ہو گئے مگر پھر بھی فطری ادو و قش عطا و سخا میں کبھی کمی نہ فرمائی بڑا گھڑا تھا درویش و فقرا و زنانہ زاویہ تصوف کی زیب و زینت رہتے تھے قیام و طعام ساری شکاری، غرض تمام لوازماتِ حیات کے سامان مکمل تھے۔

حضرت معروف کی شاعری | رسائی طبعیت یلند پر وازی تنہیل۔ قوتِ فکر و مبالغہ میں عارفانہ استثنائے وہ جدت طرازیں پیدا کر دی تھیں کہ درمیان کے تمام خس و

خاشاک جولانی طبع رسا کے سامنے گردِ راہ کی طرح پھینسے چلے جاتے تھے۔

اُردو کی حالت حضرت معروف کے دور میں اُردو زبان ابھی طفلی کے گہوارہ میں آہستہ آہستہ زمانہ شباب کی طرف بڑھ رہی تھی، مگر حضرت معروف کی خداداد ذہانت زبان و محاورات کو ارتقاء

کے بلند سے بلند مقام پر لے جانے کی کوشش کر رہی تھی آپ کی یہ مساعی اہل زبان کے لیے قابل تشکر و امتنان ہیں۔

شاہ نصیر دہلوی سے فیضِ تحکم شاہ نصیر رحمۃ اللہ علیہ اس دور میں دلی کے مایہ ناز شعرا میں تھے اب بھی آپ اسانڈہ قدیم میں صنفِ اول کے شاعر مانے جاتے ہیں استادِ سخن یا ماہرنِ ہونا آپ کے غلی صفات کا ایک دلغریب رقعہ جو حقیقی اوصاف آپ کے وہی تصوف آمیز متاعِ غل تھے جن کے معروف و لدادہ تھے بشاہ نصیر زہد و اتقا کے مجسمہ تھے صاحبِ وجد و حال بھی تھے اور پیکرِ ہدایت و جلال بھی حضرت قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے معنوی اور روحانی فیض حاصل تھا سلسلہ صابریہ چشتیہ میں یگانہ رو کا سمجھے جاتے تھے غرض جس طرح خواجہ معروف کو فیضِ تصوف حضرت خواجہ ضیاء الدین چشتی جیلپوری سے حاصل تھا اسی طرح فیضِ تحکم شاہ نصیر سے حاصل تھا۔

حضرت معروف کا تذکرہ اس مختصر مقدمہ میں بخوفِ طوالت مشاہیر کی عبارات ترک کرتا ہوں صرف اس قدر کافی ہے کہ گلشنِ بیجار مولفہ جناب نواب مصطفیٰ خان صاحب شیفہ و حراتی و تذکرہ شعرائے ہند مولفہ کرم الدین غلط الزامات کا دفیہ

خاں صاحب و گلستانِ سخن مولفہ مرزا قادر بخش صاحب صابریہ جمع کردہ شیخ امام بخش صاحب مہربائی و آبِ حیات مولفہ جناب شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد۔

میں حضرت معروف کا تذکرہ نہایت شاندار الفاظ میں موجود ہے اور ان مطبوعات میں گلشن
 بنجارا دل ہو بقیہ نقوش مابعد میں گلشن بنجارا خواجہ معروف کے انتقال سے چھ سال
 بعد مرتب ہوا ہے یعنی ۱۲۴۲ھ میں معروف واصل بحق ہوئے اور ۱۲۴۳ھ میں نواب
 صاحب نے گلشن بنجارا کی آبپاری فرمائی مولانا آزاد نے اول الذکر تذکروں
 کے خلاف خواجہ معروف کو حضرت ذوق کے تلامذہ میں داخل فرما کر ایک نمایاں غلطی
 کا الزام ”آبِ حیات“ پر عائد کرایا حالانکہ حضرت ذوق مرحوم خواجہ معروف
 کے زمانہ پیری میں بہت کم عمر و کسن تھے۔

شعر کے کمالات ہنوز اپنے اپنے اساتذہ کی نسبت سے مہتم بالشان سمجھے جاتے ہیں
 ذوق وغالب کے معاصرانہ توازن و تقابل میں اہل قلم نے اپنے اپنے معتقدانہ جذبات
 کے لحاظ سے جو خامہ فرسائی کی ہو اکثریت نے غالب ہی کو بلند و بالا تسلیم کیا ہے
 چہ جائیکہ غالب کے خسراور بزرگ (حضرت معروف کو) ذوق کا شاگرد لکھنا نہ کرے گا
 کی انتہائی توہین ہو مولانا آزاد کو اس کا تو حق تھا کہ ذوق کے کمالات علمی اور دوسرے
 خصائص میں مبالغہ کریں لیکن ایک ایسا خلاف و بے اصل واقعہ اُن کے قلم سے نکل جانا
 بعید از قیاس ہے۔

خواجہ معروف کے خاندانی تذکروں اور مستند کاغذات میں بھی اس مسئلہ
 پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے اور آج بھی حضرت سائل دہلوی جیسے واقف و باخبر
 اصحاب موجود ہیں جو آبجیات کے غلط الزام کی پُر زور تردید کا مواد اپنے پاس
 رکھتے ہیں جیسا کہ نواب میرزا محمد سعید خاں صاحب کی تحریر سے واضح ہوگا۔

بہر حال حضرت معروف کی خدا دانی و خدا شناسی اُن کا ذوقِ تصوف اور
 حسن سلوک اُن کے باریع معرفت اور مقامات ولایت اگر اُن کی مشائخانہ زندگی کے
 خط و خال ہیں تو اُن کی سخن فہمی و سخن طرازی سلاستِ بیان اور حلالتِ زبان اُن کا

شفقت تفضل اور رنگِ نظم ان کی معروف ہستی کے بیش بہا جواہر ہیں جو اپنی جگہ مستقل
عنوانات کے محتاج ہیں۔

حضرت معروف کی اولاد | حضرت معروف کے ایک صاحبزادے علی بخش خاں بنجور
تھے جن کا حال آگے چل کر درج ہوگا۔ حضرت معروف کے دو صاحبزادیاں بنیادی بیگم اور
امراؤ بیگم تھیں۔ بنیادی بیگم کی شادی نواب مرزا غلام حسین مسرور سے ہوئی نواب میرزا
زین العابدین خاں عارف ان کے بطن سے پیدا ہوئے غالب مرحوم نے ترجیع بندیں
انہیں عارف مرحوم کا مرثیہ لکھا ہے جس کا ایک شعر حسب ذیل ہے۔

ہاں او فکاب پیر خواں تھا بھی لڑن کیا تیرا بگڑنا جو نہ مرنے کوئی دن اور

عارف حضرت غالب کے محبوب و مخصوص شاگرد تھے۔ امراؤ بیگم کی شادی میرزا نوشہ
اسد اللہ خاں غالب کے ساتھ ہوئی۔ اولاد ہوئی مگر کم سنی میں ہم کنار اجل ہو گئی۔

نواب میرزا علی بخش خاں صاحب بنجور | آپ خواجہ معروف کے ایک اکلوتے بیٹے تھے

ان کی شادی امانی خانم سے ہوئی جو ڈپٹی عباس بیگ صاحب تعلقہ داربراہنگاؤں
کی حقیقی بہن تھیں اور مرزا صاحب مرحوم نواب سرور الملک کے حقیقی چچا تھے۔ آپ کو
حکومت برطانیہ سے مدت العمر بیش قرار وثیقہ ملتا رہا آپ نے بطور سیر و سیاحت حیدرآباد
دکن کا بھی سفر کیا اور نواب امیر کبیر نواب حمزہ الملک مرحوم و مغفور کے ہاں مہمان
رہے۔ آپ بنجور تخلص فرماتے تھے نظم گا ہے گا ہے لکھتے تھے مسئلہ قابلیت کے فروختے
مرزا غالب کی مصنفہ کتاب پنج آہنگ پر آپ ہی نے مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔

غدر کے بعد دہلی چھوڑ کر عرب سرائے میں (جو درگاہ حضرت محبوب الہی نظام الدین اولیاء
کے قریب ہی آخر عمر تک ہے اور اسی حاطہ میں جہاں میرزا اسد اللہ خاں غالب مدفون ہیں آپ
بھی آسودہ ہیں۔

میرزا غلام فخر الدین خاں صاحب | آپ حضرت بنجور کے اکلوتے بیٹے تھے ان کی شادی

عزیز النساء خاتم دختر مرزا یوسف برادر نواب محمد اسد اللہ خاں غالب سے ہوئی۔
 تینٹا بیس سال کی عمر میں دہلی چھوڑ کر تاشکاش معاش میں پنجاب پہنچے یہ وہ زمانہ
 تھا کہ سرہنری لارنس پنجاب کے حاکم تھے ایک عرصہ تک وہاں
 رہے اور ایک شریف زادہ ہونے کی حیثیت سے امتیاز سے دیکھے جاتے تھے۔
 ان دنوں بادشاہ طغر شاہ کو اپنے علاقہ کوٹ قاسم کے زرا گلزاری
 (ایک لاکھ روپیہ) کی وصولیابی کے لیے ایک ایسے منتظم کی ضرورت تھی جو اس
 نازک دور میں پوری وفاداری و دیانت سے کام کر سکے اس اہم مقصد کی تکمیل کے
 لیے منجانب گورنمنٹ میرزا صاحب منتظم مقرر کیے گئے آپ نے نہایت خوش اسلوبی
 سے شاہ کی خدمت انجام دی ۸۰۰۰۰ روپے میں ہر طرف ہنگامہ آرائی تھی کیونکہ مگر
 تھا کہ دہلی اس سے محفوظ رہتی۔ بادشاہ کو روپیہ کی ضرورت تھی اس حالت میں شاہ
 کا حکم روپیہ کی فوری وصولیابی کے لیے صادر ہوا ممدوح نے تعمیل کی اور سلطنت
 کی مشکلات کو رفع کیا شاہ کے احکام کی بجا آوری میں میرزا صاحب پر بھی نظر عیاں
 ہوئی لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں آپ اس ابتلا سے محفوظ ہو گئے میرزا اسد اللہ خاں
 غالب نے بھی اُردو سے ملے میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

یہ فیوض اہر طرف طوائف الملوک کی پھیل گئی دہلی کے خاندانوں پر جو کچھ گزری اُن کی
 تفصیلات تاریخ کے اوراق میں موجود ہیں۔

میرزا صاحب نے ترک وطن کر کے شمالی ہند کے مختلف حصوں میں
 وقت صرف کیا اور سپاہی زادہ ہونے کی حیثیت سے محنت اور ملازمت میں
 کبھی تامل نہیں کیا چونکہ فطرتاً غیور اور فقیر منش واقع ہوئے تھے اس لیے جب تک
 آپ کے ساتھ شمشیر لیا نہ برتاؤ کیا جاتا ملازمت فرماتے و اِلّا ترک کر دیتے۔
 آخر میں ملک آصفیہ میں ملازم ہو گئے حیدر آباد سے تعارف تھا کیونکہ نواب

علی بخش خاں امیر کبیر نواب عہدۃ الملک مرحوم مغفور کے یہاں جہاں رہ چکے تھے نواب رشید الدین خاں والی پانچگاہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا نواب نور محمد جاہ مرحوم نے اپنا وکیل مقرر کر لیا اور ہمیشہ موصوف پر عنایت فرماتے رہے نواب مختار الملک کے دربار میں بھی خصوصیت تھی دوسروں پر یہ کام منصب بھی ہوا جواب تک اس خاندان میں جاری ہو۔

مرزا محمد سعید خاں صاحب | آپ مرزا غلام فخر الدین خاں کے اکلوتے فرزند تھے آپ کی والدہ مرزا غالب کی بھتیجی بی بی مرزا یوسف کی لڑکی تھیں۔

آپ تعلیم ختم کر کے تلاش معاش حیدر آباد آئے کچھ دن ملازمت کی پھر نواب سرور الملک بہادر جو حضرت غفران مکان نواب میر محبوب علی خاں صاحب کے اتالیق تھے اور بعد میں مستعدیشی بھی رہے اُن کے مددگاروں میں (جو لوگ عاجز و دول کی تعلیم کے لئے ڈیوڑھی مبارک میں حاضر ہوتے تھے) مقرر ہوئے اس کے چند روز بعد ہی (یعنی عالم شباب میں) ایک بزرگ حضرت عمر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے فیض صحبت کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ دفعتاً ترک لباس کر کے درویشی اختیار کر لی نواب مختار الملک نے (جو تنخواہ ملتی تھی) وظیفہ کراوی اور میرزا صاحب اپنے مرشد کی خدمت میں ہمہ وقت حاضر رہنے لگے حضرت عمر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنا خلیفہ کر دیا اور جب آپ کا وصال ہوا تو عرصہ تک مرشد کی سجادہ نشینی کا فرض انجام دیا مدتوں آپ کی ذات سے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رہا پیر و مرشد کا عرس بھی بلا امداد وغیرہ اپنے ہی مصارف و اہتمام سے کرتے رہے پھر بیک ایک جملہ علایق و نبوی سے قطع قلم کر کے عالم تنہائی میں اپنے مکان میں تقریباً ۲۲ سال تک گوشہ نشین رہ کر یاد الہی میں زندگی بسر کر کر رحلت فرمائی۔ اور علو مستند پورہ میں مدفون ہوئے

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میرزا نصر اللہ خاں صاحب | آپ مرزا محمد سعید خاں صاحب کے فرزند اور خاجہ معروف کے پر پوتے ہیں۔ والد بزرگوار کی عاطفت میں پرورش پائی ۱۲۹۱ھ میں حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے گھر پر تعلیمی و ورہیات ختم کر کر اچھو کشن سوسائٹی کے اسکول میں داخل ہو گئے بعد ۱۸۷۰ء نظام کالج میں تعلیم پائی ۸۰ سال کی عمر میں اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان بھیجے گئے وہاں سے بیرسٹری کی سند حاصل کی۔

ولایت سے واپسی پر اجمیر شریف میں (جہاں سے آپ کو فطری محبت و عشق ہو) الہ آباد ہائی کورٹ کے ماتحت پریکٹس شروع کی سال بھر کے بعد ہی وہاں سے سرعاج کیش واکر کے حسب ایما حیدرآباد طلب کر لیے گئے ۱۳۰۶ھ میں مددگار مہتمم خزانہ عامہ کا عہدہ تفویض ہوا تین سال کی مدت میں مددگار مہتمم صدر محاسب ہوئے اور بعد ازاں صدر محاسبی کے عہدہ جلیلہ پر ترقی دی گئی اب تک خدمات سلطنت کمال دیانت و احتیاط کے ساتھ ادا فرما رہے ہیں۔ اور اپنی آبائی واجدادی سنت کے مطابق فرائض عبادت انجام دیتے ہیں۔ بارگاہ چشت اور صاحب بنداد اور جملہ بزرگوارین سلاسل کے ساتھ خصوصی شغف ہو جو معمولات بھی آپ نے مقرر کر لئے ہیں پابندی سے ادا کرتے ہیں۔ اہل اللہ علماء سے محبت رکھتے ہیں۔ سرپرستی زبان اردو آپ کا فطری ذوق ہو۔ بلکہ کے قیام میں اس فقیر کو بھی مرزا صاحب موصوف کی ملاقات کا موقع ملا چند نشستوں میں ان کی عارفانہ باتوں نے قلب پر گہرا اثر کیا اس طرف بھی کوئی غرض وابستہ نہ تھی لہذا موصوف کی مودت و محبت میں بھی اضافہ ہو تا گیا اتفاقاً اولیاء اللہ کے اذکار میں حضرت معروف کی شاعری پر گفتگو ہوئی اردو کے محلے کے مطالعہ کی وجہ سے میں جناب معروف کے کلام کی اہمیت سے ایک حد تک واقف ہو چکا تھا اور بالتفصیل مطالعہ کے لیے اصل دیوان کا شایق مرزا صاحب کی گفتگو نے دیرینہ شوق کو ابھارا ہفتوں کلام معروف پڑھا اور مختلف حیثیتوں سے

اُس پر تبادُلہ خیالات ہوتا رہا چونکہ مرزا صاحب مدوح سے بہ اوقات مختلف دیوان کی طباعت پر ارباب ذوق سے گفتگو ہوئی مگر خاص حالات کے تحت آپ اطمینان نہ فرما سکے۔ مجھے کیا خبر تھی کہ معروف کی شاعری کے مطالعہ کا شوق میرے ہی حقیر ہاتھوں سے اس دیوان کو ایک سو گیارہ سال کا طویل زمانہ گزرنے کے بعد مرتب کر کر شائع کرنے کا موقع دے گا۔

بالآخر قرعہ فال بنام من دیوانہ زوند

مرزا صاحب کی محبت و اخلاص سے لبریز خواہش نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں اعلیٰ الشان کام کا آغاز کروں چنانچہ بدھ میں دیوان کا مطالعہ شروع کر دیا افسوس کا تب صاحبان کی دست برد نے معروف کے کلام کی نوعیت پر بعض بعض جگہ ایسا اثر ڈالا تھا کہ سستی مشکل تھی۔

حضرت معروف کی شاعری میں نے دیوان کو شروع سے آخر تک ایک بار نہیں بلکہ ایک ایک غزل کو چند چند بار پڑھا ہوں اور شاعری کی ہمہ دانی اور ہمہ گیری پر غور و فکر

کے بے شمار لمحات نذر کیئے ہیں۔ خواجہ معروف علیہ الرحمۃ کا وصال ۱۲۳۲ھ میں ہوا ہے جسے ۱۲۵۵ھ میں ایک سو گیارہ سال ہو جاتے ہیں یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت معروف مرحوم کی عمر انتی سال سے متجاوز تھی۔ فطری شاعر ہوش سنبھالتے ہی شعر کہنا شروع کرتا ہوا اس لحاظ سے اگر چودہ پندرہ سال آغاز عمر کے نظر انداز بھی کر دیئے جائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اب سے پورے دو سو سال قبل آپ کی شاعری کا آغاز ہوتا ہے۔

موجودہ دور زبان اردو کی ترقی کا وہ دور ہے جو اپنے ماحول کے اندر ہر قسم کی ارتقائی خوبیاں رکھتا ہے یورپ کے پیشتر علوم صرف ادب کے علاوہ فلسفہ و حکمت ہیئت و منطق وغیرہ وغیرہ، ایمان کی قدیم اپنی زبان کے محاورات و محاکات تشبیہ و

استعارات عربی کے مسلمات ادبیہ، سنسکرت کے صنائع بدائع۔ اُردو صحافت و طباعت کے ورق ورق پر نمایاں نظر آتے ہیں۔ اس عہد میں اُن کہنہ لطافتوں کا تذکرہ اگرچہ لطیف سخن میں اضافہ کا باعث نہ سہی تاہم مذاق سلیم کی اُن عظیم خدمات کا صحیح مرقع ضرور سامنے کر دیتا ہے جس پر موجودہ زبان کے آئینہ خانہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا تھا۔

قدیم شاعری کے دلدادہ اپنی سحر طرازیوں اور جادو نگاریوں سے ہوش و خرد کو محو حیرت بنا دینے پر اس درجہ قادر معلوم ہوتے ہیں کہ موجودہ شاعر برسوں کی مشق کے بعد بھی یہ قدرت حاصل نہیں کر سکتا۔

حضرت معروف نے جن سنگلاخ زمینوں پر قدم ڈال دیئے اُن کو اس آسانی سے طے کیا ہے کہ عقل دنگ ہو جاتی ہو ردیف و قافیہ کے دقیق تر مراحل جس روانی سے طے کیے ہیں دورِ حاضرہ میں وہاں تک پر واز فکر اگر غیر ممکن نہیں تو حالِ ضرور معلوم ہوتی ہو۔ اکثر بحروں کو بلا پس و پیش قلم برداشتہ ساحل مراد تک پہنچایا ہے جو فنِ عروض کی تعریفیات کو بھی اضافِ سخن سے ہم آغوش ہونے کا موقع نہیں دیا ہے۔

بول چال میں روزانہ کی عکسالی زبان کا دکھن کیف موجود ہے محاورات کا بر محل استعمال جاذبِ نظر ہے، بندش الفاظ سے طبیعت کی آمد اور قوتِ تخیل کا اندازہ ہوتا ہے اُس زمانہ کے بیشتر الفاظ آج کل متروک ہو چکے ہیں شاعر نے سادگی اور بے تکلفی سے اُن کو یاد کیا ہے جس سے خود بخود قدیم طرزِ تکلم کا مرقع سامنے آ جاتا ہے۔

بذکرہ سنجی اور نقاشی جذبات پر فکر و ماغ قادر ہیں۔ کلام میں سوز و گداز بھی ہے۔ ترنم کا کیف آفرین انداز بھی، عارفانہ رنگ کے ساتھ جذباتِ قلب کی ترجمانی بھی۔

رنگ تغزل کی جو گونا گوں دلیزمیں شاعر کے نقطہ خیال میں آ سکتی ہیں وہ سب موجود ہیں بعض بعض اشعار تو اس فصاحت و لطافت کے ساتھ ادا ہوتے ہیں کہ آج بھی اُن کو اس طے و دوسرے پیرایہ بیان میں ادا کرنا دشوار ہوگا۔ غرض اساتذہِ قدیم

کی صنفِ اول میں محض آدھ ہر کیفیت سے شامل کیے جانیکے مستحق ہیں میں نے
اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے نقد و نظر کی اُن طوالتوں کو عمدۂ نظر انداز کر دیا ہے جن کو ہر
ادیب نے حاصل تبصرہ سمجھا ہے۔

یعنی دیوان سے چیدہ چیدہ اشعار مختلف النوع اصناف کے انتخاب کیے
جاتے میرے لیے ایک حادثک یہ نامکن بھی تھا کہ اس ضخیم دیوان کی بے شمار غزلوں
سے چند اشعار پر زور صرف کرتا۔ یہ تبصرہ بھی مشابہہ روز کے مسلسل سفروں میں وقت
نگال کر قلب بند کر سکا ہوں۔ دیوان اربابِ ذوق کے ہاتھوں میں پہنچ کر خود اپنی
دل آویزیوں کی داد حاصل کر لے گا۔ اگرچہ بعض ادبی رسائل مثلاً اردوئے معلّے وغیرہ میں
وقتاً فوقتاً انتخابِ شائع ہوتے رہے ہیں اور تذکروں میں بھی جستہ جستہ خواجہ معروف
کے اشعار نقل کیے گئے ہیں لیکن وہ اس بحرِ ذخار کے چند قطرے ہیں جو تشنہ کا مانِ سخن
کی پیاس نہیں بجھا سکتے۔

یہ دیوان کا پہلا حصہ ہدیہ ناظرین ہو انتشار اللہ المقدرہ و سراحصہ حالات ماہ
ہونے پر طبع ہو سکے گا۔

اس دیوان کے آخر میں خواجہ معروف کے وہ مطلعات بھی ہیں نے درج کر دیئے
ہیں جو مدوح نے حروفِ تہجی کے اعتبار سے فرمائے
سب سے آخر میں حضرت معروف کی مشہور تصنیف بیچِ زمرہ جو جس کے کچھ حصے
عرصہ ہوا شائع بھی ہو چکے ہیں۔

ایک بار میں محترمی جناب مرزا نصر اللہ خاں صاحب کا اس اعتبار سے بھی مزید
شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے اپنے خاندان کا یہ تاریخی بیش بہا نسخہ قایم و باقی
رکھا اور بفرصتِ اشاعت مجھے عنایت فرمایا

بجز اھمّ اللہ خیر الجزاء

آخری گزارش

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے مجھے اصل دیوان میں کاتب صاحبان کی بے شمار غلطیوں کو درست کرنا پڑا یہ صعوبت طباعت کے وقت اور بھی اُردو پیش آئی حتیٰ الامکان میں نے اپنے سفری سلسلوں کے باوجود طباعت و کتابت کی خود بھی کافی نگرانی کی۔ میرے علاوہ چند اشخاص اور بھی اپنا قیمتی وقت ضائع کرتے رہے اس کے بعد بھی جو غلطیاں سہو اُردو گئی ہوں ارباب فن معاف فرمائیں۔

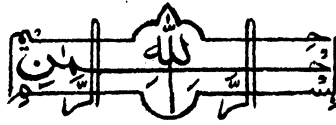
مجھے کافی امید ہو کہ خواجہ مصحف علیہ الرحمۃ کی عظیم الشان تاریخی و علمی یادگار کا ہر شخص پورے جوش سے خیر مقدم کرے گا اور مملکت آصفیہ خصوصاً اس نادر تحفہ کو قبول فرمائے گی کیونکہ ہندوستان میں اُردو کی وہی سب سے زیادہ محافظ اور بام ترقی پر پہنچانے والی سرکار ہی خداوند برتر تاجدار و کن کی عمر میں برکت عطا فرمائے جن کی بدولت آج اُردو زندہ ہو۔ آمین

سر نذیر باد سلطان العلوم اعلیٰ حضرت مدیر عثمان علی خان
تاجدار مملکت آصفیہ

فقیر دُعا گو
محمد عبدالحامد قادری رحمتی بدایونی

مولوی محلہ بدایوں

مورخہ رمضان المبارک ۱۳۵۲ ہجری



ردیف الف

کہاں مُنہ وصف ربّ العالمیں کا
یہ روشن ہی چراغ اس کفر دین کا
بنایا دل کو مفتی مہر و کیں کا
اثر فریاد دلہائے حزیں کا
فروغ حسن اُس پر دہلیش کا
دل آئینہ ہو اُس دئے حسیں کا
فلک کا خوان اور سفرہ دین کا
وہی رازق ہی موردانہ ہیں کا
جو کھینچے نقش نقاشانِ حیں کا
ستار آئیوں نہ چکے اُس میں کا

بجز احمد رضا اہل دین کا
اُسی کے اسمِ ہادی و مُصل سے
در آئینہ کھولا نیک و بد پر
کرم سے اُس کے اپنے پرو نازاں
کہاں چوں شمع فانوسی چھے ہو
پڑے کیونکر نہ اُس سگسلس میں
بنایا جس نے بہرِ ثمن و دوست
سیلماں کی ہوا باندھی تھی جس نے
جز اُس کے خامہ کی ہو کس کو قدرت
اُسے سجدہ کرے جو مہ کے مانند

فقط اب ہم گنگاروں کو معروف
بھروسا ہو شمع المذنبین کا

تا رہے خوابِ عدم میں بھی خیالِ نقش پا
آئینہ اپنی نظریں ہو مثالِ نقش پا
دیکھ کر شیرنگ کا تیرے ہلالِ نقش پا

شافعِ محشر کا یاں دیکھو جلالِ نقش پا
سو جھٹا ہو دیکھ کر مضمونِ شکلِ رنگاں
ہو صفتِ مژگاں ہیں ہودشت میں رستِ عا

سر پہ ای بیج ہوا امت لے دبا لے نقش پا رہنمائی سے جہاں میں ہو کمال نقش پا	خاکسارانِ جہاں کی دستگیری چاہیے یہ کہا گم گشتگانِ دشت و دشت خیزنے
لے نہیں سکتا، ایک کروٹ بھی دے مٹھنا ہاتھ سے اُفادگی کی ہو یہ حال نقش پا	
لیا کر نام ہر دم حضرت ساقی کو شریکا جسے کہتے ہیں شیشہ وہ بھی ایک ٹکڑا ہو پتھر کا تو نیکل آئینہ دل صاف ہو جاتا سکندر کا جو دیکھے دو سے تو آب ہو نہ ہرہ سمندر کا	اگر منظور ہو پینا منے وحدت کے ساغر کا تیری محو کی تنہا میں بنا دل ورنہ او ساقی کبھی گر خاک تیرے نقش پا کی لے سے وہ ملتا تیری وری سے ہم جہاں نقش سوناں ہیں جتنے ہیں
علم کا اُس کے معروف سر پر ہے سایہ نہیں ہو ایک تہ غم مجھے خورشیدِ محشر کا	
جس سے ہوا غلام میں شاہانِ چشت کا روشن ہو ایک فیسے گھر رنگ و دشت کا کچھ ہم کو مینا ز نہیں خوب و زشت کا کعبہ میں پوچھتا ہوں میں رستہ کفشت کا وہ دوزخی ہو نام جو لے پھر بہشت کا خانہ خراب ہو دل الفت سرشت کا	احسان ہو سر پہ میرے خط سر نوشت کا مطلوبِ خلق ہو حرم و دیر میں خدا صحبت میں عارفوں کی زبں پائی ہو تیز بیخ و پھروں ہوں عشق بتاں میں ہاں تک ہو وے اگر نہ وعدہ دیدار درمیاں کب گھر میں چین سے مجھے دینا ہو بیٹھنے
معروف دیکھ طالبِ نیا سے دور بھاگ دونوں جہاں میں خوار ہو یا اس پاشت کا	
الہی عشق نے بندہ کو مضبوطِ الہی سا پھیلایا، او سب اس ایک نقط کی سیاہی کا گماں پھر خضر پر لے جائیں ہم گم کوہِ ہای کا	نہ خواہش ہو گدائی کی نہ اور مان شاہی کا تیرا حال لبِ بجانِ دو عالم نقط کن ہو اگر کھٹے تیرے کو چہ کی سرحد سے قدم باہر

یہاں تو دماغ خون میں دھویا تو نے ہو قاتل ہلال عید پر نفرت سے وہ ابرو چڑھاتا ہو تیری دردی میں دردِ رائے خوبی دل میں نظر آو بہت عاشق تو مقتول بگاہ و غمزہ ہیں لیکن	وہاں ایک ن کھٹے گا گل ہمارے گناہ کی کھٹا انداز جس کے دل میں س کی کچ کلاہی کا کہ جوں شگی میں ہو جاتا ہو ابتر حال ماہی کا یہ تیرا نیجاں بسل ہو تیری کم بختا ہی کا
غلامی خسرو دہلی کی ہو معروف فخر اپنا کہ ہم عاشق ہو ہم معشوق محبوبا ہی کا	
شکل عکس و آئینہ مسجد بختی یابت خانہ تھا کس کو جرات تھی جو کرتا تیری آرایش گری حسن سے تیرے ہوا ہو عشق کا بانا لگم ایک ہی جرعہ سے ہیں بدست شیخ و برہمن نغمہ تاثیر کے پرے ہیں یہ سارے مقام کس قدر بے پردہ ہو ہر رنگ پیش ق تلہور	آپ تو مہمان تھا اور آپ صاحب نہ تھا صورت تشنہ تو خود زلف تھا خود شام نہ تھا تو اگر جلوہ نہ کرتا ہم کو بھی سودا نہ تھا جلوہ تیرا بادہ تھا دیر و حرم پیما نہ تھا چشم میں نہ خواب ہو اور گوش میں فسانہ تھا گل پہ بلبل تھا کبھی کہ شمع پر پروانہ تھا
بختی سحر معروف شلخ سرو گل خم جا بجا ہر کف خاک چمن گویا عبادت خانہ تھا	
مل کے تیغ اُس کے سے مصرع میرے بے ہم اللہ کا اُس کے فیض عام کے یک دست سب محتاج ہیں قدرت شانِ کرم ہنگام بکیں پروری آپ کے پہچان مشبہ خاک کو ایسا نیجاں عابدوں کو دین کا غم اور عاشقوں کو دل کا خون رتبہ والاے مشبہ خاک سے غافل نہ رہ شیخ کو مسجد مبارک برہمن کو بُت کہہ	ہو گیا پیدا وہ مطلع بندہ درگاہ کا کاسہ درویش ہو وہاں تاج شاہنشاہ کا دی ہو تخت مصر پر یوسف کو بدلا چاہ کا دل نے بھی تیرے لقب پایا ہو بیت اللہ کا دروے ہو سبے توشہ اپنی اپنی راہ کا سراویاں شام و سحر سجے میں ہر ماہ کا ہر وہ کا فر جو نہ ہو بندہ دل آگاہ کا

	کون ای معروف سمجھے تھا رباب فنا ہر دو عالم سے ہے عالم فنا فی اللہ کا	
نرس پہ بھی دیکھا تو شکل مردک بگنا نہ تھا چاروں کی بات ہی یاروں سے بھی یار نہ تھا پھیر کیونکر توڑنا ایسا بھی دیوانا نہ تھا شام سے جو صبح تک یہاں مجھ کو درشا نہ تھا غضب توں سے اُلجھا یہ بھی کچھ ہجانہ نہ تھا یزم عشرت بن میر کیا تھی کہ ماتم خانہ نہ تھا	ہر دو چشم آسا قریب خانہ اُس کے خانہ تھا ایسے ہفتہ دوست کی غلطی پمت جا اُڑ قریب جبکہ ہوز بخیر کی اُس زلف سے نسبت فی شاید اپنے ہاتھ سے اُس نے بنائی اپنی زلف زہنے ساغر چڑھایا خیر یوں بھی عشق ہو آہ کی صورت تھا مینا اور ساغر چشم تر	
	اُڑ گیا معروف بھک سے ساتھ آہ گرم کے یہ سویدا تو کوئی باروت کا سادانہ تھا	
نقش ہو مفتون خاطر ضرب الالہ کا واہ کیا اقبال ہو منصور عالی جاہ کا ڈر سے منہ میں کہہ رہا لیتا ہو تنکا کا فرش خاک آخر کو ہو بستر گداؤ شاہ کا آسمان پر ایک شب ہوتا ہو جو بن ماہ کا چلنے والا کو نسا بہکا ہو سیدھی اہ کا شیر منت کش نہیں ہوتا کسی روباہ کا عالم بالا پہ پانا ہوں نشان تنخواہ کا تھا یہی میداں تھا رے خیمہ و خرگاہ کا	مثل زردل ہو گناہ اس بندہ درگاہ کا مروح اندیش کو سولی پہ بھی معراج ہو تجھ کو اُڑ کو تو غل کھینچ لاسکتا ہو کون بورپا و مسند قائم کے کر تو یاں تیز ناز حسن عارضی پر کیا کریں اہل کمال سالک اہ فتاہیں گرم رومانہ شمع طالب مولا کو کیا ہو اہل دنیا سے غرض کیونکر ہو اُس سرو قد سے ملنے دل حصول آبلوں سے بھر گیا دل اہ ای سلطان عشق	
	پہلے معروف موت کا تماشا دیکھیے پھر وہاں سے کیجے قبلہ قصد بیت اللہ کا	

کس کو ملے یا نصیب بار و گر دیکھنا
جو کہ سبکسار ہیں اُن کا سفر دیکھنا
سامنے جو آگیا ایک نظر دیکھنا
انکھ مندے پر نہ چھٹا ایک مگر دیکھنا
اکے ادھر بیٹھنا اور او دھر دیکھنا
روٹی و مت آج کل دیدہ تر دیکھنا
کوئی ہنسی ہو میرا زخم جگر دیکھنا
دل کی طرح سے نہ پھر جاؤ مگر دیکھنا
دل میں ہمارا خیال آپ بھی کر دیکھنا
ایسے بیاباں میں کس کا ہو گھر دیکھنا

بس جو ہیں یک نظر مثل شرر دیکھنا
جاں نکلنے کے ساتھ پہنچی ہو ملک عدم
آئینہ ساں کیا غرض ہم کو بد و نیا کے
اور تو باتیں بُری چھٹ گئیں سب جیتے جی
سر کو اٹھا کر ذرا دیکھیے میری طرف
دی ہو وہ اب خاکِ چشم میں سرمہ کی جا
سہم کے ہو جائے جب چاندنی کا نہ سفید
جان بھی حاضر ہو تو یہ بھی مگر سن رکھو
پوچھتے کیا ہو بھلا ہم سے تصور کا لطف
راہ جنوں میں نظر آوے جو ایک گے و باد

دیکھیے معروف اب کیوں دل دین رہے
اُس بت کا فرکا ہو یہ ہی اگر دیکھنا

پھر ہستی خراب سے کیا کام رہ گیا
جس کام کو ہم آئے تھے وہ کام رہ گیا
خوش حال وہ کوئی جو وہ ناکام رہ گیا
نیکی کے ساتھ جن کا یہاں نام رہ گیا
کچھ سوچ کر عدم ہی میں آرام رہ گیا
آنے سے جب کہ نامہ و پیغام رہ گیا
میں ناتوان چلتے ہی دو گام رہ گیا
ساتی جو دیتے دیتے مجھے جام رہ گیا
پایا جہاں کسو نے کچھ آرام رہ گیا

جب مٹ گیا نشان ہی گونا م رہ گیا
انجام کار و اں کا سر انجام رہ گیا
عاشق کو نامراد ہی رہتا مراد ہو
جیتے ہیں وہ مو سے نہیں ہر چند مر گئے
ہستی کے جب سفر کا پڑا ہم کو اتفاق
یارب پھر اُس کے آنے کی امید کیا ہے
پہنچے تمام منزل مقصد کو ہم رفیق
مکس اپنی چشم مست کا دیکھنا نہ ہو کہیں
کون اُس گلی سے بیٹھ کے جو نقش پا اٹھتے

وہ صیدنا تو اں ہوں کہ چھوٹا نفس سے جب	حسرت سے دیکھ کر طرف بامِ رہ گیا
چاہا جو اُس نے آپ کیا میں نے کیا کیا	معروف مفت بندے پہ الزامِ رہ گیا
جب تک کہ میں جیتا ہوں طلبگار ہوں تیرا ظاہر میں حضورِ ی سے ترے گرچہ ہوں غائب سوار میں قربان ہوں اُس دُکے ہر روز چوں نقشِ قدمِ دانہ رہے کیونکہ مری چشم سایہ کی طرح جان لے اپنے مجھے ہمراہ اظہارِ محبت تو ہوا دافنی مجھ سے کس شکل سے عالم کو نہ ہو میرا تماشا آرام مجھے سایہِ طوبیٰ میں ہو کیونکہ مرہم کا جو خواہاں ہو جو ہو تیغ کا گھائل	تو بیچ بھی ڈالے تو خریدار ہوں تیرا پوشیدہ ولیِ محرم اسرار ہوں تیرا جس وز کہ قربان میں ایکبار ہوں تیرا حیرت زدہ جلوہ رفتار ہوں تیرا تویار میرا ہونہ ہو میں یار ہوں تیرا جو چاہے سو کر مجھ کو گہنگار ہوں تیرا میں محوِ تماشا سربازار ہوں تیرا خویافتہ سایہ دیوار ہوں تیرا ای باروے جاناں میں دل انگار ہوں تیرا
جو بندہ ہی یا بندہ ہو معروف جہاں میں	جب تک کہ جیتا ہوں طلبگار ہوں تیرا
ہر اک نہ ہتا ہوا بے حیاء تیرا دمِ رخصت اس کے ہئے جاں بحق ہم نہیں دل میں کچھ اپنے ارمان ہرگز بھلا کس طرح اس کو دل سے نکالوں شہادت کی میرے ہی ہو شہادت شبِ وصل ہوا سحر کہ تو سی دول یہ تیرے ہر جاے پن کی نشانی	نہیں نہ حیاء جاتا کسی آن تیرا یہ کہہ کر حق اب ہوا نگہبان تیرا جو ہر بھی تو ارمان ارمان تیرا نکلتا نہیں دل سے پیکان تیرا کہ شاہ ہوا یہ سپرِ سخ دامن تیرا میں دامنِ شب سے گریبان تیرا کہ ہر جگہ جان پہچان تیرا

ہوا بس وہ دیوانہ طرز سخن پر
پر تھا جس نے معروف دیوان تیرا

کھلے احوال اپنے نگر بھلا اس فیت جاں کا
نہ دیکھا یہ کہ دم نکلا کب بس بیچارہ جہاں کا
دیا تھا وصل کی شب قفل گھر کو تانا یہ جائے
پریشاں ہو رہی ہیں نول نہ لیٹیں اس کے عارض پر
اٹھا و آئینہ دیکھو ذرا گھنڈا رسی صورت
عزیز و ناگہاں بجلی سی دل پر آن پڑتی ہو
گرفتار محبت جو ترانہ زنداں میں جا بیٹھا
بتاں کی سرد مہری سے جو آہ سرد تاک کھینچوں

کہ جو جاتا تو قصد بیات ہو رہتا ہو وہاں کا
رہا پاس کس پہاں تک تے دم بھی عشق تنہاں کا
کہ صر سے شب گئی یارب کت آیا رہز جہاں کا
کہیں قصہ سنا ہو گا میرے حال پریشاں کا
خیال آتا ہو دل میں کپکے گر سیریشاں کا
بہم یاد آ جاتا ہو جب بس آفت جاں کا
تو بس یکدم میں دم کئے لگا سب ہلنداں کا
تو ہر ایک عین گرمی میں کرے شکو از مستان کا

نصیر الدین دہب کی کچھ غزل معروف پر مشتمل
جلد دوم یعنی انداز سخن ہر ایک سنداں کا

تبسم یار کا باعث ہو اپنے چشم گریباں کا
یہاں تا ہم نے پیر عشق اسنے میں کھائے ہیں
سحر کہ خواب سے اٹھتا تو تھا دوران سر جھکوں
اسے دامن تک تے پاؤں پھیلانے دے اسی صاحب
نہ پہنچے دل تک اس کے جلا یا دامن گردوں
لگا ہو دست قاتل سے جگر پر زخم یہ کاری
نہ تھی چشم تجھ سے کیا کہوں ای آبلہ پائی
عبثت کلفت گلشت مہن دیتے ہو تم یارو
کہ گل کو دیکھ کر چاک گریباں یاد آتا ہو

تماشا عشق کی دولت ہے یہاں بقیہ باراں کا
کوئی دیکھے تو یہ جانے کہ ہے جگل نیستاں کا
خیال آیا تھا ایسا رات کس کے دروازاں کا
نہ کر قصہ رفو ہر گز میرے چاک گریباں کا
انہر دیکھا تو یہ دیکھا اس اپنی آہ سوزاں کا
کہ دل پھٹنے لگا جراح کا دیتے ہوئے ٹاں کا
کہ منت کش کرے یوں تجھ کو تو خا بیاباں کا
غم وقت میں خوش دے تماشا کس کو بتاں کا
رہا غنچہ سودہ کرتا ہو دل میں کام پچاں کا

رُش پر درد کے پردہ کچھ اشعار اب ٹپھیے
کردل مشتاق جو معروف طرز ہر خنداں کا

رولتا یوں بھی دھیان آکر دل نگیں مین جاناں کا
کہ جوں پُرسے کو ماتم خانہ میں جانا ہو مہاں کا
نکد اس جام کُ میں گر پڑا ہو خاک کیفیت
کہ یاد چشم مست اُس کے میں دھیان آیا زخنداں کا
نہیں لگتے پلک جوں چشمِ انجم ایک پل اپنے
خدا جانے کہ ہم کو دھیان ہو کس ماہ تاباں کا
خراب اپنے کو کر غافل جو چاہے امن سے رہنا
نہیں ہوتا ہو ہر گز کوئی خواہاں دیہ ویراں کا
زبس دل میں خیال اور چشم میں اُس کا تصویر
برابر ہو نظر میں اپنے ہجو و وصل جاناں کا
جھائیں اُس جھاجو کی یہ کھینچے ہیں کہ ہر کوئی
یہ کہتا ہو کہ کیا فولاد کا دل ہو اس انسان کا
نظر ہر گز نہیں اُس کو کسی کے آنے جانے پر
کہ نظارہ رہے ہو اور ای جا چشم حیراں کا
بشر کا کیا ہو منہ ناصح ہم اُس کا ہاتھ کٹوا دیں
رؤگر ہو فرشتہ سے بھی اس چاک گریباں کا
یہ کر دیتا ہو عالم گھن لگے ہی زرم کو جس ڈھب سے
بُرا ہی درد ہوتا ہو غرض اس درد پنہاں کا
وداع تاب و طاقت بھی اگر ملتا ہو تول لے

عدم کو کوچ ٹھیک رہا تیسرے بہار ہجران کا

غزل انداز کی بھی ایک لازم ہو تجھے کہنی

مقابل ہو تو ادی معروف جرات سے غزل ان کا

جو پٹا ناکا تو وہ اُدھڑا جو وہ اُدھڑا تو یہ مانگا
قیامت ہو پڑا نکلا جو دیکھا روز ہجران کا
کہ حد کھینچا دکھا اُن دہ نشیں کے روپ نہاں کا
نظر آتا نہیں بن اس کے تھمنا چشم گریاں کا
کہ بس اب ہ گیا کھینچنے سے نقشہ کنعان کا
کیا چوری سے مرزہ دفن شبنم ویراں کا
عبث ہو اُس سے اب کہنایے حال پیشاں کا
گر فاری بھی ہوئی ہو تو ہو مجبوس زنداں کا
کیا دیانت جو احوال اب گے دون گرداں کا
تو یہ بد بخت کھلاتا تھا ہم کو خواب ہجران کا
کہ اب اک دن کھائے خواب ہم کو صولج ناں کا

خرابی میں پڑا ہو سینے والا جیب ناں کا
پڑا سستے تھے ہم روز قیامت اور روزوں سے
زیں پٹ جائے کاش اور میں سا جاؤں تو بہتر
ہی ہو اب علاج اس کا کہ کوئی ہنسی نہ ہو
جہاں میں تہاں تک اس کے حسن کی ہو گرم باری
موا تھا تیرے دزدیدہ نگہ پرہو کے جواشن
عزیز و جو نسبا بد خو کہ اپنی زلف سے لکھے
نہ ہو دشمن کو بھی ہرگز گرفتاری دل یارب
نہ دیکھا کوئی بھی دُنیا میں انصاف اس جیسا
کہ یعنی وصل میں جب تک ہم جاناں کے سوتے تھے
ہوا ہوا بجز روزنا بجز تو یہ ہو نہیں سکتا

کوئی مطلع پڑھو معروف اب تم حبال اپنے

بہل جاتا ہو کچھ کہنے ہی کے دکھ درد انسان کا

تو بس چھپ چھپ کے اب دنا ہو اور کو نا ہوا لالاک

رہے ہو غم جو ایک پردہ نشیں کے درد نہاں کا

ہم نے دیکھا نہ کہیں غنیمت تصویر کھلا
گل ہر زخم کو آب دم شمشیر کھلا
چرخ نے دی ہو اسے پان میں اکیر کھلا

جائے حیرت ہی جو رہوے دل و لگیر کھلا
گلشن تن میں سنا ہو کہ رکھے ہو یکدست
کیوں شفق میں نہ سنہرا ہو یہ رنگ غور شید

ہو ضرر چشم کو گریہ سے کہ ٹمہری ہی کہیں پھولتی دیکھی نہیں شاخ بربریں لیکن طفل غنچہ کا نہیں ضعف سے سر اٹھتا ہی	جوش بارش سے جہاں رخنہ تھمیر کھلا شب کو گل شمع رہی ہی تہہ گلگیر کھلا ای صبا دانہ شبہم کو تو منہ چیر کھلا
زلف کو شانہ صفت ہاتھ لگات محروم ہاں یہ ہر مار سیہ اس کو بتدبیر کھلا	
یا مجھے شبہم گریاں ہی بنایا ہوتا داغ پر داغ اگر دے کے جلانا تھا مجھے تجھ کو مطلب تھا اگر میری پریشانی سے مجھ کو دنیا میں سیہ نجت اگر کرنا تھا تھا جو حیران مجھے اس شکل سے رکھنا منظور گر خوشی تیری یہی تھی کہ یہ نالاں ہوے ایک ظلم کی جو آنکھوں سے گرایا جل اشک یوں رُلا کر جو کیا اب مجھے انگشت نما	ورنہ یا رب کل خنداں ہی بنایا ہوتا یک قلم سرو چرغاں ہی بنایا ہوتا سر بس زلف پریشاں ہی بنایا ہوتا رنگ خال رخ جانان ہی بنایا ہوتا صاف آئینہ حیراں ہی بنایا ہوتا تو مجھے بلبل بستاں ہی بنایا ہوتا کاش کے گوہر غلطاں ہی بنایا ہوتا اس سے تو شمع شبستاں ہی بنایا ہوتا
تھا اگر قابل زنداں ہی اندل معرو ابداً طفل دبستاں ہی بنایا ہوتا	
ربط خوابان عشوہ گر چھوٹا شب کو ہمسایے میرے نالوں سے نہ وہ گھر کا ہوا نہ باہر کا سخت زندانِ غم قلمی تلنگی میری ہستی سے غم عذاب ہو تھا موسم گل بھی ہو گیا آخر	دیکھنے کا نہ لپکا پر چھوٹا رو کے کہتے ہیں مفت گھر چھوٹا باہر کا اپنے جس سے در چھوٹا غنچہ ایک دے کے شست چھوٹا سر جو ٹوٹا تو درد سر چھوٹا میں نہ کچھ قفس سے پر چھوٹا

قید ہستی سے میں اگر چھوٹا تجھ سے رونا نہ چشم تر چھوٹا	نام لوں گا نہ زندگی کا پھر تھم گیا ابر بھی برس کے نلے
سینہ خالی ہوا تو ہو معروف دل کے دکھ سے میں کس قدر چھوٹا	
پھر آہیں بزم میں کھینچوں تو تیرا بیز کروانا تو پھر گدی کے پیچھے سے بان میری نکلوانا نہ میرا دیکھنا منہ پھر نہ اپنا منہ تو دکھلانا تو پھر اس بات کی پیالے سے سزا تو مجھ کو بتلانا تو مجھ کو تو سمجھو یہ کہ ہی یہ سخت دیوانا تو میری قبر پر بھی ہاتھ اٹھانے تو یہ ٹھہرانا ملا کر زہر کھانے میں کھلانا زہر کا کھانا تو جو جیتے منہ پر آئے اس دم مجھ کو فرمانا تو گھر بیٹھے ہوئے آٹھ آٹھ آنسو مجھ کو رولانا کوں میں کر ہر جا تو کنوئیں میں مجھ کو لٹکانا نہ بھلانا نہ بھلانا نہ بھلانا نہ بھلانا تو پھر جب تک ہوں جیتا مجھے وقت میں تپانا	نہ کھلنے دو نکا جاہت تجھے پر اب نہ رُک جانا کسی سے پھر کہوں گر بار دیگر بات غلط کی جولوں بنم میں بیٹھے ہوئے میں نہ رے تو یہ ہو مشوق میرا اگر کسی کو اب میں بتلاؤں اگر لڑ کر کبھی تجھ سے میں کٹے اپنے پہ پہاڑوں اٹھاؤں ہاتھ گرا تب بے گھر کے آنے والے پر جو پھر کھاؤں تیرے سر کی سم پادیں میں مجھ کو جو پھر محفل میں تجھے کچھ کر دوں کر میں سرگوشی ہنسی کی ایک بھی گز بات تجھے اب نہ دہرائی تیرے چاہ و فن اور زلف کے لب کو پھر سیرا کسی کو تیرے گھر میں ساتھ پھر لاؤں تو پھر مجھ کو گرا لجاؤں میں تجھے بات پھیروں صل ہونے کی
کہوں معروف نام اپنا جو نہ نام میں پھر خط کے تو عنقا کی طرح میرا جہاں سے کھوج مٹوانا	
تو غم ایسا نہ تھا جس سے کیر جان نہ ہوتا مرغ دل نہ ہوں کہ فیروزہ و مرمر ہوتا یہی تکتا تھا ہر ایک سے کہیں خیر ہوتا	اگر تصور نہ تیرا اجڑ میں اکثر ہوتا نگ ہو نا بھی اگر میرے مقدر ہوتا یاد مرگاں میں تھے شب قیلت تھا کہ پنا

چشم حشری کہی کے جو نہ ہوتا میں قہر منہ نہ ہوتا ہمیں چہرے کے دکھانے کو بھی فوج طفلان کا عہد نہ اگر دیکھتا میں دیکھتا کیا ہر کسے آنکھیں ہی لہجہ صہد غم نہ ہوتا جو کسی پر نشیں کا ہدم	مرگ چھلے پیرا کا ہے کو بستر ہوتا تجھ سا انسان نہ اگر رونے میں پر ہوتا کو چہ یار میں سوا کہو کیونکر ہوتا شوق دیدار جو کھٹنا تو نہ باور ہوتا دور رہ رہ کے سہرے دل کے اندر ہوتا
لکھتے معروف غم ہجر گراں کو تمام ارض سے تابسا طول میں فتر ہوتا	
پکڑنے سے ہمیں کاکل کو تیرے ہاتھ کیا آیا دل دیوانہ بتلا اس خیال چشم آہ کو زر گل توڑ آیا ہر صبا نے تو نے پر بلبل کوئی بوسہ ہی ہر زلف جب لب پہ بکھری ہو رکھا اس شوخ کو جو باز میرا خون مٹنے سے کرے انجھ پکت مرغ دل بن جاں نہرویاں غلط ہو یہ مثل جو کہتے ہیں جوینہ یا بندہ جب یا محتسب خمی کیا سر ہو کر شیشہ	گم رہ نہ کھاتے ہیں پیسے ہاتھ کیا آیا پہرا جو دشت میں تو کھرے کھسے ہاتھ کیا آیا کئے جو درد سے نالے سوئیے ہاتھ کیا آیا گیا دل تو جواتے منہ اندھکے ہاتھ کیا آیا خانا سے کوئی یہ پوچھے کہ تیرے ہاتھ کیا آیا فلک سے اس قدر دل بکھیرے ہاتھ کیا آیا کیے داں روز ہم نے لاکھ پیسے ہاتھ کیا آیا ہبانہ زخم سر دھونے کا میرے ہاتھ کیا آیا
کف افسوس مٹنے کے سو معروف ظاہر ہو تصویر سے جو ہاتھ اس خدیہ میرے ہاتھ کیا آیا	
آہ وہ کون تھا خدا مارا ایک ہی تو بھی بد بلا ای چشم کیا غضب تھی وہ جنبش ابرو دے کے بن غیر کو ہمیں تولنے	جس نے اس سے مجھے لگا مارا دل کو پھر زلف میں پھنسا مارا صاف جیسے کہ نیچا مارا آتش رشک سے جلا مارا

چٹھنا تو نے کیوں صبا مارا اُس نے پتھر مجھے اٹھا مارا آج لوگوں نے پھر لگا مارا روز ہجراں کے خوف کا مارا پوچھو کیوں چپ ہو یہ خدا مارا یہ ہنسا یا کہ بس کُٹا مارا	دہن لالہ جو ہوا پر خوں میں جو بولا کہ سنگ دل ہو تو بعد مدت ملے تھے کل اُن سے وصل کی شب بکھی ہیں نہ سویا آہ دیکھ کر مجھ کو جب کہا اُس نے پاکے مرضی کھلا جو باتوں میں
جنس صبر و خرد لکھی معروف ہاک دل نوج غم نے آمارا	
مجھ میں اُس میں یکنہ سدا سکندر ہو گیا آتشِ فرقت سے دل خاک جل کر ہو گیا نقشِ پاک کو دیکھ کر نقشِ جی پر ہو گیا اب مقابل مجھ تنہا کے لشکر ہو گیا مثلِ نقشِ پا زمیں پر اب تو مہتر ہو گیا جس کی خوشبو سے دماغ گل معطر ہو گیا	جب سے محو حسن اپنا وہ تنگتر ہو گیا کچھ نہ پوچھو ہم یوں کا خاک بتلاؤں نہیں ایک ن ہم کو بھی ہاں رہیش یہ ہی اہ مارا ناز و انداز و اداسے دیکھیے کیسی بنے تم چلو اسی ہمراہ ہاں ہم نا تو اں بھی آئیں گے کس نے کی جو بے تکلف آج گلگشتِ چین
گر غزل اسی لکھا جس سے خوش ہوا بلبل تو تجھے معروف ہم وہ جانیں سخنور ہو گیا	
ماشقوں کے حق میں پر قاتل سکندر ہو گیا میں نہ تھا اپنے میں اور گھر میں وہ دلبر ہو گیا کیا قیامت ہو یہ روز ہجر کیونکر ہو گیا جس سے حرفِ عشق اپنا نقش اُن پر ہو گیا دادے یارب کہ برپا شوہر محشر ہو گیا	کیا ہو اگر بادشاہ ہفت کشور ہو گیا کچھ خبر بھی ہے تجھے ملکِ شمس کیخود ہم نے کل مر مر کے صلہ کی لابی ہتی رات نام اُن کا کیا ہو گودا ہم نے اپنے ہاتھ پر بے سبب روٹھ کر جاتے ہیں ہم سے پاؤں اُن

یار کے آنے کی پونہ سوکھ ہوتی ہو خوشی
ن ہمیں ایسا خوش خبر آنے کی سنکر ہو گیا
گھر کے اندر یار ابھی آنے نہیں آیا کہ بس
دل بزرگ بونے گل جامہ سے باہر ہو گیا

اب کی معروف مطلع پر ٹھٹھینے سبب
یہ تو غزلیں میں تیری محظوظ سنکر ہو گیا

لب وہ دیکھ کھے کہ مین ہاتھ آیا
زلف سر کی کہ ختن ہاتھ آیا
پاؤں ٹوٹے میرے پھرتے پھرتے
پر نہ وہ عہد شکن ہاتھ آیا
دشت حشت میں مے خاک آخر
ہم کو غربت میں وطن ہاتھ آیا
زلف میں شانہ کیا ساری رات
آخر شہ سانپ کا بھن ہاتھ آیا
دیکھنا قسمت عسریانی تن
بعد ایک عمر کفن ہاتھ آیا
نقش لکھ لکھ کے شجر میں باندھے
پر نہ وہ سبب ذوق ہاتھ آیا
جس لیے فتنہ طرازی مٹی سجھے
کچھ بھی اسی چرخ کہن ہاتھ آیا
پھرتے پھرتے ہوئے صحرا میں مقیم
یعنی مجنوں کا چلن ہاتھ آیا
دیکھنا بارغ محبت کی یہ سیر
گل جو کھائے تو چمن ہاتھ آیا

لوگ ہیں در پڑ دولت معروف
ہم کو ایک گنج سخن ہاتھ آیا

عجب صبا و تیرہ ہو کچھ اس دودن کو دار کا
کہ ملنا دیکھ ہی سکتا نہیں انساں کا
کوئی دن تھے کہ باغ وصل کے ہم اس کے گلچیں تھے
ابا کی دن یہ ہی جو چھبتا ہو دل میں ہجر کا
کیا کرتے تھے باہم مقہے چوں قفل مینا
و یا بدتر جو جام مے سے حال اب پیم گریاں کا
جہاں کانے بجانے کا ہے تھاماتن چڑ
وہاں اب رہتا ہو سافر واد و افناں کا
کبھی تھے کہ بن میرے سلجھواتے نہ تھے زلفیں
اُٹھتے ہیں وہی اب کرسن کر مجھ پریشاں کا
وہ دن تھا یا کہ وہ گھمت ہیں جانے نہ دیتے تھے
نکارتے ہیں یا اب رستے منہ اس کے دریاں کا

کل آنکھوں میں کج ہاؤں میں منہ ہی لگاتے تھے	یہ خون نہ جگر ہو آج دامنگیر مزرگاں کا
بہن اور معروف رہ کر ہی خاطر میں تابی	اگر بیاں بھانڈ کر اب بیٹے رستہ بیاں کا
سوچ مت لے انا دے سر میرا کوئی آتا نہیں دھیان میں اب روز و شب کب رہوں میں نالاں ہو حذر کو حذر ڈر سے ہو ڈر ضمن سے گو بچھڑ گیا لیکن کشش عشق کو خب کب جو دیدہ تر میں یہ نہ سمجھو تم آگ پانی میں اب لگائی ہو	کر کہیں قصہ مختصر میرا دھیان ایسا ہو اب کدھر میرا ہو ابھی نالہ بے اثر میرا اس طرح کا ہی جی ٹڈ میرا زور چلتا ہو زور پر میرا یا رہی مجھ سے بے خبر میرا مردمان پارہ جگہ میرا دیکھیے گا ذرا ہنر میرا
شعر خاصے سن اور معروف	یہ تو بیٹھیں تھا جنس پر میرا
دیکھیے گا دل و جگر میرا ساتھ چھوڑا نہ عمر بھر میرا تب سے پایا ہو عرش پر میرا جان کا ہو گیا ضرر میرا ایک بھی جب رہا نہ پر میرا دوستو کیا پھر ہو سر میرا ہو کیسین خیال اُدھر میرا دوست بچھے ہر ایک بشر میرا	ہو جہاں ڈرو ہاں ہو گھر میرا مرحبا تجھ کو آرزوئےصال اُس کف پا پہ جب سے سر رکھا نفع پر بوسے کے دیا تھا دل تب رہائی نفس سے پائی آہ پھنپساؤں اُس کی لف میں دل ہول تو باتوں میں میں ادھر سر گرم دل کے بنیر اب میرے

لطف کیا جانے کو رکھ میرا	قطرہ اشک و نالہ فی ہوں
گر سنے ایک شعر تر میرا	بلبل رُوح تازہ اے معروف
کیا صاف مصرع ایک چسپاں ہو دوسرا دریا کے پار اور گستاں ہو دوسرا سب نے کہا کہ یہ مکھنوں ہو دوسرا گھڑ بھی شب فراق میں نہاں ہو دوسرا بس دیکھو جس کو اُس سے بھی حیراں ہو دوسرا روئے زمیں پہ وہ مکھنوں ہو دوسرا احوال اُس کا جو کوئی پرسیاں ہو دوسرا گر سرنگوں ہو ایک تو نالاں ہو دوسرا	چلنے میں سایہ ہم قدر جاناں ہو دوسرا بھولے وہ اپنی شکل کو آپ مینہ میں دیکھ تصویر اُس کی جو سر بازار دسے لگا یار ب نہ ہو دسے کوئی گرفتار عشق کا تصویر اُس کی دیکھ کے خواب کا تھا یہ حال بیجا نہیں گر اُس کا فلک پر دماغ ہو تیرے مرضِ غم کی یہ مے تے کی ہو دلیل غم خوار اُس کے دیکھ کے بس ایک ایک کو
دہلی عجب جگہ ہو رستاں ہو دوسرا	معروف کس کا یہاں تکھنے کو جی کے
گلشن میں طفل غنچہ گل کھل کھلا پڑا جوں چشم نقشِ بامیں گوں ہوں پڑا پڑا ہالہ نہیں یہ پاؤں میں ہو اک کر ڈا پڑا ہم کو تو قند پوسہ لب کا مزا پڑا دست خیال شب سے زانو پہ جا پڑا ایسا بھی کچھ نہیں ہو میرا دل گرا پڑا	مذکور جب کہ تیرے تبسم کا آ پڑا بے طاقتی کے ہاتھ سے افتادگی ہو یہ داغی ہو یہ غلامِ فلک پر کہاں ہوا جھڑکا کر سے ہزار وہ ابٹے کے ترش و کیونکر نہ ہاتھ زانو پہ ماروں میں تسکتے نظروں سے تو گرائے اسے اور یہ لگ چلے
نامح ہو کیا بلا سے تیرے تجھ کو کیا پڑا	معروف تو جو منع کے دل کو عشق سے

جب تک لعل ہیں دل اُس کے گرفتار نہ تھا تیرے بیمار کو دیکھا تو وہ بہا نہ تھا یک نگہ بس تھی عبت لائے ہو تم خجرو تیغ زیر دیوار بھی آنے نہیں دیتا اب آہ رات ہر ایک کی محفل میں بھیں پر تھی نگاہ درد و فرقت سے شب اپنی یہ ہوئی حالت تنگ نابھدیکہ مسیحا کی بھی تشخیص میں آہ تیری یاد دل چاہن بخش نے جاں بخشی کی	سرمو غم سے کبھی مجھ کو سروکار نہ تھا درد و فرقت کے سوا اور کچھ آزار نہ تھا یہ تو سامان میسے قتل کا درکار نہ تھا جو کہ درد تک کے بھی جانے کا روادار نہ تھا گھوڑے کیا ہو فقط میں ہی گنہگار نہ تھا چارہ ما زایا نہ تھا کوئی کہ ناچار نہ تھا مرض الموت سوا اور کچھ آزار نہ تھا درد نہ جینے کا اثر کوئی بھی زہار نہ تھا
ہجر میں دیکھ لیا سب کا تماشہ معروف آہ وزاری کے سوا کوئی بھی غم خوان نہ تھا	
دن و کے ہجر باری میں پوسے کیے تو کیا پیوند اُس کے دل سے یہ دل کیجے نا صبح کس کام داغ دل جو نہ ہوشام زلف یار آتا ہر کیس لڑس کے عقب قطرہ دن سرشک	جینے کا لطف صل میں تھا یوں جیے تو کیا یوں گر چہ تم نے لاکھ گریباں بیٹے تو کیا روشن چراغ دن میں اگر کر دیئے تو کیا جون ختم تازہ ایک راہنمائیے تو کیا
معروف شرط جب ہو کہ وہ مہربان ہو چوری سے تم نے یار کے بوسے لیے تو کیا	
یاں تک خیال کا کل جانا نہ ہو گیا کیا دیکھوں آہ کشور دل جائے گریہ ہو اعجاز گریہ عشق کی دولت ہوئی کہ اشک حیرت زدہ ہو طوطی تصویر ہی نہ کچھ گمراہی جو فقط نہ دو ہی کچھ خیال تھا	دل چاک چاک ہو کے غرض شانا ہو گیا او عشق تیرے ہاتھ سے ویرا نہ ہو گیا نکلا جو ہیں تو گو ہر ایک دانہ ہو گیا آئینہ اُس کو دیکھ کے دیوانہ ہو گیا جو کچھ سنا تھا آہ وہ افسانہ ہو گیا

عقدہ کھلا نہیں کبھی گردوں کے ہاتھ کا	افسوس کیا جو غنچہ دل وانہ ہو گیا
دنیا کے ہست نیست کا معروف کیا گلہ	کیا کیا ہوا تھا اور تجھے کیا کیا نہ ہو گیا
میری اس آہ و افغان سے ہر ایک تہا ہر ہمیشہ اسی شاخ مرہ پر دیکھتا ہوں کھیلتا دایم زمیں کے باغ کیا سایہ تلے آرام کرتے ہیں کبھی کا یہ تو جل ہوتا پ فرقت کی گرمی سے پریشاں دیکھ کر اُس نصف کو دل کی چال تہ بہت چاہا کہ درو دل کہوں پر کہہ نہیں سکتا	پری کا تجھ کو سایہ ہی اتا رہیں کیسے ہم سایا کہیں ہووے نہ طفل اشک کی اچھٹم خم سایا جنھوں کو خوش تیرا آیا پیچ پشت خم سایا نہ کرتا دل پہ تو میرے اگر دوا بر غم سایا کہ جیسے دھوپ کا مارا تھے جو دم بدم سایا یہ غالب ہو گیا کچھ تیرا مجھ پر ای صنم سایا
سدا جلتے ہی اے معروف گزری مرغ ہستی ہیں	نہال شمع ساں ڈیچھل ہی جھکتے ہیں نہ ہم سایا
ہمیں کب پائے سوتا شب یا تو لے صنم چھینٹا ہنسی سے اُن کو پانی کا لگا بیٹھے جو ہم چھینٹا تو بچہ چرخ میں ہو سرخ قرص ریاب کیونکر عرف افغان نہیں ہو زلف می سے کٹی ہو نہال س باغ گیتی میں ہو تیرے فیض سے عالم نہالے مجھے شاید تاب نظارہ کی دُاُس کے پری کا مجھ کو سایا ہو دیں ہی ہنسنے کی ہم نہیں کہ یہ سے جانا کس لیے داغ دل چیراں خیال آئینہ رو یعنی پاس حفظ سواں کا زبس ہر خانہ پر دو دوا معروف گردوں	بناوٹ کی لگا وٹ ہو جھکتے ہیں ہم چھینٹا تو منہ پر ہاتھ رکھ بولے یا تم نے ستم چھینٹا کہ شیر کا سہ منہ سے دیا ہو صمد ہم چھینٹا محل عارض کے تیری ناز کی کو دم بدم چھینٹا کبھی تو ہاں ادھڑی کوئی دوا بر کرم چھینٹا رخ نرس پہ جو شبنم نے مارا ایک قلم چھینٹا نہ دے پانی کا مجھ کو سورہ جن ککے ہم چھینٹا والا ہر گل تصویر کے حق میں ہو سم چھینٹا پس آئینہ ہی تصویر اثر کرتا ہو کم چھینٹا ہمیں وانا سمجھو تم کہ یہ دیتے ہیں ہم چھینٹا

دل عاشق سے گریا بل غلٹ جائے غامی کا و نور شوق سے میسے لبوں پر جان آئی ہر پیالی مجھ کو بھر کر جام پر دے جامِ ارساقی اسیرِ دہمِ الفت ہو گئے کیا ر جان و دل ہیں ممکن کہ میر جھوٹو تیرے ستِ خنای کو	مزا حاصل ہو بد نامی میں کونیک نامی کا یہاں تک تجھے ہر ارمان جی میں ہکلامی کا پڑھوں تاسا تھہ کیفیت میں یوں جامی کا کلی میں سے نیمہ جبت دیکھا ہر دوامی کا کہ میر سے ہاتھ اب یا ہر نیمہ نظامی کا
---	---

دکھائے جو کوئی اس یوسفانی کی اصبت
تو ای معروف بھی لکھ دے جٹ غلامی کا

جو پیمانہ نہ اس مقول کے مقدار کا بھرتا جہاں سا جو ہوتی دم کی فرصت مہتی ہیں اگر سب نجات کر تا تیرے عشاق کے منظر لبِ مشوق کا بوسہ نہ لیتا گردِ دل عاشق اگر میں جانتا یہ صل کی فشب سہ رہ ہوگا رکھے ہر جنج میں خورشید کو یہ حرصِ نیلے مثال آئینہ گر تجھ سے برسوں کی تنگی رہتی ہم پہونچائی ہو اب یک صفائی ہاتھ کی اُس نے جو رو کر یاد ونداں میں سے کرتا میں دل خالی اگر ہوتا نصیب اس کا مجھے آغوش میں بھرنا	تو کیونکر کھیت عن سے آپ کی تلوار کا بھرتا دمِ آخر تلک دم میں تو اپنے یار کا بھرتا یمن میں نعل سے دامان میں کسبار کا بھرتا تو خون سے منہ نہ تیسے تیر کی سو فار کا بھرتا تو بھرتا عمر بھر کیوں اُس کے چوکیدار کا بھرتا ہیں دل خواہش ر سے کسی ر دار کا بھرتا نہ تو بھی جی تیسے اٹل لب پدار کا بھرتا دکشتن میر سے کدبان اُس خوار کا بھرتا تو دامن موٹیوں سے بار بردیا بار کا بھرتا تو ہر ایک خم میر سے سینہ افکار کا بھرتا
---	---

مجھے اس دو میں محروف اگر دیتا فلکِ صفت
تو مجھ سے نیشہ خالی ہر ایک موزار کا بھرتا

یہ گویا کچھ نہیں منزل بہ منزل ڈھونڈتا خالِ رُخ کا جس کے ہر عقدِ ثریا خوشہ چیں	قیس جو اس پھیں میں لیلی کا محل ڈھونڈتا در بہر پھرتا جو اس کو بندہ کال ڈھونڈتا
--	--

مرع دنیا سے کیا پھرتا ہو حاصل ڈھونڈتا دم جہاں ٹوٹا وہیں پیر اک ساحل ڈھونڈتا تھا چراغ داغ لیکر یہ میر اول ڈھونڈتا	وانہ ساں ہو جائے گا پامال کیٹ ٹالیں بحر غم میں ہم کنار کھینچتے ہیں بحر سے ماہ ان زلفوں کے شب کو چہرہ بستہ میں
زندگی اب کس طرح ہو دیکھیے معروف کی بے طرح پھرتا ہو کچھ اُس کو وہ لے ڈھونڈتا	
اُکے دیکھے گا تو ہوگی مجھ سے ان بن ای صبا یہاں شہیدوں کا ہو شایداں کے دفن ای صبا ہو رہی ہو سرور پر قمری بھی جو گن ای صبا طفل غنچہ کی ڈھلی رہتی ہو گردن ای صبا پھیرتا ہو کون یہ گلشن میں توسن ای صبا جی میرا کرنے لگا اس وقت سن بن ای صبا دیکھتا ہو کون اس دم دوست دشمن ای صبا چھوڑ دی ہو واسطے پردے کے ظہن ای صبا	ساغر گل ٹوٹت تو ہو وہ بدظن ای صبا سرخ لالے سے جو ہو دامن گلشن ای صبا گل پہ بلبل ہی فقط شیدا نہیں مل کر بھوت منہ پہ چادر ڈھانپ کر دے نہ کیونکر آبشار تازیانہ بوئے گل کا جو لیئے پھرتی ہو تو ٹھنڈی ٹھنڈی سانس کیا تو نے بھری گے کیے بے حجابی سے نہ کیوں غنچہ کی چھاتی توٹے تار بارش یہ نہیں دست کرم سے برتے
مثل بلبل کیوں نہ معروف ابل غانی کے اُس کا داغوں سے ہو سینہ رنگ گلشن ای صبا	
کچھ اُس کو نہیں خیال میرا اُس لبتے ہو اب سوال میرا جب تک نہ ہو اوصال میرا لا کوئی لکھا نکال میرا رہتا ہو جو دل نڈھال میرا ایسا نہ ہوا جمال میرا	جس بن یہ ہوا ہو حال میرا عینے نے دیا جو اب مجھ کو ہرگز نہ ہوا وصال اُس سے ہو دعویٰ دل گرا ہو خط یا ر غیروں کی طرف وہ پھڑھلے ہیں یوسف نے کہا یہ دیکھ اُس کو

بگڑا ہوں برا خیال میرا دل لپیچے دیکھ بھال میرا بس جی ہی لیا نکال میرا یہاں قصہ تھا انفصال میرا کھپتا ہوں عدم کو مال میرا پورا نہ ہوا سوال میرا اب یا ہوں کو تو ال میرا	چھوڑے ہو کوئی خیال تیرا سینہ میں ہوں تیرا بھی پیکاں جانے کی سُنائی کیا اب بوجا ابرو کو وہاں وہی اُس نے جنبش سوداگر کشور فنا ہوں اُس زلفِ دراز سے خدا یا چوری میں ہوں کیا کسی کی چوری
سر سبز رہا ہمیشہ معروف ہر مصرعہ نو نبال میرا	
مثل ہوں یہ کہ مرنا کیا نہ کرتا الہی اس سے تو پیدا نہ کرتا تبسم سے جو تولد نہ کرتا تیری چپ کا اگر چہ چاہ نہ کرتا جو تو وہاں سے خبر بھیج نہ کرتا تو یوں اپنے کو میں ہلکا نہ کرتا تو کیا ساقی کو میں سیدھا نہ کرتا اگر تو وعدہ منہ نہ کرتا ستم کرتا مگر اتنا نہ کرتا تو دل اس جان میں دھڑکا نہ کرتا توجہ کا مجھ سے وہ سودا نہ کرتا خدا کے واسطے رُویا نہ کرتا	کہاں تک از عشق افشا نہ کرتا رکھے ہو گم جو اُس یاد دہن میں نہ کھلتا عفتِ دہ کا ردو عالم نہ سُننا اس قدر لوگوں کی باتیں خبر اپنی یہاں پھر کس کو تہتی جو دل بھاری نہ کرتا اُس کے آگے اگر مینا کی گردن خم نہ ہوتی نہ بچتے آج دردِ ہجر سے ہم ہلا کو بھی اگر ہوتا تو ظالم اگر پہلو میں ہوا آج کو تو نہ کہتا اُس سے گردل کی حقیقت جو زاہد کو نہ ہوتا خوفِ دونخ

وہ بڑے میں بھی ایک نیت ہو معروف
غضب ہو تا اگر پردہ نہ کرتا

عزم سے یہاں آکے کیا کیا نہ دیکھا
زمانہ میں ہم نے بھی کیا کیا نہ دیکھا
ہنہیں بے وفا تو ہو اے عمر رفتہ
کہاں دل کی صورت اُلٹینے کی
گئے سوانگ مجنوں کا بھی ہم نہ
ہیں جز غروب اس کے خط کی عبارت
برنگ حنا دیکھ کر پاؤں اُس کے
ترے تھے روشن یہ دہرے تارباں
کسے زیب سے ہو غافل کا شکوہ
گلی ہم سے رسوائی اب تنگ کرنے
فسردہ دلی ان سے چھائی جاں میں
غضب ہے بھی لکیش ہو اے بحر الفت
ہو آئینہ اس کے کس منہ سے آگے
تجھی میں تو وہ جلوہ فرما اے دل
اُسے چھوڑ کر گھر میں ہونٹے ہو باہر

جو کچھ دیکھنا تھا وہ اصلانہ دیکھا
نہ تجھ سا کچھ اے چشم بنیانہ دیکھا
کسو کو یہاں ہم نے اپنا نہ دیکھا
یہ دیکھو اُسے اس نے اتنا نہ دیکھا
یہ دیکھو تماشا تماشا نہ دیکھا
کوئی حرف بھی ہم نے دبتا نہ دیکھا
جیا جب تلک مٹ گئی کا نہ دیکھا
بجز تیرے جلوے کے پردانہ دیکھا
وہ مخمور تھا اگر نہ دیکھا نہ دیکھا
جہاں میں کوئی ہمسار نہ دیکھا
کہیں عشق بازی کا چرچانہ دیکھا
تیرا کوئی ڈوبا اُچھلتا نہ دیکھا
کوئی سادہ لوح اور ایسا نہ دیکھا
جسے تو نے غفلت سے سمجھا نہ دیکھا
ہمیں کا کوئی تجھ سا اندھا نہ دیکھا

رہے بے تیرا ہ چوں سر و معروف
کچھ اس زندگانی کا ثمرہ نہ دیکھا

کب تصویر میں پیسے دیدہ تربت دیکھا
کیا نزاکت ہو صبا اس کے کمر کی جس نے
خانہ آئینہ میں تجھ کو نظر بہت دیکھا
صبح دم تا رگ گل سے کمر بند کیا

مجھ کو صنیا دے جو فیر بال طوس رنگ ہو عشق تجھے خوب بچھائی چوسر دل کا احوال جو کھلتا نہیں تو نے اور چشم راحت خواب مہم دیکھ کے سبے یکدست	مہر ہر داغ سے اب طایر پر بند کیا نرد دل کا میرے پہلے ہی سے گھر بند کیا قاصد اشک کو آنے سے مگر بند کیا نقش پا سے کف ہر خال میں در بند کیا
دیکھ معروف کہ اس شوخ نے شب یکدست طائر رنگ خا کو بہ ہر بند کیا	
کام معشوقوں کو گرد پیش آیا ہوئے گا در دسر کو اب جو مجھ کو اور آنکھوں میں خار وہ حیرانی کی میری ہو ہی اسی ہم نشین صبح سے جو آج نالاں ہوں میں بل کی طرح آنسوؤں کا پیاں جو مینا بر مژہ برسے ہو ابے باں جو دب گئی انہوں میں غائب ہو یہ بات کیا ہوا ہچکی لگی یا روڈ رومت خیر ہو	عاشقوں نے اپنے گھر بیٹھے بنایا ہو دیگا اُس کو کچھ میند سے شاید جگایا ہوئے گا آئینہ اُس سا دہریہ کو الٹکھایا ہوئے گا سیکشن پر کہیں دل اُس کا آیا ہوئے گا ہونہ ہو وہ برق و شمس ان مسکرایا ہوئے گا حرف غیبت کا زباں پر بار لایا ہوئے گا ذکر خیر اپنا وہاں اس وقت آیا ہوئے گا
ہیں بس معروف ہم اور وہ و قالیبک جاں اُس کے گر کا نٹا چھا دکھ ہم نے پایا ہوئے گا	
صبح دم شور و فغاں میں نے جو صبا دیکھا دل کو دیوان فغاں نے جو پڑھایا اور عشق جلد ای ابر کرم کر کوئی دم کو در نہ دل کے ہاتھوں سے ہوں اسی حضرت ناصح ناچا	خواب دیکھا تھا کہ تو نے مجھے آزاد کیا کیا ستم تو نے یہ اس طفل پر استاد کیا اس بگو لے نے میری خاک کو برباد کیا در نہ ہو یوں ہی جو کچھ آپ نے ارشاد کیا
کیوں نہ معروف ان مضمون قلمرو میں میسے خامہ نے میرے ہی ملک سخن آبا د کیا	

گو عرش پر میسر ہو دے نماز کرنا جلو جہاں خوشی ہو ایستنا کرنا باغِ جہاں میں دیکھو ہو گے بہت سب جیراں ہم دل جلوں کے ہوتے اور دل سے گرجوشی مشکل ہو موم کرنا داؤد دل بتاں کا عشقِ حقیقی آخر حبلہ اوکھا رہے گا مرم کے صلے اس سے یارب ہوا ہوا اپنا دُنیا کے طالبوں سے افشائے اُزمت کر باعث نہ پوچھو اُس کے ٹھوکر کے مارنے کا	بندہ کبھی نہ چھوڑے عجز و نیاز کرنا دل اور آئینہ میں پر امتیاز کرنا ای غنچہ بائے نرگس مت چہنم باز کرنا اس آہ سے ہمارے تو احتراز کرنا آسان ہو معجزہ سے آہن گداز کرنا بہتر ہو ابترا میں عشقِ مجاز کرنا محشر کے روز سے بھی یہ شبِ راز کرنا ہو منع عورتوں سے افشائے راز کرنا کچھ پائمال کرنا کچھ سرفراز کرنا
معروف پر بھی اپنے ہو چہنم مہربانی گاہے کرم اوہ بھی بندہ نواز کرنا	
آہ میں اپنے جی سے درگزر اُس کا خط مجھ مرہضِ عشق کو دو زخمِ پر زخمِ مت لگاؤ چن ہو گئے تم تو میرے دشمن جاں دے مجھے یارب اس جہاں کا غم اکھٹہ تک نہ دے چہرے عشق کہہ دلا یار کو نہ وعدہ خلاف	دل نہ پر عاشقی سے درگزر نسخہ بول علی سے درگزر میں تیری اس ہنسی سے درگزر ایسی میں دوستی سے درگزر اس جہاں کی خوشی سے درگزر ایسی میں ٹھٹکی سے درگزر میں تیری رستی سے درگزر
اُس نے کیں نیکیاں پرائی معروف تو نہ اپنی بدی سے درگزر	
کل بزم میں جو آکر وہ کجکلاہ بیٹھا	ہر ایک مانگتا تھا اُس سے پناہ بیٹھا

سینہ میں جس کے تیرا تیرنگا ہ بیٹھا کس وجہ آئینہ ساں پھر نہ جائیں آنکھیں کوئی یہ اس سے پوچھو چاہے ہوا دتھ سے اختر سپند آسا حتیٰ مجمر فلک میں نظارہ ہو میستر اس زلف و رخ کا یارب	بس وہیں کھینچ کر وہ ایکٹل سے آہ بیٹھا یک سنگٹل کی کب تکتا ہوں آہ بیٹھا مدت سے تیرے در پر یک اد خواہ بیٹھا شب بام پر جو آکر وہ رشک ماہ بیٹھا چپتا ہوں یہ ہی سمرن شام و پگاہ بیٹھا
نقش نگین کی صورت پابند نام معرفت کب تک ہے گایوں ہی اور وسواہ بیٹھا	
جو سے اپنے درباں کو اٹھا لوگے تو کیا ہوگا منایا ہو تھیں ہم نے ہزاروں بار ایسے وہی ہیں کہ پہرہ دل بہنہ ساں ہم کو کہتے ہیں انہیں رہتی ہو عاشق کو خبر کچھ صل میں اپنی ارادہ جی میں گر رکھتے ہو مجھ سے دل لانے کا نہ تم بد وضع ہو صاحب میں ہوں کچھ ڈھب کا یہ اب اتنی نہیں ہرگز جو بسین لیے چھوڑوں کرو انصاف تاکہ ہم نے تھیں دل میں دی تھی	یہ پھر میری چھاتی سے ہٹا لوگے تو کیا ہوگا گر ابھی بار تم ہم کو منا لوگے تو کیا ہوگا جواب بکس کر منہ چھپا لوگے تو کیا ہوگا ایس تم ساتھ اپنے گر سلا لوگے تو کیا ہوگا تو میرے منہ سے منہ اپنا ملا لوگے تو کیا ہوگا مجھے خلوت بنیں اس اپنے بلا لوگے تو کیا ہوگا بکڑ کر مجھ سے گرم نہ کو بنا لوگے تو کیا ہوگا ہمیں پہلو میں گر اپنے بٹھا لوگے تو کیا ہوگا
خوشی سے تو نہیں جاتی بول معرفت تم کو بزدور اب چھین لوگے یا چھنا لوگے تو کیا ہوگا	
شانہ نے نہ آیا جو بسر ہاتھ اٹھایا کیوں ہاتھ اٹھاویں نہ ہم ان جہاں سے بھرتی ہو مہاسان جھنڈی سی چین میں طیغانی گر یہ ہی گریسی ہو شب و روز	دل نے نہ تیری زلفت پر ہاتھ اٹھایا دیتا ہو شجر ہم کو ثمر ہاتھ اٹھایا گلچیں نے ہمیں گل پہ مگر ہاتھ اٹھایا تجھ سے بھی اب وید کہ تر ہاتھ اٹھایا

کہا جانے کیا بھید دُسن و دل صد چکا بہتوں نے یہاں کے ضرر ہاتھ اٹھا یا اُس لطف پہ کہتا ہوں گر ہاتھ اٹھا یا	کہا جانے کیا بھید دُسن و دل صد چکا ہو جائے گا شانہ کی طرح خشک تر لکھ
ہم نے صیف ترگاں سے خاک کے لیے معروف یکدست بانداز دگر ہاتھ اٹھا یا	کچھ نہ فقط یہ دیدہ حیراں جو ہر شیرازی کا ہر ل آپ ہی جڑھتا ہو چڑھ پڑا منصور دیکھتے ہی بے بیٹھے ہر ایک کے منہ پر رضا جواب تشنہ لبی سے منہ کو منوڑا ہر دم آب کے دینے سے
داغوں سے ل سوزاں بھی طاووس و آفتبازی کا طفل سرشک یک دم کسے ہو دیکھو کیا جان بازی کا لپکا یہ بے جھوٹا ہوا آئینہ کو غمازی کا سر پر ہوا احسان میسے اُس خجری دس بازی کا	ہم بھی اسی معروف نہاں کے بیٹھے ہیں دل و سینہ پہ جبے سنکماں برو کو واثق و تیر اندازی کا
قیامت ہوں میں بھی چوڑا زباں کا کہ پہنا ہو نیمہ یہ آبِ رواں کا جو احوال دیکھا تھا زلف بُتاں کا نہیں تاب لوں نام تاب تو اں کا کہ ہو فرق اس میں زمین آسماں کا کہ ہو رشک یہ تسخّہ زعفران کا تو کہیے مجھے میں رہا پھر کہاں کا کبھی کوئی ٹیڑھا نہ تر چھانہ باں کا دل آیا جو ہو آہ اس نیم جاں کا جہاں کوئی آیا وہیں منہ کوٹھاں کا مگر مدح خواں ہوں ہر ایک نکتہ واں کا	شما خواں ہوں ہر ایک شیریں دہاں کا نہیں چشم گریاں سے ترجمہ عریاں وہی موبوب ہو دل کی حقیقت غم ہجر سے اس قدر نا تو اں ہوں غلط ہو تجھے مہ سے تشبیہ دینی بجا ہو رُخ زرد پر میرے ہنسنا جو تم ہی چلے میرے پہلو کے ٹھکر بہت ہم نے دیکھے پہ تجھ سانہ دیکھا عزیز و بس ایک پردہ نشیں پر تو یہ سیر رہتی ہو دن رات گھر میں مجھے شاعری سے ہو کیا کام معروف

جو تعریف زلف اُس کی یکسر کروں گا لگاؤں گا دل کیونکہ اُس سنگدل سے نہ کھانا مہ بر اُس کے آنے کی قسمیں نہ کچھ ذکر رفتارِ دلدار پوچھو جو تم گھر میں چپ پونہی بیٹھا کرے	تو یہ ہے کہ ظلمات کو سر کروں گا نہ جب تک کہ دل اپنا پتھر کروں گا نہ باور کیا ہے نہ باور کروں گا کہ برپا ابھی شورِ محشر کروں گا تو اب اس کا چرچا میں گھر گھر کروں گا
نہ آیا جو معروف وہ جو ہری کا تو اپنے کو میں آج جوہر کروں گا	
عجوبتِ زہر شرکاس تیرا ہی سیر کا نسا نہ کیونکہ میں کہ اہوں کھا کے اب تیرا نہ اُس کا سب کچا ہے کبھی تیری نظریں ہم نہیں ملتے ہیں غمخوارِ محنوں کا کوئی جزا تو لیلیٰ بھلا اے دل میں ادا ہوں تو پھروں کہنا ہے مجھے تلووں سے اپنے دیدہ مناک ملنے دے	کہ جس کے چہر گیا دل میں وہ سوکھا کا نسا کہ چپکا رہ نہیں سکتا لگے نسا کے گرا نسا وگر نہ چشمِ دابر کا ہی تیرے طرفہ تر کا نسا کہ جس نے نام کو چھوڑا نہ ہرگز دست پر کا نسا نہ پتھر کو نہ روڑا ہے نہ ہی کوئی اُدھر کا نسا نہ ڈھرکاں سے کم جھٹا ہے جو ہوتا ہے تر کا نسا
نصو ریا کا معروف کیا جائے گا کھوٹ چنا ہے ہم نے گردِ جہاں یک لیک کر کا نسا	
ہیں میرے قریب لطفِ حال اور کان کا پتا جی ہے یہ تجھے ایسے قد جیہ زمر د کا ہیں نحتِ جگر شرکانِ خون آلودہ تیرے نصو میں جو برکتا کہ اب تم رہا گریہ کیا ہو خاکِ ابد کو تو نچرپاں پہنے دے لکھوں گرو صفائے گلرو کا پتے پر تو سب جانیں	یہ سنبل ہے یہ ریکانِ ہویہ ہی ریکان کا پتا نہ اس خوبی کا دکھا نخل نے اس شان کا پتا دکھایا نخل بند عشق نے مرجان کا پتا ستم دیکھو ہوا ہے سندھ طوفان کا پتا کہ چشمِ زخم پر رکھتے ہیں ظالم پان کا پتا مطر گل فروشوں کی ہویہ دوکان کا پتا

گل مضمون ہر محسوسِ قوتوں کے ذریعے
جو دیکھے غم سے تو ہوش ہوا انسان کا پتا

مشتاق ہوں جراثیمِ تیر نگاہ کا
بنتا ہوں اس سے خال ہر ایک شک کا
نکلے جو فوجِ اشک علمِ لیکے آہ کا
خواہاں ہوں میں فلک کے بھی عز و جاہ کا
محل میں نہ وہیں شور اٹھا واہ واہ کا
نظروں میں اپنی قرب نہیں مہر واہ کا
پوچھو نہ کچھ سبب میرے فریاد واہ کا
معلوم ہی نہیں ہو جسے ڈھب نباہ کا

کیونکر نہ سدا رہوں میں اس کج کلاہ کا
ہو قرب کیوں نہ اس سے بختِ سیاہ کا
شاید لڑی ہو آگہ پھر اس خانہ جنگ سے
کافر ہوں مگر جہاں میں بغیر از مصالح کا
ناصر نے اس کو دیکھ کے کھینچی دل سے آہ کا
گل تکیے تیرے دیکھے ہیں جس نے اس کے
احوال اپنا کیا کہوں میں تم سے دوستو
دل آگیا ہو آہ کچھ اب ایسے شخص پر

معروف اس میں میں غزل ایسی اور لکھ
دل جس کو سن کے خوش ہو ہر ایک خیر خواہ کا

تب ہم سے دل ملا کہیں اس شک کا
ہوں محمود توں سے میں ایک کج کلاہ کا
ہنستا ہوں مجھ سے حرفِ ہنس کر نباہ کا
مارا ہوا ہوں جو تیری ترچھی نگاہ کا
یاں تک خیال ہو تیری زلفِ سیاہ کا
بس وہ ہی جانتا ہوں مراد کی چاہ کا
جوں کہہ رہا سے جائے لپٹ برگ کاہ کا
نقشہ کو دیکھ کر میرے حالِ تباہ کا
پھر دیکھنا نصیب ہو اس شک کاہ کا

جب ہم نے دل برا نہ کیا طور آہ کا
دشا راہی پھیر رکھوں کیوں نہ دوستو
رونا میں اتنا روؤں بھلا کس کے سامنے
چل دیکھ اس کی قبر میں یوں گہیا ہوں کج
ہر شب سیاہی آن کے ڈالے ہو خوابیں
پتیا رہا ہوں خونِ جگر جو کہ غنچہ ساں
یوں ناتواں اپنے تنِ روتے ہو وصل
روتے عبث ہو تم میرے بستر پہ ہمدوں
یہ ہی دعا کر دو میرے حق میں اب مجھے

تیری ہی بات مجھ سے یہ کہتے ہیں مرو قد جاویں نہ کس طرح میسے ہوش نہ حواس آہ	ہوتا نہیں ہی دل میں ثران کی آہ کا آنا بھی اُس نے چھوڑ دیا کاہ کاہ کا
میں شتِ عشق سے نہیں کچھ دلغے چلا معروف کیسے پاس یہ توشہ ہی راہ کا	
تھا دم گر یہ جو دھیان اُس گیس خمور کا دیکھ حال ضعف اپنی چشم کے رنجور کا بلے بشوقِ ذبح کیا کیا خوں بہا لے ہی جوش بس کہ ہم اُس کے غم دوری میں لے لیا حال سوز دلغہ دل میں کیا بناؤں بہرہ دل پہ ایک نشتر سا لگتا ہوا جنہش کے ساتھ روز و شب ہتی ہیں باتیں بزمِ خواہاں میں لے طالبِ ملی کی جس منزل میں ہو آرا مگاہ گل ہوئے پشمِ مع کے چاہو کہ پھر خون آدہ جنسِ دل دیکھا کیا وہ مجھ سے کچھ بولا کیا چشمِ عبرت ہو کر لے خاک میں سیر جہاں زلف اُس دستِ جنائی میں ہو بارب یا کہ ہی یوں بناں دل لیکے چشمِ ہم جنبِ یک گور کورا باطن کو ہو کیا بل صفا سے دوستی	جو گرا آنسو سودا نہ بن گیا انگور کا ہی عصا بھاری اُسی خرگانِ جسم مور کا نام جب لیتا ہو قاتل و شہنشاہِ طور کا سو بھنے سے رہ گیا اب نے المادور کا تم ہی ایک کھ دیکھو پھاہا مرہم کا فور کا نوکِ خرگاں ہی تیری یا پیش ہی زنبور کا چاہو گور کو فنا کیا ذکر اس مذکور کا طالبِ عقبے کو ہو واں مرتبہ مزدور کا ذکر کر دو بزم میں میرے دل محور کا حال کیا معلوم ہو منظورِ نا منظور کا جامِ جم سے کم نہیں کا سہ سیرِ فقور کا پنچہ خورشید میں دمن شبِ دیجو کا جوں لئے گھر کے قریب اگر مسافر دور کا ربطِ عینک سے نہ دیکھا دیدہ بے نور کا
پڑھ غزلِ معروف اب ایسی کہ سنتے ہی جے پاؤں سر سے جا گئے ہر نشا عرِ مغرور کا	
آئینہ میں لگے ہی پر تو رِخ پر نور کا	آپ موسیٰ بن گیا وہ کس شعلہ طور کا

بے خبر وہ لگ گیا میرے گلے سے اہ میں
لب تک نے کا کسے ہو قصد جبت ان جنس
سر جھکے پیش خدا کیونکر پیدا ہوتے ہی
رکھتے ہیں تاج جواہر سر پہ کیا بیفتیر
بل بے جذب ل کہ سینہ سے نہ نکلا اُس کا تیر
تن پہ بن جاتی ہو چادر چادر آتش ن کی
جلد بھرنے پر ہوا زخموں کے قائل تیر رو
ہوں میں شایق اگر جام شہادت لیکے اے
نفس بتلا نا کسی میں ہو خرابی قرب کی
زخم دل کا منہ میرے دیکھا جو ہن تلخ نے
چل گیا جو تیرہ سختی کا میرے کچھ ذکر رت
جو کوئی مرنے کا دل جلتا ہوا اپنا اُس اب
ظلم سے ظالم کے ظالم کو نہیں ہر گز گزند
یوں تو سائے شاعر کا ہوں میں دل سے خاک پا

یہ سراسر مجھ پہ ہو احساں شب بیکور کا
ضعف کہتا ہو کہ ہیں اتنا ارادہ دور کا
نام کا نوں میں اُٹھ اُٹھ اُس بُت مغرور کا
سنگ کو سر پہ اٹھا نا کام ہو مزدور کا
دانت گر چہ چل گئے منہ فر گیا زنبور کا
ہو تماشا حال اب سوزِ دل محوِ ر کا
آج ہی دیکھا ہو سر کہ زخم کے انگور کا
روئے قائل کے سوا دیکھوں نہ چہرہ حور کا
ورنہ آتا ہو نظر بے عیب نساں دور کا
بن گیا منہ اُس کا پچھا ہا مرہم کا فور کا
ہو گیا یک بارگی فوق منہ شب دیوچور کا
ہو بجا اُس کو لقب دینا چراغ گور کا
فیش اثر کرتا نہیں زنبور کو زنبور کا
خار پا ہوں لیک شخص سرکش مغرور کا

مر گئے پرست ہو معروف کو منہ سے برا
ساتھ نیکی کے کرو اب ذکر اُس مغرور کا

داغ ہی دیتا فلک مجھ کو جو دولت مانگتا
اُس فن سے کیوں میں پوسہ مہبت مانگتا
گر شہِ وحشت سے دیوانے کی خدمت مانگتا
یوسف ادا کاں ملاحظہ جن کے بانٹے ہوئے
صید کرتے ہی کیا صیاد نے جھٹ مجھ کو فزع

بجئے رسوائی کے نقابے جو ذہن مانگتا
ہو دل بیمار میرا سبب جنت مانگتا
پھر تو میں زنجیرِ فیل ایک قت خلوت مانگتا
دیکھتا تجھ کو تو پھر تیری سی صورت مانگتا
تھی کہاں فرصت کہ ایک نالے کی فرصت مانگتا

منفرت کیا لیکے ہیں وے خجالت مانگتا
 سو برس دھواں نہ پھر بارانِ حیات مانگتا
 گو بظاہر چپ ہو پر ہونیِ حقیقت مانگتا
 ہر قدم پر آہ سے کیوں ستھانت مانگتا
 اس لیے کوئی نہ دیکھا اس کی صورت مانگتا
 ان حسینوں کو دکھا کر حسنِ خدمت مانگتا
 مجھ سے قس ہر سلسلہ کی پھر اجازت مانگتا
 جھانکنے لگتے ابھی بغلیں جو قیمت مانگتا
 کنجِ مخفی اُس کو دیتا گردہ اجرت مانگتا

گر نہ بند ہوتا کبھی لا تقطعوا تقویٰ مجھے
 روتے روتے گر نہ مڑتا یہ گنہگارِ راس برس
 بے طلبی ہی شکستہ حال کی صورتِ ال
 ناتوانی گر نہ محتاج عصا کرتی مجھے
 چشمِ بیاریاں میں مردمِ آزاری جو ہو
 آئینہ گر میں بناتا جوں سکندر تو صلہ
 وہ ہوں میں سودائی زلفِ یار کا ہوتا جوج
 منع ہوا داں نہیں یوں دل گنواؤ تم میرا
 قاصد اُس پر وہ نشیں تک خط جو پہنچاتا مرا

گر خدا کہتا مجھے معروف ہے ہوا نام
 نام سے اس مانگنے کے بندہ نفرت مانگتا

ایک پل سرزنشِ خار نے سونے نہ دیا
 مجھ کو فرقت کی شبِ تار نے سونے نہ دیا
 عمر بھر یار کی رفتار نے سونے نہ دیا
 شبِ میری آہِ شہرِ بار نے سونے نہ دیا
 اپنے ساتھ اُس بُتِ عیار نے سونے نہ دیا
 تیرے آنے کی شبِ قرار نے سونے نہ دیا
 میری زنجیر کی جھنکار نے سونے نہ دیا
 مجھ کو یادِ تیرے دلدار نے سونے نہ دیا
 اُس کے دربانِ جفا کا رنے سونے نہ دیا
 نہ دیا شوخِ ستمکار نے سونے نہ دیا

شبِ خیالِ مژدہ یار نے سونے نہ دیا
 زخمِ دل پر میرے تاروں سے نکلا پشی کی
 کبک تصویر کی بھی آنکھ رہی باز سدا
 آبِ پاشی کی رہے فکر میں ہما یہ تمام
 وصل کی رات رکھا مشغلہِ شعر و سخن
 چشمِ دیدِ اطلبِ باز ہو جوں حلقہ در
 بلِ بے وحشت کہ تیرے خاک بھی جنوں کو سدا
 جھوٹ کہتے ہیں کہ سولی پہیٰ نیند آتی ہو
 اُس نے گھر سے جو نکالا تو مجھے در پر بھی
 جب لگی آنکھ دیا خواب میں تب آگے جگا

دن کو وہ پائے خانی جو نظر آئے تھے	رات بھر دیکھ غو بنارنے سونے ندیا
یار کی شوخی رفتار نے سونے نہ دیا	میں تو میں فتنہ دُوراً کو بھی معروف کبھی
چاہیے یاں اپنے جی کا مارنا تھام رکھتی ہوتیری اُمید مصل آجگنا خفنگنا خاک کو مدتوں سے تشنہ دیدار میں یاد آتا ہے وہ عالم جن دونوں ڈالنی پھلے تو گردن میں کند	چاہنا ہی اور پستا مارنا ورنہ کیا مشکل ہی اپنا مارنا کس سے تم سیکھے ہو چھا پانا کب تلک ہم کو پایسا مارنا تھا اُسے منظور میرا مارنا اور پھر اُس کا وہ جھٹکا مارنا
قتل ہو معروف کا کیونکر روا	جب بُرا ہو چوٹی کا مارنا
گر گئی جانِ حزیں تن سے سفر اچھا ہوا قتل پر کس کے خدا جانے کمر وہ باندھنا امتحان کا بابا ہوس کو ڈرا ہی ہم شائق ہیں دن کا بھولا شام کو آئے تو وہ بھولا ہیں ایک نگہ میں چشمِ مستِ ساقیِ مخمور نے تو تو تھا ہی میں بھی سرگرم فنا ہوں آجکل چشمِ دول سروا کے بھی ہو گئے میرے قیب اضطرابِ ل سے یاد لبِ جانِ سخن یار نکمرہ جی ہٹ گیا دل جو اس ہرجائی دیکھتا ہے تو تو ہدم جو اب نقشہ مہیرا	بھی امانت جس کی پہنچی اُس کے گھرا چھا ہوا گر نہ دی اللہ نے اُس کو کرا چھا ہوا تین قاتل نے رکھی گرساں پرا چھا ہوا زلف میں اس رخِ سُل آیا اگر اچھا ہوا کر دیا دونوں جہاں سے بے خبر اچھا ہوا ساتھ میرا اور تیرا اس شرر اچھا ہوا آئینہ رہنے لگا پیشِ نظر اچھا ہوا جاں بلب تھا جلد تو نے لی خبر اچھا ہوا ہوتے پھرتے وہ نہ رسوا در بدر اچھا ہوا یار نے میری نہ پوچھی گر خبر اچھا ہوا

دیکھ کر کڑھتا نہ آیا میرے گھرا چھا ہوا	غیر روتے ہیں میری حالت پہ وہ تو یار تھا
اور پڑھتا ہوں غزلِ یوں اے معروف	امتحان پر میرے باندھی ہو کر اچھا ہوا
یہ کبھی اچھا نہ ہوتا غم بھرا چھا ہوا زلف جو رخ ہو گئی اُس کے گھرا چھا ہوا غم نہ کر مرنے کا میرے نو حکمرا چھا ہوا روز و شب ونے کا اپنے پہ اثر اچھا ہوا جب رکھا سُرُس پہ ہم نے فردوسِ چھا ہوا مٹ گیا روزِ غم بھراں کا ڈرا چھا ہوا تم نے جانے کی سنادی پیشتر اچھا ہوا ہنسکے بولا ابکے باری مینہ اِدھر چھا ہوا خیر گزری ہو گئی جلدی سحر اچھا ہوا یہ تو اس سے کام اے بیدا و گمرا چھا ہوا ل گیا گر خاک میں ظالم کا گھرا چھا ہوا تو بھی بیدا بکئی بیدا و گمرا چھا ہوا مر گیا گھل گھل کے آخر وہ نہ پرا چھا ہوا	مر گیا تیرا مرین غم اگر اچھا ہوا ہم کو بھی نیند آ رہی تھی شام کی تھکے یار بن جیتا نہ تھا مرنا تھا مرکزِ جی گیا روز و شب ونے لگا ہوا غم میں غیر کے نقشِ پائے یار کا کیا پُراثر تو بند ہے وصل ہی کی شب ہوئے صد شکرِ شادی مرگم دیکھ لینا آگے آگے تم ہو پیچھے پیچھے ہم اُس کے کوچے میں ہم کل جائے ونے خوب سا رات تجھ بن دل میں لے ڈھبے کچھ ٹھانے تھی ات کام پورا کر دیا میرا تیری تلوار سنے سُرمہ آگئیں چشمِ قاتل دیکھ کر ہم خوش ہوئے کی ملامت سب سے اُس کو یہ جو میرے قتل پر دی مرین غم کی اُس کے جس نے پاس کو بفر
چیتے ہیں اپنا سرِ محروفت اہل روزگار	کھول بیٹھے پہلے ہی سے ہم کمر اچھا ہوا
وہ بات یہ ہو مجھ کو ذرا دھیان میں رکھنا اپنی ہی محبتِ دلِ انسان میں رکھنا عشاق کا دل حالِ پریشانی میں رکھنا	ایک بات میں ممتا ہوں اُسے کان میں رکھنا تو عشقِ مہتاباں دیجو کسی کو نہ الہی اس سلسلہ زلفِ پریشاں کا ہوں عاشق

تو میرے نفس کو نہ گلستان میں رکھنا کہتے گئے درباں سے اسے وحیان میں رکھنا اندر اسی گھر کے مجھے والاں میں رکھنا زنا رہو ایک تار گر بیان میں رکھنا مشکل ہو قدم عشق کے میلن میں رکھنا یا طاق میں یا پردہ ایوان میں رکھنا عنوان محبت سے قلمدان میں رکھنا	میں حسرت پر داز سے مرجاؤں کا عیناد وہ جانے لگے گھر میں تو ہیں نہ پہ گھر اٹھا یا روجو مروں یاد میں اس پر نشیں کی یہ مذہب عشاق وہ اوجس میں کہنا صحیح رستم ہی کوئی کیوں نہ ہوتا سر سے بگرنے کیوں جی سیم کیا ہی میرا خط یوں ملفوف اور غیر کا مکتوب جو آجائے تو پڑھ کر
جو شعر کہ پروردہ نہ ہو ذوق نہ بخشنے معروف نہ اس شعر کو دیوان میں رکھنا	
نقصان کسی میں مطلق کامل نہیں سمجھتا مشکل نہ اپنی ہرگز مشکل نہیں سمجھتا لیکن کسی سے ہرگز قاتل نہیں سمجھتا میں تو اسے کچھ ایسی منزل نہیں سمجھتا عارض کے تیرے تل کو میں تل نہیں سمجھتا بسمل کو تیغ کے میں بسمل نہیں سمجھتا پرہیز اس طرح کا جاہل نہیں سمجھتا ہو یا نہ ہو پیار سے سائل نہیں سمجھتا پردل نہیں سمجھتا پردل نہیں سمجھتا	ہم سید دید اس کی غافل نہیں سمجھتا مشکل کشا ہوں کا مشکل کشا علی شاہ سبقت قتل میرے سمجھا ہے میں اس کو مثل شرر عدم میں پہونچو نگا ایک دم میں یکس مرد کا ہر شاید صفا کے باعث بسمل ہوا ہوں جب اس خنجر نگہ کا سنا بار کہہ چکا ہوں نا صبح مجھے نہ سمجھا بوسہ دہن کا تیرے مانگا تو مت غما ہو کچھ حد نہیں رہی ہو جو روحاکی اس کے
پردہ دوئی کا جب معروف اٹھا دیا میں در کوئی پردہ حال نہیں سمجھتا	
تیغ انداز سے بچنے ہوئے باہر آیا	جب سنا اس نے نہ مجھ کو کہ وہ در پر آیا

چونک پڑتا تھا کہ اب کے تو مقرر آیا
عوض دل ہو تیرے سینے میں پتھر آیا
کہ نہ قاصدا ہی پھرا اور نہ کبوتر آیا
نامہ بر آج پیام اُس کا جو لیکر آیا
خونچکاں تیغ لیے جب وہ شکر آیا
میری قسمت سے تیرے حق میں پتھر آیا
کہ نہ اندر ہی گئے ہم نہ وہ باہر آیا
یاں وہ آیا بھی تو اغیار کو لیکر آیا
مردہ اور مرگ کہ وہ شوخ شکر آیا
لائے ڈولی میں مجھے ڈال کے تب گھر آیا
لے مبارک ہو کہ مجنوں تیرا زور آیا
جبکہ عورث بیوانیزہ کے اوپر آیا
جو گیا گھر سے میری طرح وہ ٹسکرا آیا
نہیں آئے کامیر سے گھر وہ ستمگرا آیا

تھا شب وعدہ یہ احوال کہ ہر کھٹکے پر
دیکھنے میں نہیں آیا کوئی تجھسابے درد
کیوں نہ ہوتیں درو دیار کی جانب آنکھیں
دل میں مانی ہو کہ دو نگاہیں پیمبر کی نیاز
رونگے اپنے کھڑے ہو گئے تعظیم کو سب
دل کے بٹنے کا ہوا وقت جو روزِ آباد
جا کے داں کیا ہمیں دولت ہوئی اندر باہر
بس کہ تھا لطف کے پڑے میں بھی ظورِ ستم
حسرت اور عمر کہ اب تجھ سے جدائی ٹھہری
دیکھ اُس پردہ نشیں کو ہوئی طاری عیشی
طوق و زنجیر جب آیا تو یہ لیلیٰ بولی
حشر میں بھی نہ گیا اُس رخ و قامت خیال
جب سے بیٹھا ہو سرِ رہ وہ بیتِ تلک
کیوں کروں جذبہ الفت کو اشارہ دل

غیر مہنت کے دن آیا جو سفر سے معروف

میں نے جانا کہ بس اب مجھ پہ سنبھرا آیا

پر سن کے ہو گئے سن کانوں کا یار کچا
بولے ہو کب انا سخن بالائے دار کچا
ہو جائے جبکہ گاہک انجام کار کچا
جھڑتا ہو جن شجر سے آندھی میں بار کچا
کہہ کو نسا سوا ہو دونوں میں یار کچا

دل کا تو پاچھے تھے ہم لاکھ بار کچا
تو بات کا ہی پتا منصور حق تو یوں ہو
سو دا ملع دل کا کیا زلف سے ہو سرکش
ٹپکے ہو ہیں مزہ سے آہوں کے ساتھ آسنو
تارِ نفس ہو ای دل یارِ مشہدِ محبت

یہ بات جبکہ پوچھی دل نے کہا کہ یوں ہر ایک اپنی جا ہے اور میرے یار کچا

پھر خوش فکر و دُرُا معروف میں پر
گرنے کا ڈر اُسے ہی جو ہو سوار کچا

وہ جانے کیوں نہ ہو یہ تن کا حصار کچا
مضمونِ عہد نامہ تو لکھ دے مجھ کو پختہ
سہو و خطا سے انساں کیونکر بھرانہ ہوتے
چھاتی سے میری لگ جا میں نے کہا تو بولا
رنگ آج ہو سنہرا تیرا کچھ اس دما پر
روزِ حساب دیکھیں کیا ہو گا اپنا لکھا
بعد از فنا بھی تا ہو معلوم خاکساری
صنعت گری تو دیکھو صنعت گرازل کی
کچے گھرے بھریں ہم پانی اگر بناے

ہوتا نہیں ہی ہرگز گھر پا ندا ر کچا
کیا ڈر ہی خط ہو تیرا اگر ای نگا ر کچا
شیر اس نے تو پیہر پروردگار کچا
انگور ابھی ہو تیرا ای دل و کار کچا
کیمشت جس پہ کیجے سونا نثار کچا
سبجے کا جبکہ کاغذ وہ پختہ کار کچا
پختہ نہ کیجو رکھنا میرا مزار کچا
کس منہ سے کہیے اس کو ہر دست کار کچا
یوں بولتا کھلونا کوئی کھار کچا

ظاہر اور چاکل سے دل تجھ پہ آگیا ہو
معروف شوق نہ دیکھا ہرگز انا ر کچا

دل گرم جوشیوں سے تیری سرو ہو گیا
اس مرتبہ کو پہونچی ہو میری فتادگی
مجنوں نے جان دی تو سہی پر سکا سکا
کون اُس کے پاس جا کے میرا دل کہے
باقی اگر نہیں ہو تیری جستجو ہنوز

بوسہ کا نام سننے ہی منہ زرد ہو گیا
نقشِ قدم بھی آگے میرے گرد ہو گیا
فراہ عاشقوں میں بڑا مرد ہو گیا
جو واں گیا سو مرا ہی ہمدرد ہو گیا
پھر کیوں میرا غبار جہاں گرد ہو گیا

پوچھا جو سوئے عشق کا معروف سے بیان
ایسا آہ سرو کھینچتے ہی سرو ہو گیا

عشق کی ذات نہیں جس پہ دل آیا آیا نامحو یہ نہ کہو چاہ نہ کرتے تھے یہاں دیکھ ہر گل کو جو آیا چین دہریں تو ابر کے ساتھ اٹھا کرتی ہوا ندھی ساقی خیر دیکھا تیرے پوسف کو زلیخا لے جا	عیب کی بات نہیں جس پہ دل آیا آیا دل میرے بات نہیں جس پہ دل آیا آیا کچھ اوقات نہیں جس پہ دل آیا آیا کیوں کرامات نہیں جس پہ دل آیا آیا اب یہ کچھ بات نہیں جس پہ دل آیا آیا
با وفا ہو کہ شکر تجھے کچھ بھی معروف سوچ ہیہا بات نہیں جس پہ دل آیا آیا	
مریض غم کو مست بھلا نہ بیٹھا ہو نہ بیٹھے گا سکساروں کا بالائے رتہ الہ تمکین سے غبارِ عاشق سرگفتہ کب سے ہو گروں سے نہ سے چرخ اس دل میں تاج تو آتش غم سے بنانِ سیم تن طالب ہیں رکے دستوں پر طلبِ نیکی دُنیا دار کو کب بیٹھنے سے ہو دل اُس کا سنگ خارہ ہو نہ جب تک مہم یار عبثِ مجنوں کے اور زنجیر ہوا پونٹی ہو ہا سے سامنے مت غیر کو بھلا کو پہلو میں ہوا طفلِ اشک ابتر جو دیکھے ہو سو کہتا ہو کوئی اس گنبد گردوں میںنا فام میں یارو	کبھی بھلا سے سے مردانہ بیٹھا ہو نہ بیٹھے گا کفِ دریا تہہ دریا نہ بیٹھا ہو نہ بیٹھے گا زیں پر گرو باد آسانہ بیٹھا ہو نہ بیٹھے گا کہ چاندی کی طرح پارانہ بیٹھا ہو نہ بیٹھے گا کسی کا زور سے سک نہ بیٹھا ہو نہ بیٹھے گا نہ ہو جب تک کہ استغنا نہ بیٹھا ہو نہ بیٹھے گا تو نقشِ دعا اپنا نہ بیٹھا ہو نہ بیٹھے گا کہ یہ دیوانہ صحرانہ بیٹھا ہو نہ بیٹھے گا جو اٹھے گا تو پھر فتنہ نہ بیٹھا ہو نہ بیٹھے گا کبھی کتب میں یہ لڑکانہ بیٹھا ہو نہ بیٹھے گا کبھی آرام سے بچانہ بیٹھا ہو نہ بیٹھے گا
ملے معروف نام اور یار ہر جانی کاٹھنے وہ گھر میں جن میں بیٹھا نہ بیٹھا ہو نہ بیٹھے گا	
عشق کا سا کبھی آزار نہ دیکھا دُشنا	اس کا جیتا کوئی بیمار نہ دیکھا دُشنا

کاکہ ہم نے دم رفتار نہ دیکھا نہ سنا
 تجھ سامی نوش بھی ہشیار نہ دیکھا نہ سنا
 چشم اور گوش سے اور پار نہ دیکھا نہ سنا
 رکھ دیا آگ پہ کیا رہ نہ دیکھا نہ سنا
 ایسا بے رحم ستمگار نہ دیکھا نہ سنا
 ہم نے جوں صورت دیوار نہ دیکھا نہ سنا
 کبھی گویا لبِ سو فار نہ دیکھا نہ سنا
 عاشقوں کو کبھی بیکار نہ دیکھا نہ سنا
 مجھ سے یاں تک ہو اُسے عار نہ دیکھا نہ سنا
 بے وفا تجھسا وفادار نہ دیکھا نہ سنا
 باہم ایسا کہیں بیویار نہ دیکھا نہ سنا
 اس طرح کا تو طرحدار نہ دیکھا نہ سنا
 اشک سا گوہر شہوار نہ دیکھا نہ سنا

عشق کی راہ میں نقشِ قدم و سوزِ خروش
 جامِ چشمِ سوئے قلقلِ مینا ہو کان
 نرگسِ گل نے بھی اس باغِ جہاں میں تجھسا
 سوزِ دل خط میں جو لکھا تھا اُسے لیکر خط
 ہو اُسے چشمِ تر و نالہ عشاق سے ربط
 بل بے حیرت کہ ہیں اُس نے پکارا در پر
 ہم نشینی سے تیرے تیر کی کیا شاد ہو دل
 چشمِ وارہتی ہیں ورگوشِ برآوازِ قدم
 آئینہ دے کے اُسے ذکرِ جو یوسف کا کیا
 مرتے دمِ مجھ کو نہ دیکھا نہ وصیت ہی سنی
 جب دعا دیکھ کے دی اُس کو سنی تباہی
 چشمِ و گوشِ سُنِ سخنِ و لبِ ہیں طرِ حصاروں کے
 صد آنکھوں کی قسم کھائے ہو رکھ کان پہ ہاتھ

یہ غزل جس سنی دیکھ تو اللہ معروف

کہیں اس میں نہیں بیکار نہ دیکھا نہ سنا

ہم نے کی جب آہِ کلی جان تن سے دفعتاً
 توڑ مت یں کو دل اُس سپاں شکن سے دفعتاً
 پھر گئے نظروں تلے مجھے ہرن سے دفعتاً
 زندگی کیا چھٹ گئے رنج و محن سے دفعتاً
 کیا سپند آتش پہ اچھلا اس جلن سے دفعتاً
 مگر تے ہی جلتے تھے پر بوند چھن سے دفعتاً

بیٹھے ہی وہ جو اٹھا انجمن سے دفعتاً
 جوڑ لے پہلے بہت سی اُس کی توبہ عہدیاں
 چشمِ وحشی و ش کا اُس کی کیا تصور آئندھا
 حشرِ نک و مرگ تو چھپتی رہی مئے ہی ہم
 دیکھتے ہی خال اُس کے روئے آفتناک
 دغ سینہ پر ہو خالِ اشک لیں جوں جذب ہو

شب گیلیں نکھیں جھپک پُنتِ ق و ش کو دیکھ کر اپنے کشتہ کے جنازہ پر وہ آکر قلم کہے سہم کہ پرواز بھولے اپنی مرغانِ ہوا ای عجز وہ ہم نہ کہتے تھے نہ لے خون اپنے سر ق مرگیا دیکھا نہ آخر سر میں تیشہ مار کر	آگیا پردہ سے باہر اس بچپن سے دفعتاً بے شک ٹھٹھٹھے غل کروہ کفن سے دفعتاً پاس سے گذرا جو تیرا تیر سن سے دفعتاً مرگئی شیریں نہ کہنا کو کہن سے دفعتاً کو کہن سننے ہی یہ تیرے دہن سے دفعتاً
---	--

دیر تک معروف اس میں تاجگر کا بیٹی ہو
شعربا تاجیوں اہل سخن سے دفعتاً

کرنا نہیں کسی سے جو کوئی بشر وفا اُس یار بے وفائی نے نہ کی تجھ سے گروفا ہم تک ہی قدر اتنی ہو جب ہم نہ ہونگے مہمان مدام خانہ دل میں ہیں رد و غم کیسا ہی سبزہ رنگ جفا کار ہو کوئی بہتی ہو زردی رخ عاشق تمام عمر ایک عمر دیکھتے پھیسے سارے جہان ہیں فرق بھی عاشقوں کا کوئی کیا عجیب ہو کرنے سے میں جفا کے تھکا دوں گایا رکو پہونچا ہو وعدہ آکے میرا دیکھ جاشتاب	عنا جہاں سے ہو گئی یارب گروفا غم نے تو کی پر اُس کی دلا عمر بھروفا دیکھو گے پھر پھرے گی یو ہیں رہدروفا یارب کہاں تلک کرے خونِ جگر وفا گر عمر خضر کی ہو کروں عمر بھروفا سننے تھے ہم سدا نہیں کرتا ہو زروفا لیکن کہیں نہ پانی نہ آئی نظر وفا اہل جفا سے کرتے ہیں یہ پیشتر وفا کرتی ہو عمر اور کوئی روز گروفا وعدے کو اپنے عہد شکن تو بھی کروفا
---	---

مرنے کی میرے سن کے بولا جفا شعار
معروف کیا موا کہ گئی آج مروفا

ہاتھ گر ٹٹنے تھے تجھ کو یہی کیا تھی میں نہ تھا کرویا تھا اُس کے حُسن حیرت افزا نے یہ رنگ	عشق میں میرے جگر خون ایک سنا تھی میں نہ تھا بزم میں تصویر گویا میری جاتھی میں نہ تھا
---	---

بوسہ نرغ پر تیرے زلف و تانہی میں تھا
عرض کی میں نے کہ آواز نہ مٹتی میں نہ تھا
کہتے ہیں میں شخص کی قاتل قصا تھی میں تھا
خاک بر سر ترے کچے میں صبا تھی میں تھا
غیر نے تم کو پانی جب نہ دیا تھی میں نہ تھا
گنبد گردوں کی جب الی بنا تھی میں نہ تھا
اُن سے میں بگڑا صدا سے آشنا تھی میں تھا
دلے قسمت جبکہ دنیا میں فنا تھی میں نہ تھا
ہستی موہوم نے باز ہی ہوا تھی میں نہ تھا
جب ٹولا مجھ کو بستر پر فنا تھی میں نہ تھا

ہو کے بے رخ مٹ بچھکے شے تھے تھے
جل کے منزل پر جو چھپا اُس نے کیوں لال ہو تو
قتل کر کے مجھ کو قاتل کیا موحد بن گئے
ہر کدورت مجھے دل میں کن عبت ظالم کہ صبح
پہنیں معلوم کیا تھا اُس میں کچھیں میں لال
خیر جو کرتا سو کرتا اس کے حق میں کیا کروں
جب کیا فریاد شب کا شکوہ ہمایا میں نے صبح
اب جفا پیشہ ہوئے خواب تو میں پیدا ہوا
دم نکلنے سے پہلے وہا ہوا مثل حباب
نا توانی اس کو کہتے ہیں کہ آکر یار نے

وہ صدمہ جب میر سے نکلا تو اسی معروف کا
حاضر اُس جا اور سب خلق خدا تھی میں تھا

ہو ایہ حال پھر اُس کا کہ وہ جہاں سے پھرا
کہ جو یہاں سے گیا پھر نہ وہ دیاں سے پھرا
گیا نہ اُس پہ بھی تل تیرے ناتواں سے پھرا
قرار کر کے جو بوسہ کا وہ زباں سے پھرا
خدا کی پھر گئی مجھ سے نہ یہ بتاں سے پھرا
دلانہ منہ صفت مرگان دل ستاں سے پھرا
ناب ملک کوئی یارانِ فغاں سے پھرا
لگا ہو جا کے کنا سے پہ در میاں سے پھرا
تو اٹھے پاؤں میں آواز پاساں سے پھرا

جو کوئی اُس بُت کافر کے آستاں سے پھرا
عجب ہو ملک عدم کی بھی جا کوئی دلچسپ
لگے پھرنے جو بفلوں میں ہاتھ اُسے دے کر
نصیب ہو گئے برگشتہ بات کہنے میں
دیا ہو مجھ کو خدا نے بھی کیا دل کافر
جو مرد ہو تو دم رزم مت سپاہ سے ڈر
بسانِ نقش قدم لگے ہی ہر آنکھ اُدھر
دل اپنا بحرِ محبت میں آشنا ہو کر
شب س گلی میں جو آہٹ پہ میری کھٹکا

ہیں تو کہہ دو کوئی اُس عدسے جاں پھرا	جو وہ گیا تو میری جان بھی گئی سمجھو
ہوا اے یار میں اپنا غبار بھی معروف اٹھا جو بن کے بگولا تو آسماں سے پھرا	
کیا تعجب ہو جو سنگس آستان کا گھس گیا واں سے جو نکلا قبا کا اُس کی ہونڈھا گھس گیا یاں تلک اپنے یہ کام آیا کہ سارا گھس گیا اور کیا لکھوں یاد وہ فقط قلم کا گھس گیا محضروں پر اپنے کیس مہر کی سکا گھس گیا کیا کروں گر سنگس سے کا مصلے گھس گیا کس کو دکھلاویں کہ ہر ناخن ہاگھس گیا یا لگی ہو کل لکڑ یا کوئی پُر زار گھس گیا لے لیا بوسہ تو اس میں کیا تھا رگھس گیا	سجدہ کرتے کرتے اک عالم کا ماتھا گھس گیا کثرتِ عشاق ہواں تک سے کوچ پیل ج جامہ عربانی اپنا کیا مبارک تھا لب اس جبہ سائی کی تمنا جو کہ تیرے در کی تھی ایں شکر بیاں تلک تو نے کیے عشاق قتل نقش ہوا ب تاک ہی فرعون تھے سے میرے رات کو بیاں تک ہی سینہ خراشی یار بن کچھ تو باعث ہو نہیں چلنا طہنجہ اُس کا آج اس قدر کیوں منہ بناتے ہو گیڑ کر ہم سے تم
گو نہ جھاڑا در سر سرکار کا معروف پر بچا را چوب صندل کا تو لکڑا گھس گیا	
کہے سے جس کے کیا نامہ بر کا منہ کالا لکاؤ آگ اسے اس ہنر کا منہ کالا کرو تو کوئی لیکر قمر کا منہ کالا ہم اُس کے منہ سے غل ہیں سپر کا منہ کالا ہوا ہو چرخ کا آدھا ادھر کا منہ کالا تو کہہ کے پھینک دیا اُس ثمر کا منہ کالا شب وصال میں کرے سحر کا منہ کالا	تجھے تو کیا کہوں پر اُس بٹہر کا منہ کالا ہمیشہ ہوتا ہو باروت گر کا منہ کالا بغل سے یار نہ اٹھتا اگر نہ ہنستا یہ جب اُس نے وار کیا آگئی سپر منہ پر بمچھ نہ روز شب اس کو کہ ظلم کے باعث کیا جو کھاتے تھے جا من اُس نے آئینہ کہاں گئی ہو تو آج ای میری سیہ سختی

لکائی ماتھے پہ انیوں جو دردِ سر کے لئے تربیبِ شب کو جو پھر تیرے در پہ سوئے گا	تورک کے بولے کہ اس رُوسر کا منہ کالا کہوں گا سوتے میں ہیں اُس بَشْر کا منہ کالا
سیاہ کاری معروف نے سیاہ دروں جو ہو سیاہ دروں اُس بَشْر کا منہ کالا	
عناصر میں تو کم پانی تھا گل آدم کے کام آیا عجائب ہو کوئی یہ جامہ عربانی اپنا بھی ٹھہرنا آگئے اُس فرجِ مرہ کے کام پہل بھلا اللہ زبے قسمت نہ ہے طالع نہ ہے دولت ترا دم بھرتے بھگتے مر گیا ایشو خ عیسے دم بر آمد جب ہوا خورشید اور آیا سحر گل چیں کبھی عالم میں ظالم سے نہ رکھ امید احت کی رہا بیکار ہاتھ اپنا نہ کاروبارِ الفت میں میرا رونا تو میرے بھی دم کام آیا یہ رونا کہ	بہت سا عاشقوں کے دیدہ پریم کے کام آیا کہ ساری عمر یہ ہی ایک ہر موسم کے کام آیا دل بیجاں ہمارا کر کے یہ رستم کے کام آیا بساطِ اپنی میں ایک ل تھا سوتے غم کے کام آیا نہ یک دم حیف تو اس عاشقِ بیدم کے کام آیا شبنم گل کے کام آئی تو گلِ شبنم کے کام آیا کہ تیغ و تیر کا زنگار کب مریم کے کام آیا چھٹا جامہ درسی سے جب پھر ماتم کے کام آیا وگر نہ ابر کا رونا تو ایک عالم کے کام آیا
ہے ہوا شِ معروف کی ایک غلِ حسرت کے یہی ہی ہاتھ سے کس ظالمِ اظلم کے کام آیا	
دلر باتا نظر نہیں آتا سرو کی طرح نخلِ آہ میرا روٹھ کر اُس سے سخت کھٹائے ہو یہی شرم تو وہ آئینہ ہو ہو دل سے بے بس کے سینے لکڑی کے ہزار ڈھونڈ لگ	چین آتا نظر نہیں آتا بار لاتا نظر نہیں آتا اب مناتا نظر نہیں آتا منہ دکھاتا نظر نہیں آتا دم ساتا نظر نہیں آتا دیکھ پاتا نظر نہیں آتا

مت بچھا دم زلف اب کوئی ایک طاقت ہو اس میں کیسے دم ہو انگوٹوں میں اور بھی اس کو	دل پھنسا تا نظر نہیں آتا آتا جاتا نظر نہیں آتا کوئی لاتا نظر نہیں آتا
درود دل کچھ نہ کہہ کہ وہ معروف رحم کھاتا نظر نہیں آتا	
غیر برآگے میرے لطف و کرم تم نے کیا غیر کے مرنے سے ہاں تھی تو خوشی ل میں نے دیدہ و دل میرا غم کھا کے یہ کہتے ہیں ہم یہ بھی قسمت کا لکھا میری کہ خطایکے مرا اب بھلا لائے کہاں سے کوئی سامان نشا ان دنوں اس سے زیادہ ہو میرے دل قتل یہ کھلا اس سے کہ پروا ہی نہیں میری تھیں	کیا غضب آہ کیا مجھ پہ ستم تم نے کیا اس کا غم ہم کو ہوا اس کا جو غم تم نے کیا اس بشر کے جو کیا حق میں سو ہم تم نے کیا سر کو قاصد کے خواہو کے قلم تم نے کیا ایک دل تھا سو اسے وقف الم تم نے کیا غیر کے کہنے سے ملنے کو جو کم تم نے کیا یا غنی خط کے سرے پر جو رقم تم نے کیا
وہ جو معروف کیا وارہ سا پھر تھا یہاں آج قتل اس کو کیا تم نے ستم تم نے کیا	
ردیف	
نہ کہو ورنہ ہوئے وصف پہ اغیار کے لب حرف مطلب کوئی کیا خاکِ نایاں پر لائے دل عشاق کے یک دست نہ کیوں ہیں پیر نے رشتا سے جو ٹھہر چبا یا کیسے سب بزم میں ہم کس طرح وصف میں ان کے کوئی مضمون مانے	بنا ہوتے ہیں مرنے سے مے اشعار کے لب روز سلوائے ہو سنوں سے وہ دو جا کے لب کا بر مقراض ہدا کرتے ہیں سرکار کے لب لسا غر سے ہم دیکھ کے اغیار کے لب رگ گلبرگ سے نازک ہیں میرا لے کے لب

کھلے رہ جائیں گے اس تیرے طلبگار لب	بوسہ کرتے دم واپس لب کا نہ دیا
وسعتِ وصلہ شوقِ غضبِ معروف ترسمند رہے نہ ہوں تشنہ ویدار کے لب	
شمع جوں پاؤں تلک ہوئی ہو سے غائب یہ کہ رہتی ہو پری چشمِ بشر سے غائب ہو گیا راہ میں قاصد کی کمر سے غائب کیا ہو قیمت ہوئی جب گہ سے غائب ہو گیا دل چاہی میرے ہر سے غائب شام تک روز جو رہتا ہو سحر سے غائب یار گھر میں ہو تیرے جان نہ گھسے غائب میں تو دیکھوں ہوں پر اس کی نظر سے غائب	کون یوں راہِ فانیں ہو نظر سے غائب نہ ہے کیوں وہ پری زانو نظر سے غائب خط میں مضمون کمر کا لے لکھا تھا سو وہ آہر و جائے تو پھر قدر ہو کیا انساں کی مفت بر کونسا بیٹھا تھا میرے پہلو میں پرخ بتا مجھ کو کہاں جاتا ہو اور شکِ قمر روح کب جسم میں آتی ہو نظر ای قاتل سرمایا کوئی آنکھوں میں لگانے معروف

رولف پ

ہیں دیکھ کر منہ چھپاتے ہیں آپ مجھے یاں سے پھر کیوں اٹھاتے ہیں آپ سنو گالیاں اب سناتے ہیں آپ ہنہین چین دیتے مٹاتے ہیں آپ اودھر دیکھ کر مسکراتے ہیں آپ کٹا تباہی کہہ دے کہتے ہیں آپ ہمیں پر جھاڑ مٹاتے ہیں آپ بہ شدت مجھے یاد آتے ہیں آپ	یہ اوروں سے آنکھیں لٹاتے ہیں آپ گنہ جرم و تقصیر و موجبِ سبب کبھی ایک جھڑکی نہ دی تھی یوں اگر روٹھ جاؤں تو مشکل ہو یہ مجھے دیکھ روتا غضب ہو نہ یہ میری بے خودی دیکھ ادا مہر وفا غیب کی آزماتے نہیں بتایا کروں آہ معروف اب
---	---

سربراہوں اس کے میں تیرے سب غبار چپ
 کر نہ تو عرض تمنا کی لب اظہار چپ
 اس قد نالہ نہ کراؤ غنیمت ار چپ
 تیری چشم سرمہ سا کیوں نہ ہو بیا چپ
 پر ہوتے رہو برواؤ غیرت گلزار چپ
 کیا ہوا دل تجھے کیوں لگ گئی کیا چپ
 دیکھ کر میں بھی ہوا جو نقش بردوار چپ
 ایک دیکھتے ہیں حیراں میں ٹٹے دوا چپ

حالت غش میں ج شیب ہو تیرا بیا چپ
 طاقت گفتار کو کس کو اب اس کے دبر
 تیری چاہتے صبا نے بھر دیے ہیں گلے کان
 وجہ خاموشی کی اپنی ہونیں سکتی بیاں
 منہ میں گور کھتا ہے اپنے غنچہ گل سوزباں
 کس لیے تو نالہ واقفاں نہیں کہتا ہوا آج
 قابل نظارہ ہو محفل میں وہ آئینہ رو
 عالم تصور کا سا ہر طرف عالم دوا ب

کیا سنا چاہے ہو معروف اس لمحہ سے اور کچھ
 ہر گھڑی کرتا ہو تو بوسہ یہ کیوں کر ار چپ

ہوا ہو باٹھ میں میرے یاستیں کا سانپ
 ختن کی بنی ہو دل پیس زمین کا سانپ
 یہ بند جامہ تن زیب نازیں کا سانپ
 کیا ہو بند یہ ڈبیا میں یاسیں کا سانپ
 نکالوں کہ تو ابھی آہ آتشیں کا سانپ
 پھرے ہو دل میں میرے جعد عنبریں کا سانپ

کھلا رہا ہو تیرے زلف عنبریں کا سانپ
 خطا ہو چھوٹے ہو گر زلف عنبریں کا سانپ
 ڈروں نہ کیونکہ یہ کاٹے ہوئے ہیں ہاتھ کہہ
 نہیں ہو موج سر شکل اپنی چشم میں ہر دم
 ہوا ہوں عشق میں دل شعلہ غویرے جو گی
 یہ کیا سبب ہو کہ تلو ہوں شب پنگت میں

سنا یہ کرتے تھے لوگوں سے ہم مثل معروف
 کہ چار پائی پہ چڑھتا نہیں نہیں کا سانپ

رہلیات

آصبح کروڑوں میں کٹی کل تمام رات

تجھ بن رہا یہ آہ میں بے کل تمام رات

مہتاب پگھرے ہے بادل تمام رات یہ آہ آنکھیں مجھے مشعل تمام رات تھا ایک سیڑھ کے کی او جھل تمام رات روشن تھا جگنوؤں سے جو نگل تمام رات	سوئے جو منہ پلکے وہ آنکھل تمام رات دکھلاتی اُس کے کوچہ میں پھرتی تھی ساتھ ساتھ فرکاں سے میرے پوچھ شب بزم کا طول و عرض بجنوں کے تھا اجوہم چراغاں مزار پر
معروف ہائے اس لب میگوں کی دہیں منہ سے لگی ہے میرے بوتل تمام رات	
تو مجھ سے جان ہوئی اور دین جان نصرت کیا ہو ہم کو لا برگ پان سے رخصت کرے جو شمع خود اُس کو زبان سے خودت سحر کو شمع ہو جوں شمع دان سے خودت	ہوا خدنگ جو اُس کی کمان سے رخصت کٹا رکب دم رخصت پیشخ نے ماری ہو کیوں نہ سوئے عدم گرم رو برو پتنگ دواع آہ بویوں تن سے عہد پیری میں
میں اپنے قتل پہ باز دھون لے لے معروف ہو ہوں اُس بُت نامہ زبان سے رخصت	
دیو سی لگتی ہو آنکھوں میں پری کی صورت گرچہ سو ڈھبے بناتے ہیں منشی کی صورت نظر آتی نہیں کچھ روز بھی کی صورت ہو یہ چھپے ہوئے شلغم کی سی پھپکی صورت ہاتھ یک دست ہیں پھولوں کی پھیری کی صورت بن گیا چاک گریباں کفنی کی صورت یاد آتی ہو جب اُس شپے کی صورت لے گئی دل کو رسول عربی کی صورت جب ملک بن کے نہ آئے وہ اُمی کی صورت	ہو مرے پیش نظر ایسی کسی کی صورت روقی صورت پہ برستا ہوا ہمارا ہونا تیرے بیمار محبت کا خدا حافظ ہونا منہ ہو کیا چاند کا جو اُس کے مقابل ہوئے گل پہ گل کھائے ہیں عشق میں گل و یوس عشق نے جبکہ دیا ہم کو فقیری کا لباس پر لگا دے ہو وہیں صبر و شکیبائی کو دہر کا آکے عدم سے جو مرقع دیکھا ہستی کیا جان کیوں آکے فرشتہ لے جائے

چشم تر خاک جگر سوختہ جاں نالہ کناس
یہ بنی عشق میں معروف علیؑ کی صورت

ردیف ث

کہو کس واسطے ہو مجھ سے تم ہزار کیا باعث
خلش ہم سے یہ بے موجب کچل اہلے اپنی
بتاؤ کس لیے موجب سبب کچھ بات بھی آخر
وہ ایسا کون تھا جس نے تھیں نکھیں کھائی ہیں
گنہ موجب سبب تقصیر کیوں اویار کیا باعث
ابھٹتا ہی جو اس وادی میں تو اویار کیا باعث
مجھے تم تو لے ہو دیکھ کر تلوار کیا باعث
کئے کیوں بند تم نے رخنہ دیوار کیا باعث

کیا معروف جب بوسہ طلب کیا چھا
تعب ہو کہ کچھ مجھ سے نہ کی تکرار کیا باعث

ردیف ج

بے طرح گھبرا گیا ہوں ل کے گھلنے سے آج
دیکھنا کیا جوش ہو جو پیا بڑی جل جباب
دل نہیں کہنے میں سیر ناصحا لاچار ہیں
میری اس کی موکشی غیروں کی گویا موت ہو
یا الہی کس نے مجھ کو کر دیا اس شوخ کو
ناصر تو نے جو پھر جو غما دیا یہ کیسا کیا
اویار دیوار بھاگو میرے کاشانے سے آج
خود بخود سا غریب آتے ہیں موی خانے سے آج
میں تو اس ہاتھ اٹھاؤں سیے فرمانے سے آج
بھر گئے لاکھوں تالیے ایک چمانے سے آج
دل جو پہلا تھا وہ لیلیٰ کے افسانے سے آج
گھر یہ ہم مجھوں کو لے آئے تھے ورنے سے آج

جان کا معروف کی کل ہی آجانب رہے
فائدہ اسی قاتل بے مہر بھانے سے آج

ردیف ح

پوچھو نہ اب کہ کتنے ہیں قاتل کس طرح ناصح کسی طرح وہ مجھے چھوڑتے نہیں معترف سے یہ میں نے جو پوچھا کلاں فوس کہنے لگا کہ روتے گزرتا ہوں مجھ کو دن بولا کہ رات وقت ملاقات یا رہے بولا کہ ہم کو ایک مناجات یاد ہو	او غم ہی کہ آئیں گے وہ ہات کس طرح چھوڑوں میں ان کو قبلہ حاجات کس طرح قتل تیرے گزرتے ہیں اوقات کس طرح میں نے کہا کہ دن تو ہوا رات کس طرح پوچھا جو میں نے نیک ملاقات کس طرح میں نے کہا سنیں وہ مناجات کس طرح
---	---

بے اختیار روکے کہا دل لگا کہیں
کہنے کی بات ہو یہ کہوں بات کس طرح

ردیف خ

نیش غم نے یہ کیئے میرے جل میں سوراخ یار سے آنکھ لڑانے کی کوئی راہ نہیں تیرے تل بیٹھنے کو چرخ بناتا میزوں جو شیش گریہ میں گہ بند کروں دیدہ تر جو خون رات یہ غل روزن کشتی جاری	جس طرح ہوتے ہیں بنور کے گھر میں سوراخ نہ تو دیوار میں رخنہ ہو نہ دریں سوراخ ہوتے گر پلہ خورشید و قمر میں سوراخ مثل قوارہ نمودار ہو سر میں سوراخ پڑ گیا ہو مگر اس دیدہ تر میں سوراخ
--	--

آہ کا تار سد اس میں سے نکلے معروف
جنتی کے سے پڑک میں نہ جگہ میں سوراخ



ردیف د

ہو اس میں اتر کیا کہ الف ہیج ندارد کچھ پھل نہ ملے گا کہ الف ہیج ندارد اب ہاتھ اٹھایا کہ الف ہیج ندارد ظاہر ہو سراپا کہ الف ہیج ندارد ہو سب یہ ہویدا کہ الف ہیج ندارد بے عقل نہ سمجھا کہ الف ہیج ندارد آمان ز لینا کہ الف ہیج ندارد	بھرا آہ نہ بے جا کہ الف ہیج ندارد ملتا ہو دلا تو عبث ان سرو قدوں سے خالی ہی رہا ہاتھ جو اس باغ جہاں سے مائل ہو دلا دیکھ نہ قشتے پہ بتاں کے حاصل نہیں شاہوں کو بجز درد و الم کے پروانہ جلا شمع کی الفت میں سراپا عشق قدیوسف میں جو انگشت نما ہو
---	---

معروف کا دیوان میں تناول سے جو کھولا
 یہ فال میں نکلا کہ الف ہیج ندارد

یہ طفل اشک ہو بارب زمین کا پیوند لگا رہی تھی عجب پوشین کا پیوند ہمارے دل سے دل اس نازنین کا پیوند یہی ہی خیمہ چرخ برین کا پیوند لگاؤں پیرہن مہ جبین کا پیوند لگاؤں ہوں تیرے جامہ کی چین کا پیوند	ہوا ہر آکے مری آستین کا پیوند شجر میں برگ ہزارا کے باغ میں بلبل بہت ہی خون جگر کھا کے ہاں ہوا ہوا اب لگی جو رات کو دیکھو ہو چاند میں تھگی اڑے ہیں ٹکڑے کتاں کے بھلا نہ میں کیونکر نہ کیونکہ ہاتھ کو فغور چین سرے چوڑے
--	---

ہمارے شعر پہ کیا بونے کہ کی معروف
 کیا ہی ہم نے تو منہ مکتہ چین کا پیوند

بس غم و پاس و الم خانہ احساں آباد خانہ تن ہو کیسے دم سے ہی اوجاں آباد	ہو گیا حد سے زیادہ دل ویراں آباد صاحب خانہ نہ ہو جس میں وہ گھر سونا آباد
---	--

یا الہی رہے تاحشر بد خشاں آباد کہ سدا جس کے قدم سے ہی بیاباں آباد لشکرِ مور سے ہو ملکِ سلیمان آباد جانکر خوش ہیں اسے طفلِ مرزا جاں آباد جوشِ ربِ روزِ ہر پروں سے پرستاں آباد کیا نظر آئے بھلا پھر اسے کناں آباد ہو خراباتِ جہاں باعثِ انساں آباد	لعل کو لعل لبِ یار سے اک نسبت ہو وصفِ مخبولِ کرے کیونکہ زبانِ ہزار دیکھ احوال کہ سرخِ یار کی ہی خط سے بند شہرِ تصویر کی تمثال ہی غافل یہ جہاں خوبرویوں کے تصور سے ہر پروں روئی چشم چشمِ یعقوب غائب ہو جو یوسفِ ساعینہ ای ملک لاکھ ہو یہ فاسق و فاجر لیکن
کشورِ دل ستم زلفِ بتاں سے معروف نہ تو ویراں نظر آتا ہی نہ چنناں آباد	
غیر سے وہ میرے پھولوں میں ملائیے بعد بیج اس نخل کا مارا ہی گیا میرے بعد مخضرت کی میری مانگی ہو دھاک سے بعد سر پہ خاک اپنے اُڑاتی ہو صبا میرے بعد کچھ اگر ہی بھی تو ہر قبلہ بنا میرے بعد یوں ہی ہ جاوے گا ایک فردِ دھڑکیے بعد یہ کہاں جائیں گے میرے رفقا میرے بعد کون اُٹھائے گا تیری اتنی جفا میرے بعد پھینکیں گے یوں ہی کل یارِ دوامیرے بعد کوئی دیوانہ نہیں تیرے سوا میرے بعد	باغِ ہستی میں کھلا گل یہ نیا میرے بعد عاشقی کی نہ ہوئی نشوونما میرے بعد میں تو قاتل کی ہوں اس رجمِ ملی پر ترا یا دکر صبحِ جہنم میں نفسِ سرِ میرے بعد کوئی مجھ سا نہیں اطرافِ جہاں میں کیو جمعِ زری کی ہر ہر اک فکر میں پیوچ نہیں ہیں و غم و درد و الم صرٹِ حواںِ فنیوں اپنے مرنے کا کچھ غم نہیں پر سوچ یہ ہی آج تو نسخہ میرے واسطے بنواتے ہیں دیکھ کر دشتِ محبت میں مجھے بولا نفس
جو ہو سو فکرِ معیشت میں ہو غلطانِ معروف عاشقی کا کہیں چرچا نہ رہا میرے بعد	

ردیف ذ

ہاتھ میں لکھنے کو جب میں نے اٹھایا کاغذ کر دیا آنکھوں کو رو رو کے تیرے غم میں مفید کیا ہوا تو نے پھپھایا جو ہمیں دیکھ کے کل نامہ بر نے جو دیا خط کو میرے ہو کے خفا	یاں تلک و میں یہ آنکھیں کہ نہ پایا کاغذ چشم بد و در عجب ہم نے بنایا کاغذ شب سرمانے سے تیرے ہم نے چپایا کاغذ دھجیاں کر کے وہیں اُس نے اڑایا کاغذ
---	--

بھید لے اس کا کہیں کس نے اُسے بھیجا تھا
تجھ سے معروف ہو کل اُس نے پھپھایا کاغذ

ردیف ر

دیکھ کر گلشن میں اُس کو تو سن چالاک پر یاں تلک ہو اُن کو خود بینی غرور حسن سے شاید آجائے کہیں اس طرف رشک چمن گردش چشم بجاں کا ہو قصور روز و شب	لوٹتی ہو رشک سے باد بہاری خاک پر بٹھنے دیتے نہیں ہرگز وہ کھٹی ناک پر ناک کے سایہ میں بیٹھا ہوں ہی اُس کی ناک پر نور پیاد اُتارنا ہم نے دل کے چاک پر
---	--

آج کل ہو جائیں گے عقد سے تیری شکل کے حل
رکھ نظر معروف ہر دم صاحبِ لولاک پر

سوز جگر کا حرف جو آیا زبان پر خنجر مجھے لگاتے ہی اٹھا کر گیا نقرہ برہ نور دی مجھوں ہی کیا کڑی کہتے ہو کچھ زباں سے نکلتا ہو اور کچھ معروف اس طرح سے کہی تو نے یک قلم	بس بڑ گیا ہماری پھپھو لا زبان پر قاتل نے کیا زبان کو بدلانا زبان پر لگتا ہو بات بات میں کاٹنا زبان پر قابو نہیں نشہ میں تمہارا زبان پر بھی یہ غزل بھری ہوئی گویا زبان پر
---	--

آن بیٹھے جان کر محلہ ستہ بلبل ہاتھ پر نام اُس کا کھد رہا ہو میرے بالکل ہاتھ پر سب میرے غمخوار اب کہتے ہیں سنبل ہاتھ پر ہاتھ کیوں مارا تھا کہیے بے نال ہاتھ پر گردن مینا جھکا رکھ ساغر ل ہاتھ پر جی میں ہو کھا جائیے اب کھ کے سنبل ہاتھ پر آپٹے سوتے ہوئے جو ان کے کاکل ہاتھ پر ہنستے ہنستے غبرگے کھ دیکھے گل ہاتھ پر	عشق میں تیرے پیہم نے کھائے ہیں گل ہاتھ پر کیوں نہ اپنے ہاتھ کی لوں اب لالین دم ہم یا زلف اُس کی جو ہر مجھ کو تو غمخواری کی کھینچنا ہی تھا جو تم کو دوستی سے میرا ہاتھ دیکھ کر گلشن میں وضع غنچہ و گل سا قیا ہم تو ترسیں اور چھپیں غیر زلف یار کو چونک اٹھے وہ ناگہاں اُس کو سمجھ مار سیا میری چاک جب تک گرد دیکھنے ہوں تم کو میر
ان نون معروف نے سرکار کھائے تھے گل جن نون حبالیے پھرتے تھے بلبل ہاتھ پر	
تمام رات لکھے مفردات وصلی پر جدا جدا ہوں لہاں مفردات وصلی پر گری سیاہی کی آخر دوات وصلی پر نو کیا ہی صاف کیا ہم نے ہاتھ وصلی پر کیا کبھی نہ رقم التفات وصلی پر لکھے ہو خامہ سے قند و نبات وصلی پر	پیری نگاہ جو فرقت کی رات وصلی پر لکھوں فراق کی گرواردات وصلی پر لکھا تھا میں نے جو بخت سیاہ کا احوال ہوا جو رشک کہ ہو کاغذوں میں باہم وصل ہمارے یار نے طفلی میں بھی سولے ستم کہ لب تو بند ہیں اور بہر امتحان قلم
یہ بات نکلے ہوا انداز سے کہ اب معروف لکھے گا اُس لب شیریں کی بات وصلی پر	
کہ رکھ کر جیسے پرکھے جوہری گوہر ہتیلی پر جا بآ سائے پھرتے ہیں اپنا ہتیلی پر اتر ہوتا نہیں ہو زہر رکھے گر ہتیلی پر	سرے آنسو کو یوں بچھے ہو لیکر ہتیلی پر قدم رکھا ہو جسے ہم نے دریائے محبت میں ملا کیجے جو ناصح سبزہ رنگوں سے تو ڈر کیا ہو

کیا یوں ہنستے ہنستے زعفرانی عشق نے چہرا تو ہم ہو مجھے اُس زلف افی شب کے چھونے سے لبا ہو گردِ دل مضطر تو بھی بند کر اپنی نکلیں موتی کنا افسوں کا وصف بہر بیضا نگہ پیسم بر کب گر یہ وزاری پہ کھتے ہیں	جہادے جیسے سرسوں کوئی بازی گر ہتیلی پر کسی کو یاد ہو تو پھونک دو منتر ہتیلی پر ٹھہرنا کب ہیوں سیاب ای دل ہتیلی پر لکھے گرناز سے عاشق کے تو انگر ہتیلی پر اُسی کے ہاتھ لگتے ہیں رکھ دے زمر ہتیلی پر
تبِ الفت سے ہے معروفِ نحتِ لہقِ ہوت	جو چاہو رال اڈا لو اس کو تم دھر کر ہتیلی پر
کیا ہوا سر سے میرے تو نے یہ چھوڑے پتھر ان بتوں کو جو رو لایا ہو سُنا کر غمِ عشق اپنے وحشی کے یہ در پی ہو جو سوجائے وہ لعل ہمد موم تم سے اگر ہو تو کرو اتنا کام کھلے ٹھوکر کے بہانے سے جو ادا ہو بیٹھ	تیرے دیوانے کو مائے نہیں ٹھوڑے پتھر دل طلسم اب یہ کیا تو نے نہ چھوڑے پتھر ہاتھ سے تو بھی غرض اپنے نہ چھوڑے پتھر اُس کے شب کو چے میں اُل آئے ٹھوڑے پتھر تو کریں لوگ یقین دیکھ کے روڑے پتھر
رنگ آتا ہی یہ معروف بقولِ جرات ہم اٹھیں اُس سے اور اس در کو چھوڑے پتھر	ہی دل یہاں زمین و زراک چاہو قدم آنکھوں کی واں بناؤں درگاہ ہر قدم جائے عصا نہ ہو دے گر آہ ہر قدم پڑھنا چلوں دو گانا والہ ہر قدم یہ بھی اگر خلش ہو ہر گاہ ہر قدم پونچھوں ہوں اُس کے گھر کی جورا ہر قدم کیونکہ نہ دل سے نکلے پھر واہ ہر قدم
اس راہِ عشق میں آگاہ ہر قدم پر جس سر زمین پہ تیکے نقش قدم ہوں ظاہر ہو مجھ سے ناتواں کو دو پھر قدم اٹھانا وہ بُت ہو میرے ہمراہ کعبہ کے گرسفر میں ای خار ہم سے ہوتی معلوم رہ نوروی اس بھولنے کا یارب خانہ خراب ہووے چلتا تو اُس کا دیکھو ہو کس ادا سے چلنا	ہی دل یہاں زمین و زراک چاہو قدم آنکھوں کی واں بناؤں درگاہ ہر قدم جائے عصا نہ ہو دے گر آہ ہر قدم پڑھنا چلوں دو گانا والہ ہر قدم یہ بھی اگر خلش ہو ہر گاہ ہر قدم پونچھوں ہوں اُس کے گھر کی جورا ہر قدم کیونکہ نہ دل سے نکلے پھر واہ ہر قدم

صحرائے عشق بھی ہو جائے طلسم کوئی جو میں رہ قنایں سرگرم شمع آسا	ہو یاں نہاں بیاباں اللہ ہر قدم پر تارِ نفس ہو اُن کا کوتاہ ہر قدم پر
چھاتی لگے ہو پھٹے معروف جب اس سے اٹھ کر بھرے ہو نالہ جامکاہ ہر قدم پر	
جو تن سے اُڑا دیوے ہو سر آنکھ بچا کر عشق کھاکے گرے ایسے کہ میں مکے بچے ہم وہ تیغ و سپر لیکے سنہلنے بھی نہ پائے بیٹھے ہوئے محفل میں ہیں غمازِ نظر باز میں گنجد ماروں کا یہی غیر کے سر سے پارے کا دھواں ہر دو آنکھوں کو ہوس بیٹھا ہو کوئی پاس تو اسی نامہ بر اس کے ہم پینے لگے خونِ جگر بزم میں اُس نے معلوم ہوا تیری پریشانِ نظرت در تک ہیں پہونچا دے کہ زبان کی تیرے	ایسے سے کوئی جائے کدھر آنکھ بچا کر دیکھا جو اُسے بھر کے نظر آنکھ بچا کر نی چھین وہیں تیغ و سپر آنکھ بچا کر کس طرح اُسے دیکھے بستر آنکھ بچا کر پھر فروا دھر پھینکی اگر آنکھ بچا کر پھونکے ہو تو پھونک اس کو مگر آنکھ بچا کر خدا و بچو فلداں میں دھر آنکھ بچا کر ساغر جو دیا غیر کو بھرا آنکھ بچا کر اٹھ جانے کی ہو تہِ نظر آنکھ بچا کر اُسے تھے ہم ای رشکِ قمر آنکھ بچا کر
حیرانِ نظر آتا ہو وہ معروف اٹھالے آئینہ بآئین دگر آنکھ بچا کر	
کہد و کر سہہ انجمنِ گلِ رُخاں کی سیر کرو بیوں کو ہو یہ فقط آسماں کی سیر فرصت جبا یکدم کی بھی ہوئے نہ جوں بجا تخلیفِ سیرِ باغ و اس بن نہ دوستو ایسی نہیں ہو سیرِ خدا کی خدائی میں	کرتی ہو جیتے جی جسے باغِ بناں کی سیر کرتے ہیں اس مکان سے ہم لامکان کی سیر کیسا خاک بچہ کرے کوئی بحرِ جہاں کی سیر کیسا ہو باغ کس کا تاشا کہاں کی سیر ساری خدائی گرتی ہو کوسے بناں کی سیر

سعدی بھی شیفہ تھے کسی خطِ سبز پر رور کے کوئی چشم سے دریا بہائے گا بھاگے ہو تیر ملتے ہی جیسے کہاں سے دور گر یہ پہ میرے کیوں نہ وہ خندہ ہو دم بدم کوئی ملی شبیہ نہ تیری شبیہ سے	جانا یہ خوب میں نے جو کی بوستاں کی سیر کیجئے نہ ساتھ غیر کے آبِ رواں کی سیر دیکھا تو یوں ہی صحبتِ پیرِ دجواں کی سیر بارش میں لطف کھتی ہی برقی جہاں کی سیر کی سب مصورانِ جہاں کی دُکھاں کی سیر
---	---

معروف آپ نے ہیں ستیا ج دیکھ کر
ساتن میں کر گئے تھے جو ہندوستان کی سیر

کر تا بھی تو بات وہ رکھتا دھن اگر کیا طمن چاک حبیب پر کرتا ہی ناصحا میں چشمِ نو خطاں کا ہوں کشتہ عجب نہیں اُس زلف میں وہ تاب در گوشِ دیکھ لے امواجِ بحرِ دامنِ ساحل میں جا چھپیں اُس زلفِ عنبریں کی ہی غالب ہے تہیم آنکھوں سے منتی بھی لگا کر پیے اُسے بیزار روئے گل سے ہلبل مری طرح سب چھوڑ جائینگے تجھے یہ رفتہ رفتہ دیکھ	بولے کوئی کچھ اسی میں ہو جائے سخن اگر دیوانہ پھر نہ کہیتو نہ پھاڑوں کفن اگر سبزہ چہرے مزار کا میرے ہر لہر دیکھا کسی نے ہووے نہ کالے کامن اگر تو آستین کی اپنے دکھا دے نکلن اگر سو کھولے کوئی نازِ مشکِ حقن اگر دے جامِ محو وہ ساتی تو نکلن اگر دو دن رہے وہ باغ میں رشکِ چمن اگر ای خوش خرام ہیں یہی تیرے چلن اگر
---	---

ہو جائیں میرے فیضِ سخن سے بہت دلی
معروف بھیجدوں کبھی دیوانِ دکن اگر

شرک ہو نظارہ گلِ روئے جاناں چھوڑ کر مرد ظاہر ہیں ہی تھا ناصحِ حقیقت ہین تھا صید کرتا ہی تو کر صیتِ امرخانِ چمن	کفرِ سنبل کا چھونا زلفِ بیچاں چھوڑ کر ورنہ سینتا چاکِ دل چاکِ گریباں چھوڑ کر لیک اتنا کر کہ خوش رنگِ خوش الحان چھوڑ کر
--	--

زندگی سے سیر مہول تناکہ گرد و نوں ملیں ہم چھٹے پر بھی نہ چھوٹے دام سے صیاد کے سینہ پُر دغ کی دولت لیے جائیگی ساق اور تو مرنے کا اپنے کچھ نہیں غم ہی نہیں طعن مجھ پر مت کرو گر کچھ بھی اہل رد ہو	آبِ خنجر ہی پیوں ہیں آبِ حویاں چھوڑ کر کر گیا اتنا ہیں مرہون احساں چھوڑ کر مثل قاروں کچھ نہیں جائینگے ہم یاں چھوڑ کر ہی یہ غم جانا باڑے گا کوئے جاناں چھوڑ کر شعر میں نے پھر کہا گراۓ عزیزاں چھوڑ کر
اس میں میں اور بھی معروف پھیے اک غزل کیوں ابھی جاتے ہو بزمِ نکمہ سبجاں چھوڑ کر	
یارو یہ جہان راہ گزر ہی تو ہو آخر آفسو نہ ملا خاک میں کی دیدہ گریاں خزگاں میں بھی بکھیوں ہوں نختِ گم پینے دل اس کو نہ دینا تھا بجا کہتے ہونا صحیح آوار گریاں دیکھ کے اس اشک کی اپنے گھبراؤ نہ یار و میری اس آہ و فغاں سے غفلت میں غمی گئی پیری میں ہوا ہوش ہر چند کہ یک دم میں پہنچتے ہیں عدم کو پھر جذبہ عشق اس کو ادھر کھینچ کے لایا	غافل نہ رہو جائے خطر ہی تو ہی آخر بے آب نہ ہو جائے گہر ہی تو ہی آخر کب تک نہ شمر لائے شجر ہی تو ہی آخر پرچک بھی جاتا ہی بشر ہی تو ہی آخر دل کیوں نہ کرٹھے ذریعہ ہی تو ہی آخر انصاف کرو زخمِ جگر ہی تو ہی آخر کیونکر نہ کھلے آنکھ سحر ہی تو ہی آخر سب جان چھپاتے ہیں سفر ہی تو ہی آخر ہو کیوں نہ طرفدار ادھر ہی تو ہی آخر
معرف اب اس فکر میں ہیں بیت ہو ہیچ اک غور تو کر یا دکر ہی تو ہی آخر	
نام ہیل کے یہ جن ہر حرفِ مفتوں میں گرد باد و قیس و مخدومِ جاگرو اور ہم لشکرِ طفلان و زخمِ سنگ در بنجر و بہار	زلفِ ابرو کے کیا ہیں مصرعِ موزوں میں کیا ازل کے وز سے وارہ ہاموں میں چار بہر عز و جاہ و شان و شوکتِ مجنوں میں طار

جام صہبا دنی قلیان مسی و رنگ پاں شونہ و ناز و ادا و آن سے ہوتا ہو کام میر و انشا و نصیر الدین و جرأت اور تم	یہ کیفیت میر سے زیب لب میگوں ہیں چار بے وفا یہ ہی پڑی قتل دل محزوں ہیں چار جس طرح ہوں غمخیز کج باہم یوں ہیں چار
کیوں نہ اے معروف ہو آباد اسلیم سخن دوست باہم بادشاہ معنی و مضمون ہیں چار	
جبکہ تو نے اُس کماں سے تیر مارا کھینچکر عالم و حشت ہوا اور عازم میں سے وقفس لے نکال اب تو ہوس دل کی کہیں قصہ چٹکے کیوں نہ میں شیدا ہوں بتم پر کہ نقاشِ ازل کھینچ کر آئے جو ذلت کُں ہاں سے جا کے ہم دیکھیے اب کیا تماشا ہو کہ ہم کو اُس طرف	مر گیا ایک آہ دل سے وہ بچار کھینچکر مر گیا لہجہ احوار تو دامن ہمارا کھینچکر کیا ڈرانا ہو مجھے خیر و بد ہمارا کھینچکر آپ عاشق ہو گیا نقشہ تمہارا کھینچکر اس لیے بیٹھے تھے تج سے کناں کھینچکر اے علی بے تابی دل پھر دوبار کھینچکر
اب غزل لہی پڑھو معروف تا ہو سنوں بزم میں ذلت ہر یک تمن تمہارا کھینچکر	
بزم میں سنہ گیا سخت وہ پیارا کھینچکر دل زمیں مال ہو ایک پر وہ نشین بے ان دن دل دیں عاشق تیرا دنیا سے یوں کھو کر چلا اس لیے صند سے نہ مارا مجھ کو اُن سے حشر نہیں دل میں ہوا رمان میر سے یہ میسر پر نہیں میں تو روٹھا جاؤں مینی اور باعجز و نیاز	ہم جو اُٹھے آہ کل ایک آشکارا کھینچکر اس لیے بیٹھے ہیں ہم سب سے کناں کھینچکر یوں وطن کو جاے سوداگر خسار کھینچکر مانہ فریادی ہو یہ دامن ہمارا کھینچکر لامصوّر تو ہی یوں نقشہ یہ سارا کھینچکر ہاتھ میرا لے چلے گھر میں وہ پیارا کھینچکر
سب لگے اُس بت کو جو کئے اے معروف کل جدھر تھے یہ وہ نقشہ مدھارا کھینچکر	

جبک تم یوں سے گئے ہو یہ مکاں ہو سر میر
 آئینہ سازوں کی اب ہر کینے کاں ہو سر میر
 محتسب سمجھا کہ موخانہ یہاں ہو سر میر
 زہر کا اوی صاحبو یہ مرتباں ہو سر میر
 طائر قبلہ نما کا آشیاں ہو سر میر
 کس طرح باور کروں میں خط کہاں ہو سر میر
 یہ جواہر خانہ اب کی موداں ہو سر میر
 اب تک اس کا شرم سلج دیاں ہو سر میر

داغِ وقت سے نعل میں دل بیاں ہو سر میر
 ہویاں تکشہ ہیکس آئینہ روئی شہر میں
 خال چشم مست نے کل اس کے یہ ہوکا دیا
 لہریں اس لطف نمی کی نہیں ہوا دل طغ
 یاس سے تر پئے نہ کیوں زیر نگین مہر آہ
 تو ہی لکھ لایا ہوا قصداً اس نے خط لکھا نہیں
 سخت دل آنکھوں میں اپنے آنکھ کیا جم ہے
 ساقیا بے جام صہبا تھکے باتوں میں نہ

اس کا معروف اب مضمون چڑا سکتا ہوں
 یہ غزل نزدیک فہم شاعران ہو سر میر

رویت

تصویر کا رہے ہو مگر ٹیک نہال سبز
 بر کرم نے اس کو اڑھائی ہو شمال سبز
 جائے ادب ہو رنگ نہ کر پامال سبز
 چندے نہ اور چہرہ پہ تو خط کمال سبز

بے آب نخل ہوے ہو کپڑا سال سبز
 صحرا پہ ہو جو سبزہ نورستہ کی بہار
 اٹھ سبزہ لحد پہ نہ عاشق کے تو قدم
 سر سبزی اپنی چاہے جو سبز ان ہند میں

معروف کسے خوش ہے اس نے رنگے ہیں تھ
 بدلے ہو اپنے رنگ جنایوں جو لال سبز

رویت

خاک اس نیست چاشت نہوجب یا کے پاس

لے چلو مجھ کو اسی آئینہ رخسار کے پاس

تیرے دیوانے کہ اس شش کا دیوانا ہوں
نہ گس چشم کا مت کھ دل رنجور خیال
سر میرا تن سے اگر دور کیا سر صدقے
ساتی مست کی آنکھوں نے کیا تم کو خراب
کہ پھٹکتا نہیں ہرگز کسی ہشیار کے پاس
یعنی بیمار کو رکھتے نہیں بیمار کے پاس
رکھیو قاتل مجھے پر اپنی ہی پیار کے پاس
ہو یہی اس کی سزا مٹی جو میخو کے پاس

یوں خیال اس کا سرفراز کرے ہو معروض
شہ قدم رنج کرے جو کئی دار کے پاس

غضب ہو جس کا باعث ہم تھے بدنام سو کوں
یہ وز ہجر بھی یار بگر روز قیامت ہو
غم دوری نے جاں کی کیا جو فصل اتنا
الہی جذبِ الفت میں بھی کیا زور بازو ہو
ہے ہم جو صبا آوارہ سے عیش میں لیکن
عجب ستور دیکھا ہم نے اظہر الفت میں
کہاں ایسے نصیب اپنے جو یار و یار بھر آوے
نہ تھا ادا جس کی مین نزدیکی میں بھی ظالم
مونی ہو غلظت یاں تک حسرتِ دیدار میں تیر
بچے کیا طایرِ دل ایسے صیا دستگر سے
عزیز و جبین اب میں تیرے کتنا تفاوت ہو
رہا کرتی تھیں سنا تو پہر و کان میں تیر

ہمارے نام سے بھگے ہو وہ کلفا تم سو کوں
نظا آتی نہیں جو ج ہم کو تمام سو کوں
کہ مجھ کو ناتوانی سی ہو ہر یک کام سو کوں
کہ تیرا آہ اپنا اب ہے ہر کام سو کوں
نہ پائی لے الفت تجھ میں ہو کلفا تم سو کوں
نہیں لیتا وفا کا کوئی مطلق نام سو کوں
رکھو اب زور دل سے خیال غم سو کوں
لکھے ہو دور اس سے چرخِ نلی فام سو کوں
کہ رویدہ ہوئے ہیں رگس بادام سو کوں
جو ادنیٰ صبر کی خاطر بچاؤئے ام سو کوں
بھلا کیونکر نہ جائے دل سے اب ام سو کوں
لگا اب آنے جانے نامہ و پیغام سو کوں

اسی معروف ہم تیر چھاپیں کت چھپتا ہو
کہ اپنا قصہ عشق اب ہوا ہو عام سو کوں

جام دے اور نہ کر وقت پہ کمر کہ بس
ساقیا برا بھلا ہو یہ دھواں ہمار کہ بس

اُس کے چہرے تھے پہل لعل شکر بار کہ بس
آپ اپنے پہ یہ شیرا وہ ہر دلدار کہ بس
کیا نگہ نے ہی کیا تیری پیرشار کہ بس
سامنے اُس کے میں تھا تھا یہ اشعار کہ بس
بخود ہی نے یہ لیا آن کے یکبار کہ بس

کیا تعجب ہو کہ لب بند ہیں اب تک میرے
آئینہ ہاتھ سے اک پل نہیں چھٹتا اُس کے
موت کی تکلیف نہ دے سانی بدست مجھے
آدمی اُن کا میرے پاس جو آتا بھی کبھی
کیا تماشا ہو جو کل رات وہ لائے تشریف

رنگ سے جس کو درویش جلیل ہو معروف
ایسے ہی گرم سنا اور بھی اشعار کہ بس

میں نے کل بوسوں کا یہ باندھ دیا تار کہ بس
رات محفل میں چلی ایسی ہو تلوار کہ بس
ہم یہ اوپر کے بھیسے ہو تیرا بہار کہ بس
اُس کی بیاں تک ہو مجھے حسرت پیر کہ بس
اس طرح کا ہو برعشق کا آزار کہ بس
درو ہو تا ہو میسے دل میں یہ ایار کہ بس
درو دل کی ہو دو اور بھی در کا رک کہ بس

مجھ سے کتنا ہی ہ کہتے ہے ہر بار کہ بس
ذکر اُس ابرو کے خمدار کا چلتے ہی ذرا
جب سے دیکھا ہو لب بام تجھے او مرہ رو
مٹکل آئینہ کھلی رہتی ہیں آنکھیں نرات
ہو نہ اغیار کو بھی ہم تو یہ کہتے ہیں دلا
کیوں نہ دل ایسے کو دوں میں نکل اُس سے جو کہا
سُننے ہی ہو کے ہم آغوش کہا ہنس کے مجھے

رنگ سے کیوں نہ ملے مہر و خشاں معروف
ہو میرے یاد کی یہ گرمی بازار کہ بس

ردیف

پانی میں لگانا ہی بہت سا ہزارش
کیا اور چڑھا جا ہے جواب بانس پر آش
ڈرمت کہ جلے کو نہیں کرتی ضرر آش

ہر دیدہ ترین میرے بخت جگر آش
ہر شمع شبستاں کی تو تاج سر آش
تو ساغرِ حرم نہ سے لگانے میرے ساقی

جلنا ہو تپے سنگ جوں لعل درخشاں ان سنگ لول میں نہیں بجایہ شرارت الفت کا یہ ہو سحر کہ بن اُس کی گلی کے	گویا ہر لبِ سرخ ترا سیمِ بر آتش کی غور تو پتھر ہی میں گھتی ہو کھڑا آتش جس سمت کو دیکھوں وہاں ہے ہو نظرِ نل
معروف یہی عشق کی ہو رسمِ کتابت نامہ پر پروانہ ہوا نامہ بر آتش	
لگی ہو اپنے دل میں عشق کی اس سنگِ ہشت شرارت کی تھی جس شعلے نے سوئے اور تجھے زبانِ تیشہ فولاد کہتی تھی یہی ہر دم عناںِ شعلہ آواز نے مطربِ پیرا بتو	ہوئی نگارِ ابراہیم جس رنگِ آتش نظر آتی ہو ہم کو وہ کئی فرسنگ سے آتش غلاتی ہو عشق کو کہن کے سنگِ آتش بھڑکتی ہو میر کے دل میں تیرے آہنگِ آتش
جلا ہواں ملکِ معروف سے عشق سے پیر چمن میں گسٹو بادِ یونین نکلے گنگ سے آتش	
کرتا ہو نہ کچھ سوائے عدم تو ہی سفیرِ پیش رہتی ہو میرے آئینہ دل کے مقابل یکدستِ حق میں ہو جوں دانہ تسبیح شمشیرِ کھن صبح کو نکلا ہو وہ خوشخوار جوں قاعدہ عشق سے مجرم بہ تصور بینی ہو الف بے ہر لب و رخاں نقطہ	اگر نقش قدم سب کو یہی راہ ہو پیش صورتِ تیری ہر وجہ بہ آئینِ گزشت رکھتے ہیں نظر اپنی سدا اہل نظرِ پیش خورشید نہ کیوں منہ کے کھلے اپنے سپرِ پیش ہو صفحہ رخسارِ تیرا شام و سحرِ پیش تس پر ہیں یہ ابرو و مژدہ زیرِ وزرِ پیش
معروف تم اس بلدی پانی سے گئے ڈر ہیں ادیالفت میں بہت فطرتِ پیش	
آرام ایک دم نہیں دیتی ہو بائے حرص	یارب یہ بھی کیسی ہو درِ بلبائے حرص

ردیف ص

جس پر کھٹے ہر سر میں تو اپنے ہوائے حرص ہر شام جبکہ اُس کو جہاں میں پھلے حرص ایسا نہ ہو کہ دار پہ تھجک چڑھائے حرص	غافل نہیں ہر دم کا بھروسہ جا ب ار کیوں بہر نیم نان نہ پھرے ربد رطل اوی سرو قد یار کی اب تو نہ ریس کر
معروف سن کے مصرع سودا کیا جو غو کی قطع روزگار نے ہم پر قبائے حرص	
کہتے ہو غیر کو ایسی بھی جواں ایک ہی شخص اور آگے مرے ہو تم بھی میاں ایک ہی شخص جس کے دل کو ہو محبت کسی ہر جائی سے ہو وہ کمبخت بھی رُسوائے جہاں ایک ہی شخص کر کے موزوں غم دل جس کو سنایا ہم نے رد کے بولا کہ یہ ہو مشہ غواں ایک ہی شخص تو ہی رویا مجھے کہنے دے کچھ اُس سے اور حشم ہو یہ معمول کہ کرتا ہو بیاں ایک ہی شخص کیوں جنازے کے میرے ساتھ چلی آئی ہو غفلت میں دہاں جاتا ہوں جاتا ہو جہاں ایک ہی شخص ہینہ خانہ ہستی کی نہ جاسکلوں پر ہو بہر شکل یہاں جلوہ کنناں ایک ہی شخص مر گیا غیر جو کو سے سے ہمارے تو کہا اس سے ڈریے کہ یہ ہو سیفِ باں ایک ہی شخص شب کہا میں نے جو کہیے تو یہیں رہ جاؤں تو کہا ہنس کے کہ رہتا ہو یہاں ایک ہی شخص	

امتحان کے لیے سرمانگ کے وہ پچھتا یا
میں بھی ہوں امر سجالانے میں ہاں یک ہی شخص

عشق کرنے میں نہ کیوں نام ہوا اپنا معروف
کہ وہ اہر ہند سے لے تا صفاں ایک ہی شخص

ردیف ص

اے ہمسفر کیا مجھے بستان سے غرض
والہ زور آبلہ پانی میں لطف ہو
پانی بھرے نہ کیونکہ میرے سامنے سحاب
تکلیف سیر باغ نہ دودوستو مجھے
اے ہم کو حضرت دہلی میں غش رکھے
اے اس قدم کو خار منیلاں سے غرض
مجنوں کو تیرے ہو جو بیابان سے غرض
دائیم ہو مجھ کو دیدہ گریبان سے غرض
مطلب سبب حصول گلستان سے غرض
مطلب نہ روم سے ہو نہ ایران سے غرض

معروف جذب عشق سے دیوانہ ہو گیا
اب اس کو کچھ نہیں سروسامان غرض

ردیف ط

میں نے پوچھا کہ کہاں سے تمہیں آیا خط
شرم کرنے سے بھلا فائدہ مجھے اب تو
دختر رز سے مگر تاک لگی ہو کہنے
رو دیا دیکھ کے معنوں پریشانی سے
ہنس کے کہنے لگے ہم نے یہ پڑا یا یا خط
چشم بد دور تھا رے بھی غل آیا خط
شیخ جی آپ نے کیوں آج کتر و یا خط
جس کسی سے بھی میرے یار نے پڑھو یا خط

جرم و تقصیر گنہ واسطہ پھر کیا باعث
آج معروف کا تو پڑھ کے جو بھجلا یا خط

ردیف ظ

اپنے بیگانے کا کرتی نہیں تلوارِ لحاظ تجھ کو اتنا نہیں ہوا ہوئے تانا رِ لحاظ بے عصا کو کرے جوں دم رفتارِ لحاظ تیری آنکھوں میں ہوا نرگس بیمارِ لحاظ ہیں آئینہ غماز کو زہارِ لحاظ مرد حق گو کو رہا عاقبتِ کارِ لحاظ صحبتِ سنگ سے شیشہ کو ہر دکارِ لحاظ میں وہ وحشی ہوں کہ کرتے ہیں میرا خارِ لحاظ کیونکہ آپس میں کرے کافرو دہنارِ لحاظ	بھوں کے ہلنے سے کراؤ میں بیا رِ لحاظ اُس کی آنکھوں سے نہ کرو عوے ہم چسپی دیکھ منزلِ عشق میں یوں لکھو نہ آہ کے شوق سُرخ و تو چین دہر میں کیونکر نہ رہے منہ پہ لے آتا ہر ایک کے عیبِ کھافت جھوٹ سولی پہ بھی منصور نہ بولا ہرگز ہو بُرا سنگ لوں سے یہ لگانا دل کا کیوں نہ ہوں ادھی مجھوں میں قد مبوس اگر موا برابر نہیں کچھ زلف و سُرخ یازین قن
--	---

کر نہ معروف اب بن ستِ حنائی کا لحاظ
کہ لگائے کھنے میں نہیں آگ کو زہارِ لحاظ

ردیف ع

شوق سے مطلب کھے ہر گل ہی فی کچھ غل سے شمع
خامشی میں شمع سے گل خوب ہوا در گل سے شمع
کام پر دانہ سے گل رکھے ہوا فی بسبیل سے شمع
دوستی میں شمع سے گل خوب ہوا در گل سے شمع
دل سے یاد زلفیں نکلی جو آہ آتشیں
پلسم اب دیکھیے روشن ہوئی سنبل سے شمع

کیا منے ہو دم بدم تو چشم پر ساغر کو دیکھ
 شب یہ سر دھن کر کہے تھی خندہ قلقل سے شمع
 تفتہ دل رکھتے ہیں دایم سوختہ جانوں سے عشق
 کام پروانے سوار کھتے نہیں ملبس سے شمع
 شمع پروانے پڑوے گل ہنسے ملبس پہ آہ
 حق میں دلسوزی کی بہتر اس سبب ہو گل سے شمع
 ایک تو ڈر چور کا اور دوسرے گلگیر کا
 آگ میں پھر ایسا تاج زر نہ کیونکر بھلے شمع

بے حجاب اس سے ہوا چاہے تو ای معروض شب
 گل کے لینے کے بہانے کر دی گل اس جل سے شمع

ر د ی ف ع

قاتل جو کوئی لائے گا اب تیری تاب تیغ
 تشبیہ ماہ نو سے غلط دیتے ہیں انھیں
 تلوار کا خیال جو رہتا ہو جاگتے
 یز شنکی اسی لے بچھے گی بہ آب تیغ
 ابرو تیرے بنائے ہیں حق نے جواب تیغ
 سوتے بھی ہیں تو دیکھتے ہیں مرد خواب تیغ

سونے کو ساتھ سوتے ہیں حروف پہ ہونز
 ایک میان ہو ان کے ہمارے حجاب تیغ

ر د ی ف و

کیا کیجے بے قراری لکبیاں صاف
 قطع سخن نہ کیوں نہ کرے بدگمان ہی
 جو نموج آب کا پیہ ہو منہ میں با صاف
 قیمتی کی طرح جس کی چلے ہو زبان صاف

آئینہ ساز بند کریں پھر دکان صاف
 آتا ہو زیر آب نظر آسمان صاف
 مجھ پر کرے ہر ہاتھ جو تو باغبان صاف
 ارض و سما ہوں یروزر بر ہو جہان صاف
 ہوں کیوں نہ سیل لشکے میسے مکان صاف
 باؤ نسیم کھول دے ہاں گل کھکان صاف
 کیا پوچھتے ہو کرتی تھی یہ ہی بیان صاف
 ہو تیرے ہاتھ سے میرے جی کا زبان صاف

کیا راپنے بند قبا واکرے جو تو
 اہل صفا کا عرش سے ترسہ بلند ہو
 کیا اس چین میں سبزہ بیکانہ میں ہیں
 دکھلانے کاوش سر مرگاں کہ تہر ہو
 روتا ہوں غم میں میں کسی آئینہ رو کے اب
 مت مٹس کہ سیر گلشن ہستی دور وزہ ہو
 رو رو کے شمع شام سے تا صبح بزم میں
 اوروشنی طبع تو برمن بلا شدی

معروف دیکھے ہیں تجھے اشعار آبدار

معنی بلند لفظ قیامت زبان صاف

اور وہ غفلت پناہ ایک طرف
 ایک اس دل کی چاہ ایک طرف
 تھتہ مہر و ماہ ایک طرف
 مسجد و خانقاہ ایک طرف
 گرچہ ہوں تنو گواہ ایک طرف
 دوستی کا نباہ ایک طرف
 رہ گئی ہم سے راہ ایک طرف
 تھی جو اپنی نگاہ ایک طرف
 کر کے ٹیڑھی کلاہ ایک طرف
 بات کرنی تو آہ ایک طرف
 دودھ و روسیاء ایک طرف

سیکڑوں دا خواہ ایک طرف
 لاکھ مہر الہ ایک طرف
 وصف تیرا سنیں نسب ہر دین
 کعبہ میں محی پیائیے ہیں یار
 بس ہو انکا قتل قاتل کو
 بات کا اپنی واں نباہ نہیں
 جب قریبائی منزل مقصود
 شب تھے سب اہل بزم چٹک دن
 قتل کرتا ہو دیکھنا اُس کا
 اب تو وہ ہم کو دیکھتے بھی نہیں
 بوسہ اُس نرخ کا زلف کیسے دے

سامنے قدر فقر کی معروف
حشمت و عز و جاہ ایک طرف

ردیف

جو رکھتے تھے ہم کر چکے زر تصدق اس انداز سے تجھ کو دیکھے جو اگر سفر سے جو آئے وہ کل بے مدت پلایا نشہ تو نے کیا خانہ آباد میرادل تیری زلف میں گرہوا گم دُراشک کس دن کو رکھے ہیں تو نے کہ آیا ہو مہان غم پار اور تو	ربا جی سوہی یہ بھی تم پر تصدق تو زاد بھی ہو تجھ پہ کافر تصدق کیئے ہم نے رو روکے گوہر تصدق کہ ہوتا ہو ساقی میرے گھر تصدق نہ کر شانہ پیارے تیرے سر تصدق کروں تجھ کو ای دیدہ تر تصدق نہیں کرتے رو روکے گوہر تصدق
--	---

وہ قربان جاوے جو معروف میے
تو میں کیونکہ جاؤں نہ اُس پر تصدق

بے طرح یارب ہوا جان دنوں سو دے عشق
یا تو میں در آؤں اُس میں مجھ میں یاد آئے عشق
دم ہم آہ و فغاں ہو لب پہ لپنے ان دنوں
دیکھیے اب آگے آگے ہم کو کیا دکھلائے عشق
سرزمینِ دل میں بویں کیوں نہ دانا اشک کا
آبِ چشمِ عاشقاں سے سبز ہو صحرائے عشق
چل سرک آگے سے میرے ناصحابک بک نہر
میں تو اب وہ ہی کروں گا جو مجھے فرمائے عشق

اور تو کیا کہیے تیرے حق میں ای خانہ خراب
جیسی تو نے ہم سے کی ہوا اپنے آگے پائے عشق

تا دم آخر یہی معروف سٹکے کی صدا
عاشقوں کے دل سے ہر دم دائے الفت پائے عشق

نک آئینہ میں تو دیکھ اب بہار شام و شفق
تیرے شہید کی گرخاک و شت سوختہ میں
ہیں یارِ رُخ آتشیں پہ تیرے لطف
نشہ میں چشمِ سیاہ سرخ دیکھ کر اُس کے
مسی دہاں لے کیا تیری کار شام و شفق
ہوا اڑائے تو ہوا شہتاہ شام و شفق
ہوا ہوا آج اسی رُخ گداز شام و شفق
اٹھانہ دل سے فقط کچھ وقار شام و شفق

بقول مصرعہ اُستاد کیا کہوں معروف
نظر سے گر گئی اپنے بہار شام و شفق

ردیف ک

سمجھا چکا ہوں تجھ کو میں سو بار طفلِ اشک
کس منہ سے چاہتا ہوں تو عالم میں آبرو
یہ اختلاط کچھ نہیں اتنا نہ چل نکل
آنکھوں میں گھر کیا میری آنکھوں کے دیکھتے
اتنا نہ ہو گلے کا میرے ہار طفلِ اشک
آوارگی کے تیرے ہیں احوال طفلِ اشک
جاتا کبھی نہ تا سر باز ہار طفلِ اشک
اتنی ہی سی بساط پہ عیار طفلِ اشک

معروف بات کب ہی لڑکوں کے سامنے
کیونکر نہ راز دل کرے اظہار طفلِ اشک

کاشکے سینہ میں جل کر ہو دلِ تباہ خاک
بے سبب لہ نہیں گلشن میں خوں آلود کچھ
موج دریا ہوا خوں کے گھر میں نقشِ بوریہ
یعنی پھر اکسیر ہی ہو جائے گریبا خاک
یاں شہیڈ کی ہی تیسے آگ لگا دیا خاک
جو کہ بیٹھے ہیں سمجھ کر مسندِ سنجاب خاک

یوں ابوبکر و عمر عثمان و حذیفہ ایک ہیں حیف ہر دستِ یل کو دلوں نے کیا کیا کر دیئے	جس طرح ہوں چار عنصر باد و آتش آتش خاک بہمن استغنیاء و رستم و سہراب خاک
	ناقلہ لیلیٰ نہ کیوں محروف آئے پیشو جب کہے ہو کر گھو لاقیس کا آداب خاک
گرچہ احد میں تُوں وہی پیدہ دونوں کی ایک میری فراس کی جدائی میں بھی ہوا ایک مصلحت قتل کرنے کی ہوس تجھ کو مجھے مرنے سے عشق ہاں نہ میں پر فرق کرے تو گدا و شاہ کا گرچہ سمجھاتے ہیں تجھ کو روزِ ناصح اور ندیم	دیکھنے میں تو ہیں اکھیں ہر نظر دونوں کی ایک اب تو دو ہیں بات ہر پہر ہر دوں کی ایک فی الحقیقت ہر حقیقت سرِ بیزوں کی ایک آتش الفت نے کی حالت سحر و دُش کی ایک پھر توقف کیا ہوا خواہش ہر اگر دونوں کی ایک پر ہر منزل پر خاک او ہر سفر دونوں کی ایک بات پر تجھ کو نہیں کرتی اثر دونوں کی ایک
	رخ پہ معروف اُس کے زلفوں کو کھائیں ملن کو ایسی دُراتیں کہ بھی باہم سحر و دونوں کی ایک
کیوں نہ ہم پری ہیں ہوں دن رات محو روئے خاک ہو قد خُم گشتہ انگشت اشارت سوئے خاک مار رکھا ہو زمیں کو دیکھ کر حیراں ہوں میں کس کے ماتم میں ہیں یارب یہ پریشاں ہوئے خاک بن مئے اُبھتے ہیں کب افتادگانِ راہِ عشق بیٹھے ہیں جوں نقشِ پاہم داب کر زانوئے خاک خاک یہ کس چشمِ وحشی و ش کی ہو جو طہنل اشک خاک پر یوں لوٹتا ہی دیکھ کر آ ہوئے خاک	

اس قدر بہتر نہیں ای آدم خاکی عنسور
 خاک کا پتلا ہو تو لازم ہو تجھ کو خوشے خاک
 چین سے آسودگان خاک سوتے ہیں پڑے
 گوشہ آرام بعد از مرگ ہو پہلوئے خاک
 مہر عالم تاب نے ذروں سے انساں ہی چنے
 مت بھیج موج سربا دل یہ ہوا بروئے خاک
 اہل غفلت خاکساروں سے اٹھا دیں کیوں نہ فیض
 ہوش میں لاتی ہو ہر بے ہوش کو خوشبوئے خاک
 خاک کا پتلا پھرے ہو یہ جو شکل گرد باد
 جان ارغافل ہوا ہو قوت بازوئے خاک

مت مکدر ہو کے تو خاک اپنے دہن سے جھٹک
 آخر ای معروف ہوگا تو بھی ہم پہلوئے خاک

ردیف گ

پاس ایک گہر کے جیسے لگے اور گہر کو آگ
 دی ہو لگا چار کی جستے شجر کو آگ
 کہتے ہیں دیکھنا یہ لگی ہو کدھر کو آگ
 غصہ ولا کے اُس بت بیداگر کو آگ
 دیکھی نہیں تھی لگتے ہوئے چوب کو آگ
 بجائی ہو بینی ٹھنڈ میں ہر ایک بشر کو آگ
 کردی ہو دیکھ تو نہ زرگر میں زر کو آگ

یوں سوز دل سے جا کے لگی اب جگر کو آگ
 یارب دکھا وہ دستِ خانی ہو کونسا
 کرتا ہوں میں جو آہ تو ہمسایہ رات کو
 سرگرم جو وہ تو نہ تھا پر بسا دیا
 مژگانِ تر کو نختِ جگر سے خطر نہیں
 ہو کیوں نہ یاد لبِ دل افسردہ کو میرے
 صحبت کا یہ اثر کہ معروف اپنے رنگ

رویت ل

کیا جتا دے گا کہیں لوگوں کو اپنی چاہ دل	ہر کسی کو دیکھ کر کرتا ہی تو جو آہ دل
مل گیا مشوق تجھ کو تیرے خاطر غواہ دل	ہم تو اب یہ جانتے ہیں ہیں تیرے اچھے نصیب
آخر ش لایا تو اُس کو ان مونس داہ دل	گر یہ وزارتی کھا اور نالہ و افناں سنا
چاہتا تھا دیکھنے کو آپ کے والد دل	کیا کہوں اسی ہند پر و رسات بے اختیار
پھیر دے گرا اُس صنم کا اس طرف اشار دل	اُس سے سنب یک ہی چنداں نہیں ہو دیکھ

میں جسے چاہوں تو پھر کوئی کرنا چاہے نہ مجھے
یہ مثل معروف مان کھتا ہوں دل سے اہل

قل کیجو ہم کو ہی اسی عشوہ گر پہلی پہل	قول دے تلوار باندھے تو اگر پہلی پہل
مخ پھنس کر دام میں مائے ہی پر پہلی پہل	دل اسیر زلف ہو کر کیوں نہ ہوئے مضطرب
آنکھ لڑ جاتی ہو جب باہر گر پہلی پہل	دل ہی دنوں کا چاہے ہو کہ دیکھا کیجیے
اے خالی ہاتھ میری قبر پر پہلی پہل	چا و رگل تو کہاں نہ پھول بھی لائے نہ تم
یاں بھی ہتے تھے تھے آنکھوں پر پہلی پہل	کوٹھ نہ اسی دل بیٹھنے سے ان کے گھر میں کے
نوع و سون کا جھکا رہتا ہی سہ پہلی پہل	یوں ہی غنچہ سرگوشن میں جیسے شرم سے
نوں ہال عشق لایا تھا شرم پہلی پہل	اس لیے نکت جگہ لایا ہوں تیری نذر کو
مجھ میں اُن میں عہد تھا باہر گر پہلی پہل	مر گئے پر ایک کے مرقد پہ بیٹھے دوسراں
اے ہیں بن بھن کے مری قبر پر پہلی پہل	ہم جو پہلے مر گئے تو بیٹھنا تو بیٹھنا

خوب اس کو صاف کر معروف یادوں کے لیے
یہ زمیں تو نے نکالی ہو اگر پہلی پہل

دیکھ تو معروف کون آیا ہو گھر پہلی پہل	جاں نہی دل ہی کچھ تو نہ دے کر پہلی پہل
---------------------------------------	--

اُس کا خط لایا ہوا نامہ پہلی پہلی
 طفل کیوں دے جہاں میں آن کر پہلی پہلی
 ماہ فوہوتا نہیں یا رو قمر پہلی پہلی
 خلل نور فاقہ گر تا پیشتر پہلی پہلی
 دل لگی ہوتی ہو جب باہد گر پہلی پہلی
 بیٹھنے سے ناؤ میں لگتا ہو ڈبہ پہلی پہلی
 گھر بناتے ہیں قہر رکھ لیتے ہیں پہلی پہلی
 سب سے ملتے ہیں یوہیں یہ سیمبر پہلی پہلی
 عشق مجھ میں اُن میں بھی تھا اُس پہلی پہلی
 صاف اندھا بن گیا تھا سر سبز پہلی پہلی
 کچھ نہیں آتا وہاں اُس کو نظر پہلی پہلی

پہلے سر پہ خط رکھوں یا کہ تیرے پاؤں پہ سر
 آہ یہ وار الفنا ہووے نہ گد ماتم سرا
 کوئی دن کو حسن روز افزوں کوئی دیکھنا
 کیوں نہ آنسو گر پڑے چلنے میں آنکھوں سے کہو
 ایک دم ہوتی نہیں پھر دل لگی پڑی ہمدگر
 کیوں نہ کا پنے دیدہ تر میں تصور یا ر کا
 تھا دل عشاق کی تقدیر میں بھی زخم عشق
 غیر سے کہد وہ کوئی پیار پران کے نہ بھول
 میں ابھیں دیکھے سے جیتا تھا مجھے دیکھے سے وہ
 اُس رخ روشن سے جو دل لختن شکیں میں گیا
 واقعی جو روشنی سے اُس کے تاریکی میں جائے

دیکھ کر رکھو قدم معروف آہ عشق میں
 خامہ سال اس آہ میں کٹا ہوا سر پہلی پہلی

رویت

یعنی مجنوں کے رہنا ہیں ہم
 جان سے اپنی بس خفا ہیں ہم
 گنگ کے دل کے مدعا ہیں ہم
 دوست کے کشتہ جفا ہیں ہم
 دل میں خوش ہو کہ دل رہا ہیں ہم
 شکل آئینہ چشم دا ہیں ہم

سگ لیلیٰ کے نقش پا ہیں ہم
 جب سے ہم پر خفا ہو تم و جان
 اس ایما میں مدعا اپنا
 کیوں نہ ہو دشمنوں کے گھر ماتم
 تم کو دل کی بھی ہو کسی کے خبر
 حیرت افزا ترا تصور ہو

کھینچ لانے کو کہہ رہی ہیں ہم دیکھ کافر بری بلا ہیں ہم قدر میں اُس سے بھی سوا ہیں ہم کشتہ چشم سر نہ سا ہیں ہم اس خرابات کی بنا ہیں ہم	گو پر کاہ ضعف سے ہیں ہم ہم سے ازلت سرکشی مت کر جس قدر ہم کو سمجھئے بے قد لے چلو سوئے مغر خاموشاں کیوں نہ مٹی خراب ہو اپنی
کس سے رکھے غبارِ ارمحروف ایک عالم کی خاکپا ہیں ہم	
لیکن یاروں کے یار ہیں ہم پر سب ہی پر ناگوار ہیں ہم کشتی میں نگہ سوار ہیں ہم کیونکہ نا پائیدار ہیں ہم اب وقت کے انتظار ہیں ہم ہونے کو گناہ گار ہیں ہم وہ پار ہو اور وار ہیں ہم بدعہد تیرے قرار ہیں ہم ایسے کیا تم پہ بار ہیں ہم اب اپنی نظر میں خار ہیں ہم	یوں سب کے دوستدار ہیں ہم ہر چند دوا ہیں سب کے حق میں گنہگار جو کچھ نظر سے گزرا حق کی مہستی میں گئے نیست کس وقت نہ اُس کی آہ بھی بولیں تو گناہ گار تھریں یہ ہجر آدیا وصال یار ب پیوستہ رہیں نہ کیوں شکستہ کہتے جو ہو بار بار اٹھ جا سوزن کی طرح یہ تنگ چشتی
ہوں برق و شرار و شعلہ معروف جو کچھ بھی ہیں بے ستار ہیں ہم	
یعنی سرشام سو گئے ہم سب کو نشتر چبھو گئے ہم	اُس زلف پہ محو ہو گئے ہم نکر اُس کی مرثہ کا بزم میں چھڑ

کہتے تھے ہمیشہ جاؤ جاؤ اسی مہر لقا مثال سایہ ڈوبے تیسری یہ کشتی مری ہو آمدورفت موج دیا	آخر ایک روز تو گئے ہم تجھ میں اپنے کو کھو گئے ہم ساتی تقوے ڈبو گئے ہم جاتے نہیں یاں سے گو گئے ہم
کیا شعر ہیں آبدار معروف گویا موتی پرو گئے ہم	
ہوویں نہ کیونکہ صاحب مال تنگ چشم پرواز اب چمن سے کے کیوں نہ عندلیب یکدست فرش خاک پہ مانند نقش پا تنہا نہ چشم پوش ہو شہباز ہو کہ ہیں ایک تل نہیں ہو چشم حیا اس میں جبین	افراط رزق پر ہو یہ غربال تنگ چشم صیاد چار چشم ہو اور جال تنگ چشم کیا گردش فلک سے ہو پال تنگ چشم طاؤس کے بھی داغ پر بال تنگ چشم اختر سے بھی سوا ہو تر حال تنگ چشم
معروف کس دوش کہی نہ روا عندلیب غنچہ تو گوش گر ہو زباں لال تنگ چشم	
ز غموں سے مجھے کر نہ ابا و جان ہم تن چشم کیا چاہئے ہو کس کی طرف دل نگہ افی اسی قیس نگہ نقشش پی ناقہ بربلی جاتا ہوں میں آنکھوں سے سر تربت مجنوں سوز غم دلدار مجھے پھونک ہی دیتا	دخوں سے ہوں آگے بھی نمایاں ہم تن چشم حلقوں سے ہو وہ زلف پریشاں ہم تن چشم ہوا راہ میں تیرے یہ بیاباں ہم تن چشم ہو آبلہ پا دم جولاں ہم تن چشم تر رکھتے اگر ہو کے نہ گریاں ہم تن چشم
مجھ کو ہی نہ کچھ حیرت دیدار ہو معروف ہی تختہ زر گس سے گلستاں ہم تن چشم	
ہوا ہو آہ یوں اس آہ بے تاثیر کا عالم	کہ بن پچاں کے ہو سے جڑ سے تیر کا عالم

تو صحت کساروں کی ہو یہ کسیہ کا عالم بجا ہو آہے اس میں اگر کشیدہ کا عالم کہ یعنی ہوں غرض میں بھی کوئی تصویر کا عالم برنگ غنچہ ہو یعنی دل دلیگر کا عالم نہ پوچھو اس لبِ نسیر کی کچھ تقریر کا عالم گلے میں یوں ترے سونے کی ہو بخیر کا عالم کہ بھاتا جنگ میں ہو ترشِ شمشیر کا عالم	تو جس کو یہ دے سس قلب اپنا زکھیجے ہوا جو سز دل ایسا بتوں کی سز مہیجے رنگتے ہو یہ بات اس شوخ کے خاموش ہے خبر اس شکِ گل کی لاصبا تو پاس نے کی جو شیریں بھی سنے باتیں تو بھی ہونٹھ ہی چاٹے گلو پر خطِ زر جیسے ہو میناے بلوریں کے بھلا لڑتے تو ہو مکاتِ جنش ابرو بھی ہو جائے
--	--

کہوں کیا کچھ نہ پوچھو اس بے پیر کو معروف
کہ بوٹا سا ہو قد اور شکل ہو تصویر کا عالم

روز و شب آپ کو صرف ادھر رکھتے ہم ایسے یونے نہ تھے گھر میں جو ڈر رکھتے ہم خبر اپنی نہ رہی دلکی خبر رکھتے ہم تن سے سراپا جدا پہلے ہی کر رکھتے ہم اپنے ہاتھ آہ گر بیانِ سحر رکھتے ہم دیکھتے آپ اگر آج کو پر رکھتے ہم چاہتے کیوں تھیں گر جان کا ڈر رکھتے ہم کان میں بات تری جائے گھر رکھتے ہم	مثلِ فی کچھ بھی جو باتوں میں تر رکھتے ہم اُس کے جانے کی اگر کچھ بھی خبر رکھتے ہم دیکھ کر اُس کو جو دیکھا تو بسل بھی خالی یہ اگر جانتے ہو در و جدائی ایسا جانتے گر شبِ فرقت کا یہ من ہو دراز شوقِ دیدار یہاں تک ہو تمھارا مجھ کو کیا ڈراتے ہو ہمیں کھینچ کے ہر دم تلوا پنہ عشق سے پر ہیں یہ نہیں تو نا صبح
--	--

نہ ہوئی اپنے نصیبوں میں دولت معروف
کہ کبھی اس بد دولت پہ بھی سہر رکھتے ہم

کل اُن کی صنعت سے جو میں نہ دے سکایم بھکے نہ ہم سے دلا کیونکہ چرخِ شہدہ باز تو دل سے آہ لے اٹھ کر کہا کہ یا تعظیم کہ یعنی دی ہو فریبِ مذہ ظاہر تعظیم	
---	--

اُٹھے نہ وقت سحر کس طرح سے پردہ شب
سیاہ کا رتو ہوں لیک سرمہ ساں مجھ کو
لگی ہو بات یہی شاخ بارود کی تلخ
دماغ خاک نشینوں کا ہو سیرِ افلاک
نہ جی سے کیوں اُٹھے آرامِ غم کی آبی ہو
ہوا ہو کون نمودار اس وشن کا شخص

جوان کو پیر کی البتہ ہو روا تنظیم
جگہ سب نکھوں میں دیتے ہیں دیکھنا تنظیم
کہ نیم خیر ہی کرتی ہو یہ سدا تنظیم
عجب نہیں چونڈے اُٹھ کہ نقشِ پا تنظیم
کہ یعنی کرتی ہو مہان کی بجا تنظیم
چمن میں سرو جو مینہ کو اب اُٹھا تنظیم

اُٹھے جہان سے ہم آتے ہی ان کو معرو
غرض کہ ختم ہو بس اس سے اب تنظیم

یار کر آئے ہیں اپنا یک ستم ایجا دہم
جیسے اور آزاد ہیں دل سے نہیں آنا دہم
یاں تک اس بجز ہستی میں ہیں بے بنیاد ہم
ایک جہاں یراں کیا اس قابلِ سفاکے
بل بے سوا نبض پھر لپکے ہو کس سرعت کے ساتھ
جا بیٹے اہل نظر اس جا کہ جو نہ ست غریب
کھول پٹی اب تو ظالم آنکھ پر پٹی نہ باندھ
عاشقوں میں ہی قیامت کوئی ہم بھی ظلم و ستم
گرا سیرِ دامِ لغت ہو گئے اچھا ہوا
جس قدر کی ان ہوں کی یاد ہو جانے والی
فسد جو کھلوائی تم نے یہ دلیلِ عشق ہو
جب تصور یار کا پیشِ نظر ہو سے سدا
او ابھی گرتا و تیرا اپنی ہوا آہوں کی ہو

ڈال آئے ہیں خرابی کی سی ایک بنیاد ہم
سرو کے مانند ہیں آزاد مادہ نا دہم
بلبلے کو جانتے ہیں قلعہ فولا دہم
شہر خاموشاں فقط پاتے ہیں ایک آباد ہم
دیکھ پاتے ہیں کبھی جو نہ نشترِ فضا دہم
بحرِ غم میں ہیں سراپا صورتِ فریاد ہم
مرے دم تو دیکھ لیتے تجھ کو اور جلا دہم
ڈھونڈھ کر معشوق کرتے ہیں تم ایجا دہم
قید نام و ننگ سے لو ہو گئے آزاد ہم
اس قدر کرتے اگر اپنے خدا کی یاد ہم
اس لیے آئے ہیں دینے کو مبارکباد ہم
کیا غرض ہم کو جو نیچیں سنت ہزار دہم
شہر کرویشی غارت مشل قومِ عاد ہم

خوب اگر واقف نہ ہوتے یادِ چشمِ بار سے دولتِ انفاں لائے تھے عدم سے بے شمار	شعر نور لعین واقف پر نہ کرتے صادق کچھ نہ جانی قدر یو ہیں کر چلے بر باد ہم
یاں سے اے معروف نسخ اور سودا چل دیے کون ہو جس سے کہ چاہیں اس غزل کی دہم	
صبح کو جا بیو آتجھ کو میرے سر کی قسم دمِ خفا ہوئے ہر احوال تیرے کئے سے یا رکنا خط ہو میرے نام بھی کوئی قاصد رکس کے ہاتھ سے بتا رات کو لگواے گا قتلِ عشاق کی ہو صبحِ خبر اے قاتل کہیں آئینہ تو دیکھا نہیں تو نے ظالم دردِ سراپے لیے مول نہ لے اے ہدم ہو کے گستاخ تیے سر کی قسم کھائی تھی اے میں قربان تیے پھر بھی تو کہیو کیونکر تو جو زخمِ دل عاشق پہ چھڑکنا ہو نیک ہنس کے شوخی سے وہ پوچھے ہو میرے گھر پر یہ بھی کچھ بات ہو ہر بات پہ ناحق ناحق	مان جا آج نہ جاتجھ کو میرے سر کی قسم سچ بتا کیوں ہو خفا تجھ کو میرے سر کی قسم پہلے تو یہ تو سنا تجھ کو میرے سر کی قسم پاؤں میں اپنے جنا تجھ کو میرے سر کی قسم میں بھی ہوں اُن میں تاتجھ کو میرے سر کی قسم کیوں اے حیران کھڑا تجھ کو میرے سر کی قسم کچھ نہ کر میری دوتا تجھ کو میرے سر کی قسم دے مجھے جو ہو سنا تجھ کو میرے سر کی قسم دیکھ مجھ کو نہ ستاتجھ کو میرے سر کی قسم اے کچھ اس میں بھی مزا تجھ کو میرے سر کی قسم کس کا دھیاں آن بندھا تجھ کو میرے سر کی قسم نہ قسم سر کی دلاتجھ کو میرے سر کی قسم
روئے معروف فرادے رو یا میں کہا دل کسی سے لگا تجھ کو میرے سر کی قسم	
ردیفان	
قبلہ دو جہاں ضیاء الدین کتبہ جسم و جاں ضیاء الدین	

افسیر عاشقان ضیاء الدین جان روشن دلاں ضیاء الدین والی بسکیاں ضیاء الدین طاقت جسم و جاں ضیاء الدین ستر راز نہاں ضیاء الدین وارث چشتیاں ضیاء الدین مغفر قدسیاں ضیاء الدین خسرو عارفان ضیاء الدین	محو دیدار شاہِ معنی جلوہ آرا کے ہر و ماہ منیر داروے درد مند بسکیں و کور قوت ہر دل ضعیف و نحیف واقف آشکار پرودہ غیب محرم حالِ وق و وجد و سماع درۃ السلاج عالم ملکوت نور چشم نبی و شاہِ نجف
مرشدِ پیروا دی معروف بینی فخر زماں ضیاء الدین	
کہنے کو جیتا ہوں میں مجھ میں ملے دم نہیں زہر بھی کھا جاؤں توحی میں کسے سم نہیں اب جو نہیں کی توجان لو پھر ہم نہیں تجھ پہ جو عالم ہو یا روہ کہیں عالم نہیں بس یہی غم ہی تجھے تجھ کو مر غم نہیں میں نسبت دور تھا تو بھی مگر کم نہیں	دردِ دل زار سے تو میرے محرم نہیں زہرِ غم عشق نے یہ تو کیا فائدہ بوسہ پہ بار و گراب نہیں مت کیجوا کیوں نہ دو عالم میں ہو اس تیر عالم کی دھوم اور تو کچھ غم نہیں مجھ کو ترے ہجر میں مجھ سے جو اغیار کو ٹالے ہو دلوں میں تو
ہنسنے دے معروف تو اس کو اسی طو سے زخمِ جگر پر میرے حاجتِ مرہم نہیں	
جا پڑی ٹوٹ کسے جلاؤ کی تلوار وہاں طرفۃ العین میں پہنچی ہو سبکار وہاں خاک دیکھے گا تیرا طالبِ یدار وہاں	جب رہا قتل کو باقی یہ گناہگار وہاں ہو کہاں ملکِ عدم وہ کہ مانند حجاب گر یہیں تجھ کو نہ دیکھا تو پھر ان لکھو ست

میرے جانے کا نہیں کوئی روادار وہاں کثرتِ خلق سے جو گر دھتی یوار وہاں روز اول ہی نہ کرنا تھایہ اقرار وہاں کہ وہ بد خو ہو میرے نام سے بیزار وہاں	کو چہ در کے ہیں اس کے گسٹِ باں مانے گئی بانار جو اس پر وہ نشیں کی تصویر بارِ عشق اب جو گراں تجھ پہ ہوا ایسا اودل مہر کیا خط کے لفافے پہ کروں ای قاصد
ایک ظلم نامہ اعمال سیہ ہو معروف کیا یہ دکھلائے گا منہ پنا گناہگار وہاں	
کسو کے ہیں متلاشی تلاش کرتے ہیں جو کوئی ستر نہانی کو فاش کرتے ہیں حباب وار وہ کم بود و باش کرتے ہیں جہاں میں قشہ زنی بت ترائی کرتے ہیں سبو و ساغر و محو پاش پاش کرتے ہیں کہ منہ اندھیرے جو فن اس کی لاش کرتے ہیں	غم معاد نہ فکرِ معاش کرتے ہیں سمران کا کیون سہ دار ہو کہ جو منصوص جنھوں کی فرصت ایک دم پہ چٹکائی ہیں نگینِ دل پہ تیرا نام کھوتے ہیں ہم جو مستِ چشمِ حیرت سے وہ دیکھتے ہیں جہاں مواہو کون تیرے زلف و رخ کے عالم پہ
غضب ہو کاوشِ ترخاںِ گلِ رخاںِ معروف یہ خارِ دل میں تہائے خراش کرتے ہیں	
اشک کی آنکھوں سے بوندیں کیا یہ ڈھلیاں دیکھیاں موتیا کی آج کلیاں ہم نے جلیاں دیکھیاں عاشقوں کی کیونکہ دل داشتہ کریں تصویر کے آج تک کھلتی ہوئی ہم نے نہ کلیاں دیکھیاں کج ادائی ہو فلک کو راست کیشوں سے سدا شاخہائے سرو کہہ و کس نے پہلیاں دیکھیاں یہ ہوئی مبل ترانہ سنج گلشن میں سحر	

گر دین غینوں کی سم پر ہم نے ہمایاں دیکھیاں
دم بدم لگتا ہر منہ سے اس پری ویش کے جو تو
یہ نئی دمسازیاں اب تیری تلبیاں دیکھیاں

اپنی نظروں میں تو اے معروف تھبتی ہو
جس نے شہر عشق کی ہوویں نہ نگلیاں دیکھیاں

قسمیں ہی جس شخص نے ملنے کی ہول مٹائیں
کبھی ہونی نہیں میں تھیں مرنے دوں آج
عشق میں جو ہجر کے غم نے راتے تھے لوگ
کس سے سیکھی ہو چال بل بے تیرا کہیں
دام سے تھا زلف کے دل کو ہر کار کیا
خون جگر جائے مری کیوں نہ پیوں یا رہن
دیکھ لی اے سنگدل عہدہ خلائی تیری
کیا کرے وہاں صلح کا رہیج ہو چیزیاں
لاکھ لیا کیجئے آپ اب انگڑائیاں
آہ وہی باتیں اب آگے میرے آئیاں
رکھے ہی کس دم سے پاؤں دیکھ تو چھائیاں
ہائے یہ آنکھیں میرے سر پہ بلا لائیاں
غم کی ہیں بٹ لیاں سر پہ سیکر چھائیاں
راہ کی اس قدر آنکھیں بھی تھکائیاں

بھیس بدل کر وہاں جائے تھا معروف تو
ہم نے تیری چوریاں ات کو سب پائیاں

جب اپنے ہاتھ سے کھانا آنکھیں کھلاتا ہوں
تھکائے کوچے میں فنا ہوا جو جاتا ہوں
خیال زلف میں بخود ہوں یہ کہ گر کوئی
خوشی سنا پنی میں میں آپ کہ نہیں پاتا
کیا ہوا اب تو یہ دل میں مسودہ میں نے
کہ خیریت سے اگر ایک آئے تو آئے
غزل تو طور پر بڑا کچھ بھی تھی معروف
قسم تب نے نصیبوں کی میں بھی کھاتا ہوں
تو خود کو اتے ہوئے ناو میں میں ملتا ہوں
کہے ہر دن کی تو میں ات کی سناتا ہوں
کبھی جو گھر میں اکیلا صنم کو پاتا ہوں
کہ ایک خط آنکھیں اس طور کا لکھتا ہوں
وگرنہ دیکھیے خدمت میں میں بھی آتا ہوں
پراہ ایک غزل گرم کہہ سناتا ہوں

فلک کے ہاتھوں جدھر منہ اٹھائے جاتے ہیں
 اُدھر سے جو گل بازی طبا نچہ کھاتا ہوں
 زبیں کہ دل میں ہوں اس شوخ کا خیال بندھا
 خیال میں نہیں اپنے کسی کو لاتا ہوں
 گئے وہ بھول جو مجھ کو تو ہر حال میرا
 کہ کہتے کہتے میں اب بات بھول جاتا ہوں
 کبھی ہر آنکھوں میں دزدیدہ یہ نگہ اُن کی
 کہ میں ہر ایک سے آنکھ اپنی اب چراتا ہوں
 ہوا کے گھوڑے پہ جب وہ سوار ہوتے ہیں
 تو پا کے وقت میں کیا کیا مرے اُڑانا ہوں
 غلامی اُن کی جو آنکھیں وہ یاد آتی ہیں
 تو اپنی آنکھوں کو رو رو کے میں سُجھاتا ہوں
 ہوئی جو ہیں کسی پردہ نشیں سے شب باتیں
 تو اپنی بات میں ہر ایک سے چھپاتا ہوں

بلا سے گر نہیں ملتے وہ مجھ سے پر معروف
 اُنھوں کا شہر میں عاشق تو میں کہتا ہوں

سو وہ اب ہیچ ہیں کہتے ہیں تھوڑوں
 اُس کے ابل میں کین غاک تا تھوڑوں
 کیا بنے دیکھئے یعنی ہیں ہاوردوں
 ہاتھ سے غم کے تیرے ہو گئے چرموڑوں
 راتِ ناصح سے لگنے نے تھوڑوں

کرتے تھے صل میں ہم وہ جو تکبر دونوں
 نالہ و آہ تو اپنے ہیں اثر سے خالی
 حضرت عشق مقابل ہیں ہمارے دل کے
 کچھ نہ پوچھ آہ کہوں کیا جگر دال کا سال
 زینک سے جل گئے اغیار جو ہیں ہم اور وہ

دھو ویں معروف نہ کیوں نامہ اعمال مرا
دیدہ تر یہ نہیں ہیں میے گاذر دونوں

نکیر غم سے بل گئے ایک دست تن میں استخواں
خاک آئے ہاتھ اگر ڈھونڈوں بدن میں استخواں
یاد ونداں اُس کی یوں آئی دلِ مجروح میں
جیسے آجاوے کہیں زخمِ کہن میں استخواں
بن تیرے کوچے کے پیالے ہو اُسے دوزخ نصیب
یہ تمنا ہو جسے جاوے بدن میں استخواں
ٹکڑے ٹکڑے کر گیا ہوا ایک ہم کو خانہ جنگ
کیوں نہ لڑتے جاؤں اب ہم کفن میں استخواں
جس کی صورت ہے ملائیم دشمن جاں ہو وہ سخت
سانپ کے ہم نے کبھی دیکھا نہ پھن میں استخواں
بولتا ہوا اُٹھتے بیٹھتے اب بند رہند
ہاتھ سے اس صنف کے نالاں ہوتن میں استخواں
بے سبب اُن کو نہیں چچہ صدف کا ناپسند
نمکنت سے دور ہو رکھنا دہن میں استخواں

تھا جو کچھ مغرور معروف ہو تو پا چکا
چھوڑوے اب سفرِ اہل سخن میں استخواں

جلد جا پہنچا وگرنہ راہ ہتی سب میاں
کوئی بھی لانا ہو اُس سے حرفِ مطلبِ میاں
اُڑی ہو اب اہلِ دل بات بے ڈھبِ میاں

زلف سے چاہ دقن کی دل کیا اب میرا
میں کہوں کس طرح ادا ہوئے لب کی طلب
ہو خیال اُس کی کمزاری ہو کیوں نہ پہنچ

حشر تک فوئی آئے نہ یاربِ میاں لکھارے ساغر بھکے اسی ساقی لبالبِ میاں	ڈرسے اس احوال کے ہر مگال کفِ دستِ دعا تارے نشہ مری آنکھوں میں چشمِ مست کا
نامہ معروف کچھ رونے سے دل کو مضبوط کر تجھ سے ملنے کے نہیں ہٹ چکے دریاں	
پہروں یہ سوچتے ہیں کہ کیا آرزو کریں دلبر ہو جب نبل میں تو کیوں جستجو کریں مشائق دید چوں گل خورشید رو کریں کاش اُس کو میسے تارِ نفس سے زکو کریں اُس خاک پر تو اپنی نثار آبرو کریں پایا کہاں دماغ کہ پھر گل کو بو کریں پیدا بسان دُور نجفِ دل سے مو کریں کیا نقشِ بویا سے پھر کس کو اُتو کریں آئینہ پاشش پاش تیرے رو برو کریں کیا رمجھ کو اُس کے ذرا رو برو کریں تاریخ کا خیال نہ ہرگز کبھو کریں کنندہ اگر کریں بھی تو لا تقنطو کریں	جیسے متاعِ کم شدہ کی جستجو کریں گر حیر ہو تو وصل کی ہم آرزو کریں تو جس طرح پھرے تو ادھر کیوں نہ پیغمِ دا بلبل نے دیکھ چاک گریبان گل کیا رسوائے عشق کی کبھی گریاویں خاکِ پا اُس رشک گل کی کچھ بھی لگ گل میں بونہ ہو مضمون تیری کمر کا جو باندھیں خیال بند یہ چاک اگر لباسِ بدن ہو تو ہم فقیر کثرت میں نکھینی ہو جو وحدت تو ہم ابھی ہو جس کو اُس سے دل کے لگانے کی آرزو کرنا ہوں دستوں کی وصیت کہ بعد مرگ پراس گناہ بگا رکے لوحِ مزار پر
معروف کوئی جائے ہی نہ داغِ مصیبت جب تک آنِ چشم سے ہم شستِ شو کریں	
ماہ نو دیکھتے ہیں غنچہ دامنِ پانی میں قص کرتا ہی یہ طاووسِ چینِ پانی میں موج کو بھی ہی سفر اور وطنِ پانی میں	دیکھ ابرو کو ذرا عکسِ فلکِ پانی میں چشمِ ترمین نہیں اُس خط کا تصور پھرتا پیشِ خیمہ نہ فقط تو نے نکالا ہی حجاب

جس طرح موج ہوائے صید فگن پانی میں رسم ہو دیکھتے ہیں چاند گہن پانی میں شیخ کا شرم سے ہر عورت بدن پانی میں	صید شہنہ کو نظر آتے ہیں یوں جو ہر تیغ دیکھ آئینہ میں آغاز ہجوم خط سبز یہ شہزاد ہر تیرے صن کے شعلے میں کہ دیکھ
ہم نہ کہتے تھے کہ معروف کو ضبط شرک دونوں ہوئے گی تیرے دل کی جلن پانی میں	
کسی کا فرو کو بھی رکھے نہ خدا زنداں میں روح قالب میں نہیں ہے یہ ہوا زنداں میں مضطرب کیونکہ نہ ہو قبلہ نما زنداں میں بوسے گل کو نہیں کھتی یہ صبا زنداں میں تھی عزیز وہی یوسف کی عازن زنداں میں مبل نعمت سرا دیکھی سدا زنداں میں وہ نظر بند ہوا زمین میں پھنسا زنداں میں	دل نے اس چاہ ذوق کی کیا زنداں میں اپنی نظروں میں مقید بھی سبکسار ہیں آہ جو کہ کیسویں فلک ان سے کھے سور مزاج دیکھنا تک تر صحبت راستہ مزاج نہ پھنسنے میری طرح کے کوئی چاہیلا ہر یہی کام زباں کا جو دہن میں ہوے محو آئینہ آکر وہ جس سے ہو دل ابستہ
دین دنیا کے گرفتار ہیں تو معروف تو ہی کیا قید میں ہیں شاہ و گدا زنداں میں	
زمین بڑی ہر اس بل نے ہم سمجھتے ہیں کرب کریم یوسف مصری سے کم سمجھتے ہیں تجھی کو ہیر مغاں رند جسم سمجھتے ہیں تمام تیرے اشاروں کو ہم سمجھتے ہیں چمن میں غنچہ و گل نال و سم سمجھتے ہیں تو بولے آپ کے ہم خوب دم سمجھتے ہیں ہم اپنی آنکھوں کو نقش قدم سمجھتے ہیں	غلط ہو پشت فلک کو جو ہم سمجھتے ہیں عزیز و حسن کی اس کے نہ بات کچھ پوچھو انھوں نے جب کہ دیکھا ہوا آنکھ کھول کے جام کیا ہی تو نے قیامت پہ وعدہ دیدار سمجھ کے گائیو لبیل سحر کو رام کلی کیا جو سورہ اخلاص پڑھ کے ان پر دم نہیں ہو نور نظر جب کہ کیا معروف

مکان عشق کے بیمار یوں بدلتے ہیں کبھی تو چلتے ہیں ہاں کبھی مچلتے ہیں کہ چینیوں کی جو موت آئے پر نکلتے ہیں ہمارے تلووں سے آنکھوں کو اگے ملتے ہیں کہ دن دہارے پہ چھاتی پڑ گئی تے ہیں	جہاں سے لپتے ہیں وہ ظلم کو چلتے ہیں عجب وش سے وہ باغ اپنے ساتھ چلتے ہیں خیال! برو و جاناں میں دل بچے کیونکر یہ آبلے نہیں صحرا نور و گاہاں اگلے ہماری کیونکہ اب سیوکے پاس دل اگلے
نہیں ہو سنگِ ادب سے اُن کو ڈر و سرو چو مثل سرو کبھی پھولتے نہ پھلتے ہیں	
مثالِ عکس اُسے ہکنار رکھتے ہیں وہ مثل شعلہ سدا اضطراب رکھتے ہیں بجائے اندھم اس میں شراب رکھتے ہیں جو مثل شیشہ ساعتِ عمارت رکھتے ہیں ہم اس کا دیکھیے کب تک عمارت رکھتے ہیں کبھی تو دیکھ تماشیاں بہار رکھتے ہیں کہاں قرار تیرے بے قرار رکھتے ہیں ہلاں وار وہ خالی کنار رکھتے ہیں سب اپنے کام تیرے اختیار رکھتے ہیں سر ایک رکھتے ہیں سودا ہزار رکھتے ہیں رفیق اپنا سب گوسے یار رکھتے ہیں	صفائے قلب جو آئینہ وار رکھتے ہیں جو سوزِ عشق میں جلتے ہیں شمعِ دلوں سے سمجھ کے کچھ بھوک اس دل کو جاگِ شکل باز انھوں کو کوئی گھڑی کب بھی نہیں آرام یہ دردِ سر ہو دلانشہ محو ہستی تیرے بھی سوختہ جاں مثل گلستانِ خلیل پھرے ہیں موجِ ہوا کی طبعِ سرسبز جنھوں کو یا سے ہو اپنے چشمِ بوس و کنا ہم اس قدر ہیں ضایر اب او قضا شا کر ریاضِ دہر میں ہم کو کنار کے مانہ ہم کا منہ ہو ہمارے جو اتخاں کھاوے
اگرچہ خاک میں پڑ شکل تو تھا معروف چشمِ اہل نظر ہم وقار رکھتے ہیں	
بینا کے لیے شمع اور اندھے کو عصا ہوں	میں رہبریِ خلق کو انگشتِ نما ہوں

جس خانہ زنجیر میں صوٹھو میں صد ہوں
 صحرائے طریقت میں ہیں وازدراہوں
 اس قدر واپس سے میں صورتِ تلا ہوں
 میں غنچہ تصویر کے کھلنے کی صد ہوں
 جوں خالی سُرخ یار نگہبانِ بلا ہوں
 ساتھ اوج و سزل کے یثربِ نال ہا ہوں
 باندھیں مجھے اجاب تو پیمان و فاہوں
 سیما ب صفت جو ہر اکسیرِ عنا ہوں
 پیوستہ بہ شکلِ قدرِ محرابِ دوتا ہوں
 جوں کا غدا آتشِ دہ سرگرم فنا ہوں
 جوں غمزدہ معشوق میں بدنامِ جفا ہوں
 دریا میں بھی مانند گہرے سرویا ہوں

سلسلہ میں کیونکہ نہ برپا ہو میرا غل
 دیتا ہوں کوئی قافلہ یاروں کا پھٹکنے
 پیدا ہو یعنی میرے ہونے سے نہ ہونا
 گل کے بھی نہیں کانِ تلک مجھ کو رسائی
 جس رخ کا میں بسہ لوں طرے سے کیا دے
 گہم سا یہ فگن شہ پہ ہوں درگاہِ گسار
 ہو میرے ستانے میں محبت کی ترقی
 کرتا ہوں موئے پر بھی و اخلاق کی حاجات
 مسجودِ خلالتِ ہر میرا عجزِ ازل سے
 ہر عضو کو میرے سبقِ ذوقِ طلبِ ہر
 ہی میری شتی میں یہاں ایک نزاکت
 بھاتا ہر وطن میں مجھے اندازِ غیبی

وہ مہرِ صفت جلوہ جو کرتا ہے معروف
 میں ذرہ کی مانند طلبگارِ رضا ہوں

سرخ و غنچہ وار رکھتا ہوں
 میں خزاں میں ہا رکھتا ہوں
 آرزو میں ہزار رکھتا ہوں
 موتیوں کا میں ہار رکھتا ہوں
 کیا کسی کا اُدھا رکھتا ہوں
 بس ترانہِ انتظار رکھتا ہوں
 میں ہی قصیدہ وار رکھتا ہوں

روز بس شرمسار رکھتا ہوں
 چشم پر خون کے فیض سے دہم
 واقعی دل تو ایک ہی سیکن
 کس نے باندھا ہر آنسوؤں کا
 بوسہ مانگا تو بولے وہ اوجی
 آنکھ جس روز سے کھلی میری
 محتسبِ خستِ زکوٰۃاں سچ ہو

حاجی میں تجھ سے عبا رکھتا ہوں	خاک ہ اُس کی کیوں کیا بہ فلک
	ہوں زبس رو سیاہ اے معروف آر سی سے بھی عا رکھتا ہوں
وصلِ حق ہو وصالِ درویشاں قہرِ حق ہو جلالِ درویشاں نورِ حق ہو جمالِ درویشاں رو کرے جو سوالِ درویشاں ہو جو وہم و خیالِ درویشاں جو کہ ہو بد شکالِ درویشاں دولتِ بے زوالِ درویشاں ای خوشحالِ وصالِ درویشاں	ہو فنا میں کمالِ درویشاں ان سے حق کی پناہ مانگا کر دل کو روشن کرے ہو کلا دھیاں ہو وہ دونوں جہان کامرود اُس کو الہام کہتے ہیں غافل بخدا وہ حسد کا دشمن ہو صبر و شکر اور فقر و فاقہ ہو دل میں حق ہو زبان پر حق ہو
	اب جو درویش تم ہوئے معروف کیجے پیدا خصالِ درویشاں
جو راہِ عشق میں ہم چھوٹک پھونک اب پاؤں دھرتے ہیں تو یہ باعثِ ہوا ہی ہمدم کہ سوسائی سے ڈرتے ہیں لگے آنے جو بختِ دل بھی سے چشم میں یارب تو آکے دیکھیے ہاں اب وہ کیا کیا گل کرتے ہیں کچھ ایسا کر فلک وہ یار پھر اغیار سے بگڑے کہ سب کام اس میں پھر گڑے ہوئے اپنے سنوتے ہیں قسم دے کر انھوں کے آدمی سے میں نے جو پوچھا کہ سچ بتا وہ مجھ کو قید میں بھی یاد کرتے ہیں	

کہا اُس نے کسی کے دل کی کیا معلوم ہو سیکن
تھارا ذکر آتا ہو تو اکثر آہ کرتے ہیں

غزل ایک اور لکھیے ادا الہی بخش خان صاحب
قلم کو ہاتھ سے اپنے ابھی کیوں آپہرتے ہیں

زبیں وہ چاہتے ہیں ہم کو اور ہم اُن پہ مرتے ہیں
یہاں رہتے ہیں ہم نالائہاں وہ آہیں بھرتے ہیں
نہ پوچھو اپنے دل پر آہ اُس دم کیا گزرتی ہو
کبھی وہ ساتھ غیروں کے ادھر سے جو گزرتے ہیں
گناہ گار اُس گھڑی سب ہم کو ٹھہراتے ہیں حاکم کا
کبھی جو زبردوار اُن کے ہم جا کر ٹھہرتے ہیں
جُدائی میں انھوں کی مجھ کو کیوں ہچکی لگی یا رب
کہ سب پر ٹھل گئی چاہت وہ ان کو یاد کرتے ہیں
عزیز و عشق میں کیا آدمی کو عقل آتی ہو
کہ اب ہم اور وہ دونوں جو بدنامی سے ڈرتے ہیں
تو پس اوپر کے دل سے ہر کسی کے سامنے اکثر
بُرا کہتے ہیں ہم اُن کو ہمیں وہ نام دھرتے ہیں

ہزارا غیار سمجھا یا کیراں بیچ ادبچ اُن کو
انھوں کے دل سے ادا معروف ہم کہتے ہیں

کر نہ رسوا دل بتیاں بس اڑائے ہیں
دوستو بہر خدا کوئی تو بتلاؤ علاج
شب کی باتوں سے بھل گئے ہیں اُسے ہمیں
کہ شب ہجر ہر شام سے مندا آئے ہمیں
آہ ریگ لب ریا کی عمارت کی طرح
خود ڈھبے جاتے ہیں جب تک کہ فی ہوا ہیں

نا سمجھ اس کو سمجھتے ہیں جس سمجھائے ہیں وہ نہ آئے تو وہاں ہی کوئی لے جائے ہیں پھیرے منہ جو کسی کو کوئی دکھائے ہیں رو برو دیکھ کے جو شخص پڑا پائے ہیں دفن کرنے کو پس از مرگ جو لے جائے ہیں	جو ہیں دیوانہ عشق اُن کی سمجھ ہو کچھ اور یک نظر پھر بھی اُسے دیکھ لیں فرصت کم ہو اب ہنسل اپنی ہو جو آئینہ زنگ لودہ تغزیت نامہ افتادہ میرا رہا ہیں ہم ہمدم اُس شخص سے کہہ کھینویہ تو چپکے سے
--	--

نوبرویں کو جہاں دیکھتے ہیں اسی معروف
حسرت آتی ہو کہ ایسا نہ کیا ہے نہیں

چین پڑتا نہیں اُس بن مجھے ایک آن کہیں
آہ جی جاؤں نکل جائے اگر جان کہیں
چشم و کا کل سے تیرے نرس و سنبل کی طرح
کوئی حیران ہو کہیں کوئی پریشان کہیں
کس کا داماں چھٹا ہاتھ سے میرے مہبات
اب جو دامن ہو کہیں اور گرمیاں کہیں
دم آخر تو مجھے پاؤں پر سر رکھنے دے
مرے مرتے تو نکل جائے یہ ارمان کہیں
پاس سے جاتے ہی اُس کے جو گئے اپنے حواس
بات کرتا ہوں کہیں دل ہو کہیں دھیان کہیں
آئینہ لیکے ذرا آپ ہی کیجئے انصاف
ایسا دیکھا ہو کبھی تم نے بھی انسان کہیں
قبر عاشق سے جو پھوتا ہو تیرے غنچہ گل
رہ گیا ہو گا کسی تیر کا پیکان کہیں

بڑھ گیا ربط تصور سے یہ جس کے معروف
کہ نہ کرتا نہیں نظروں سے وہ ایک ن کہیں

سپاہی ہیں بن بندھے ہوئے تلواریں ہیں
کہ اکثر خود بخود ہونے کے ہم بیدار سوتے ہیں
جو معشوقوں کے زیر سایہ دیوار سوتے ہیں
یہ میرے سرگسں بیما کے بیمار سوتے ہیں
جولاکھوں بار اٹھنے ہیں ہزاروں بار سوتے ہیں
خطر کی جا جو سوتے بھی ہیں تو وہ ہتیار سوتے ہیں
کہ ساغر لگ ہا ہا منہ سے اور زخوار سے ہیں

نہ ہم محو خیال ابرو سے خمدار سوتے ہیں
تھہرا سوتے سوتے چونکے نہ یہ کھیل میں
انہیں تیری طرح ایسا نہ پھرنا نیکلیں ہی
وہ اپنی کشتہ چشتم مفتن دیکھ کر بولے
الہی ہم کو ہر کس کا خیال غائب بیداری
یہ نزل کاہ دنیا کیج آسائش نہیں غافل
گاہ مست ساقی ہیں ہی کیا دارے یہ ہوشی

نہ کرو سوہن دل میں چل ہاں معروف بے کھلے
کہ درباں او نگاہ اور چو کیدار سوتے ہیں

جس طرح لکھا میری تقدیر میں بیٹھا ہوں میں
آج گویا محل تصویر میں بیٹھا ہوں میں
آپ کے خانہ زنجیر میں بیٹھا ہوں میں
تس نہ کہ نسخہ اکسیر میں بیٹھا ہوں میں

عاقبت فکر دل دلگیر میں بیٹھا ہوں میں
ذرا دھر سے کچھ سخن ہو ذرا دھر سے کچھ کلام
دیکھیے سودا کہ یہ دنیا تو ہی موج ہر لب
وائے غفلت آپ ہونا ہی مجھے کیونکر غما

دھیان ہے معروف جو لعل لب لبائے بخش کا
اب بین کے ملک کی جاگیر میں بیٹھا ہوں میں

مردوں کی کھلبلی نہیں تلواریں سے آنکھیں
پیوستہ ہیں احسرت دیدار سے آنکھیں
کیا کم ہیں میری جوہری بازار سے آنکھیں
رہتی ہیں لگی خانہ خمار سے آنکھیں

کیا اُس کی میں ابرو سے خمدار سے آنکھیں
رہن ہونے کیوں یکہ ساں راز محبت
جوں لعل دگر بخت دل لاشک داں ہیں
عینک جو ادب پیش نظر سا غرمی کی

دریا یہ چڑھا کر یہ سے میرے کہ ذرا پار تحقیق ہی بڑھ جائے ہر گل جن کو تو پھر وہ	کچھ کام نہیں کرتی ہیں اب اسے آنکھیں معدور ہیں نظارہ دیدار سے آنکھیں
موسم پہ وہ برسے پست رفتاری معروف بہتر ہیں میرے اب کھر بار سے آنکھیں	
سنوں میں عشق کی کوئی نکرہ دھیان سے باتیں کہے ہر مجھ سے کوئی تجھ کو یاد آیا ہو یہ اوج خاک نشینی میں عشق نے بخشنا ہوا ہوں محو کسی کی میں دیکھ کر تصویر	گمان کی میں نرالی جہان سے باتیں کروں ذرا جو نہ اُس بد گمان سے باتیں کرے ہو آہ میری آسمان سے باتیں کہاں وہ تابک وں جو زبان سے باتیں
تھے جو نرم سے اس نے اٹھا دیا معروف وفا کی اٹھ گئیں شاید جہان سے باتیں	
اس شکل سے جو حیران آئینہ وار ہوں میں تڑپا کروں گایوں ہی میں نیجاں ابد تک کس سیمبر نے پھینا صبر و قرار میرا یہ داغ سینہ و دل ہیں لائق تماشا لطف و کرم یہ تیرا کس دن کے واسطے ہو پیغام وصل قاصدا لٹا و ہاں ہی لے جا سب اختیار میرا ہی اختیار تیرے کیا خاک اس کے دل میں اپنی جگہ کروں اب	وہ کون ہو ابھی جس سے دو چار ہوں میں غفلت شعار ہو وہ جس کا شکار ہوں میں سیماب ارباب جو یوں بے قرار ہوں میں گاہے تو سیر کیجئے باغ و بہار ہوں میں یعنی کہ اب سراپا تقصیر وار ہوں میں کس واسطے کہ ایم یاں محو بار ہوں میں مختار ہو تو پیالے بے اختیار ہوں میں یاں تک فنا ہوا ہوں یعنی غبار ہوں میں
معروف یہ سخن تو ہی پائیدار میرا جو نقش آب ہر چند نا پائیدار ہوں میں	
آہ میں جس کے نہیں خاک لٹروہ میں ہوں	عمد بھر لائے نہ جو غل ٹروہ میں ہوں

ہو سکے کس سے تلاشِ دلِ گمشدہ یہاں کیون بھاگے مسے سایہ سے بھلا باد بہار مجھ کو کچھ رونے سے منظور نہیں مثلِ شرر بھاگتی اڑی میسے سایہ سے تیری لعلِ سیاہ دید میں آئینہ کو بھی ہو تکلف منظور کون کرتا ہو وہ اندیشہ اگر یہ وہ نہیں	جان کی اپنی نہ ہو جس کو خبر وہ میں ہوں جس کو کہتے ہیں خن ان یہ تجر وہ میں ہوں ہنستے ہنستے جو کسے دم میں فروہ میں ہوں جس سے کرتی ہو بادل ہر ضرور میں ہوں جس کو کچھ اور نہیں منظور وہ میں ہوں تو کسے چھپے ہو ادا و ہم اگر وہ میں ہوں
لالہ کی طرح گلستانِ جہاں میں معروف جس کا چھوٹا نہ کبھی داغ جگر وہ میں ہوں	
دوستو محکوم جس کے دل سے ہم ان دنوں ایک عالم جس کے نظارہ کا ابشتاق ہو گنجہ غیروں سے کھیلے ہو وہ تنکِ قناب آدمی ان کا کسی دن سے نہ آیا کیا کہ آہ روز یہ پہونچی ہو دستک ہم پس کی عشق نے کس جاہ عاشق کیا فتنے ہمیں لا کر فلک اور ننگ نام کی ہو غرض تجھ میں عزیز	کیا غضب ہو حاکم اس کو خود بیدم ان دنوں اُس پری وں پر عزیز ہو یہ عالم ان دنوں کس طرح رہو سے مزاج اپنا نہ برہم ان دنوں پیٹ میں اپنے سنا تا ہی نہیں م ان دنوں دم بدم کرتا ہو خونِ دل طلب غم ان دنوں دل تو کہتا ہو پڑھا کر شعر ہر دم ان دنوں شعر تو ایک چیز کو کہ بات بھی کلم ان دنوں
اب جو سو ہو غزل پیئے بدل کر تافہ شعر بن معروف ہ سکتے نہیں ہم ان دنوں	
بار غم سے یہ ہوئی ہو اپنی حالت ان دنوں اُس لبِ شیریں کو سہ غیر لیتے ہیں دلا چپٹ ہو بس نہ کچھ منہ سے سنو گے نا صحا شاخِ نرگس کے قلم سے اُس کی یادِ شمیم میں	ملا ٹھانے کی نہیں بہتر سے طاقت ان دنوں کچھ نہیں اب نہ گانی کی حلاوت ان دنوں کچھ نہ سمجھاؤ مجھے حضرت سلامت ان دنوں برگِ گل پر میں لکھا کرتا ہوں صاحب ان دنوں

ہر کہیں کہتا ہے قصہ تو جو زلفِ یا رکا میں تو کج کرتا ہوں گڑی اور نہایتیں وہ بال	کیا دلِ ناواں تیری آئی ہو شامت انہیں معا ہوتی ہو یوں صاحبِ سلامت ان دنوں
آپ کا احوال تو سب سے کچھ معروف ہم اُس ستم گر کی کہو اب کیا ہو حالت انہیں	
بہارِ مست باغِ جنتِ الماویٰ نظام الدین پھپھائے اُس جہول کی حقیقتِ سخت اداں کو ہم اُس پر دین دنیا کے صدقے فخر کرتے ہیں عدم کو اٹھ کے میں چلنے لگوں جس وقتِ نیا ہم اُس کا آپِ عشق کہیں کیا منہ ہارا ہو گئے ہیں جو کہ سوئی کی طرح طورِ محبت پر تیرا کوچہ چودہ گلزار جس کے رہنے والوں کو خیالِ قامتِ موزوں میں تیرے جسے رہتے ہیں نظامِ دینِ احمدیہ سے ہوا حقِ قبلہ عالم	چراغِ خلوت نہ لگند خضرِ نظام الدین کہ ہے ہفت آسمان کے راز کا دانا نظام الدین کہ ہے شبہ فخر الدین والدنیا نظام الدین اپنی میسے منہ سے نکلے اُس دمِ نظام الدین تکلف برطرف محبوب ہو کس کا نظام الدین افیس ہو نقشِ پاتیرا یہ بیضا نظام الدین ہیں ہو گلشنِ جنت کی بھی پروا نظام الدین بہیں رہتی ہو سیرِ عالم بالا نظام الدین یہ اہم با سسئی نام ہو تیرا نظام الدین
ہامت چھیڑ مشیتِ آتخاں معروف سکین کے یہ جزیرِ سگان کوئے مولانا نظام الدین	
قبلہ و کعبہ صاحبِ نظر ان فخر الدین خضر صحرائے بقا والی اقلیمِ صفا پایہ منزلت و قدر کو تیرے پایا دی ملک سے تجھے نسبت تو وہ بولا نہ ہو محو ہو رنگِ ظہور آپ کا نیرنگی میں وہ جو ہو گلشنِ سرسبز حقیقت اس میں	فخروں فخر ز میں فخر زماں فخر الدین ہادی خلقِ شہ فیضِ رساں فخر الدین بر ترازِ حوصلہ وہم و گماں فخر الدین کہ یہ ناپزیر کہاں اور کہاں فخر الدین کس سے ہوں آپ کے اوصافِ یاقین فخر الدین قد موزوں ہو تیرا سرور واں فخر الدین

خرمین وہم و خیالات و گماں فخر الدین ذکر تیرا ہوسدا اور وزباں فخر الدین جلد کر اس کا علاج خفقاں فخر الدین	نظر تیز تری دیتی ہو جو برق جلا روز و شب و تیری شکل لے جاں ہر مجھے زیست کی اپنی خفا ہو خفقاں کے باعث
عرض حال دل محروف کی حاجت کیا ہو تجھ پہ ظاہر ہیں سب سرائیں ہاں فخر الدین	
جلاد دیا مجھے سوزِ جگر کو کیا کو سوں گیا تو مر ہی گیا نامہ بر کو کیا کو سوں و نورِ اشک و تصورِ بصر کو کیا کو سوں غضب کیا قرۂ رخنہ گر کو کیا کو سوں جیا کسی کی نہیں اس بشر کو کیا کو سوں بحاظ آتا ہو پچھلے پہر کو کیا کو سوں	ڈبا دیا مجھے اس چشمِ تر کو کیا کو سوں کہے تھا مجھ سے کہ سو کوں وز چلتا ہوں نہ آنکھ بھر بھی اس مہروش کو دیکھ سکا پڑے ہیں سینہ سے لے تک میرا زرو چھید کل اُن سے نرم میں بوسہ طلب کیا تو کہا جنائیں سب تیری آتی ہیں داغِ زرب
دیا ہوا اپنے سے ظالم کو اس دلِ معروف اب دُر اس بہت بیدا گر کو کیا کو سوں	
اپنے بھی گوشہِ خاطر سے فراموش ہیں دید کو چشم ہوں سننے کے لیے گوشتن ہیں نظرِ خلوت سے اس اسطے روپوش ہوں یار کے سایہِ قامت ہم آغوش ہوں دیکھنا زلف کو بھی دامِ مہروش ہوں لیک جو آئینہ و عکس ہم آغوش ہیں شفقت نہیں تم میں سید پوش ہوں تو جالینش گر ہو تو وفا گوش ہوں	یارِ بن یہ ڈاندوہ سے مدہوش ہوں جو صدفِ یکتِ باں ہی نہیں رکھتا لیکن جستجو جس کی ہو وہ پردہ نشین ہو عنقا نا تو انی کا یہ احسان ہو کہ جس کی دولت خالِ رخ ہو وہ نہیں نہ کچھ احوالِ بدول گرچہ ہوں فرق سے اس آئینہ رو کے آگے عشرتِ وصل کا فوت آج ہوا وقتِ افسوس عمر بھر میری تیری خوب بنے گی ظالم

ہو قوی عشق کی سیسے پیل کی معرفت

لشکرِ صبر و قرار و خرد و ہوش ہوں میں

ہم ازل سے چشم پر غم ساتھ لیتے آئے ہیں
جب تک جیتے ہیں ہم مرنا ہمارے ساتھ ہر
سوز دل سے میرے حل کے بولے سارے حنبی
یوں تو حق سب کا ہو لیکن یہ جو خلوت گاہ حق
وقت پیدائش کے کرباں اس لیے تھے نہیں طفل
جان و قلب جسم و تاب چشم و گوش و نطق و ہوش
دل ہی جس کی نہ کہو ہیں ہم تو کچھ کس سے کہیں
گلشنِ ہستی میں ہم کو کچھ نہیں فکرِ معاش
جوں جواب اک م کے ہن بحرِ جاں پہل ن

ہو برابر و ناہی غم ساتھ لیتے آئے ہیں
موت ایک ن کے لیے ہم ساتھ لیتے آئے ہیں
خلد میں بھی ہر غم ساتھ لیتے آئے ہیں
دل نہیں ہم عرشِ اعظم ساتھ لیتے آئے ہیں
غم زیادہ خورمی کم ساتھ لیتے آئے ہیں
ہم بھی کوئی روز عالم ساتھ لیتے آئے ہیں
یہی تو ہم ایک محرم ساتھ لیتے آئے ہیں
آبِ دوا نہ مثلِ شبنم ساتھ لیتے آئے ہیں
چشم پر غم بہر ماتم ساتھ لیتے آئے ہیں

آج کیا دیکھ آئے ہیں محروفتِ پیر اُس کی اہم

ایک خرابی کا سا عالم ساتھ لیتے آئے ہیں

شمع کی مانند جب تک قہقہہ جاتا ہوتا نہیں
پشت لبِ پیر اُس کی خطا رب سے اکیونکر نمود
جو میں اہلِ یدان کو گفتگو سے کام کیا
ہو خدا کی ہرمانی جو کہ بُت ہیں ہر باں
زندہ جاوید ہوتا ہو سرے جو عشق میں
نا انا ہجو رکاوٹ کا تھا نہیں مفہوم خوب
کوئی شہو دنیا میں مگن اپنے یان تھاں ہو تو
تا کسی پردہ نشیں کا اوی کھائے نہ غم

تب تک اہلِ سخن آتشِ زباں ہوتا نہیں
آتشِ باقوت میں مطلق دھواں ہوتا نہیں
خانہ آئینہ میں شور و فغاں ہوتا نہیں
کوئی اُس کی بے عنایت مہربان ہوتا نہیں
نام کو جی کا زباں ہو پر زباں ہوتا نہیں
دیدہ خود بخوار جب تک تر جاں ہوتا نہیں
میزبان کے گھر کا مالک مہاں ہوتا نہیں
اور دکھ یوں ہو تو دردِ دہاں ہوتا نہیں

کوئی تو ہر غم میں ہوش کہ دل ہی چاک چاک سر کے بل چلتے ہیں عاشق خوب بیکھا غور سے عاشق حیرت زدہ کیا جانے آہ گرم کو منع مست کر مجھ کو ہمدرد روز پستی نہ کھا	آسمانِ مہ نہ ہو مکرے کتاں ہوتا نہیں نفس و پاک راہ الفت میں نشاں ہوتا نہیں گلشنِ تصویر میں دخل خزاں ہوتا نہیں بھید یہ ہر راز عشق اس میں عیاں ہوتا نہیں
فرقہ عشاق میں مشہور کب ہوتا ہو وہ ناکونی معروف ہوئے جہاں ہوتا نہیں	
کس طرح لوگوں میں حالِ اندیش تم سے کہوں غیر کو مست بنیٹھنے دے نہ پہ فرماتے ہو غم دور پہ بات کر سو دیوار بھی رکھتی ہو کان دل لگی جب ہو کہ باتیں اپنے دل کی کہ تم شکوہِ ناحق کسی کا مجھ سے ہو سکتا نہیں اویطیبو ہاتھ اٹھاؤ تم میری تدبیر سے غزق ہوں اس فکر میں ایسا تماشا ہو کوئی	تم اگر تنہا سنو سو بار میں تم سے کہوں گردہ اٹھنے میں کرتے تکرار میں تم سے کہوں یوں بھلا کیونکر پس دیوار میں تم سے کہوں ایک دو مجھ سے کہو دو چار میں تم سے کہوں ہاں جو کچھ کہیں مجھے اغیار میں تم سے کہوں عشق کا جاتا نہیں آزار میں تم سے کہوں اجرائے چشم دریا بار میں تم سے کہوں
اس لیے معروف اب ہم نے یہ لکھی ہر غزل تھا زبں تکیہ کلام یا میں تم سے کہوں	
صویرِ یار کا ہو اور میں ہوں جُدا فی کے سوا جینے کا ہو غم دل بیتاب یہ کہتا ہو میرا جو پلٹے پاؤں سے اُشخ کئے ات اٹھایا ہاتھ الفت سے بتاں کی جو پوچھو کو چہ گردوں کو جہاں کے	یہی اب مشغلا ہو اور میں ہوں غضب ہو وہ جدا ہو اور میں ہوں کہ ایک قبلہ بنا ہو اور میں ہوں تو پھر ابکی حنا ہو اور میں ہوں بس اب خدا ہو اور میں ہوں تو ایک باد صبا ہو اور میں ہوں

سدا خوف رہا ہوا میں ہوں ادھر میری دفا ہو اور میں ہوں تو پھر تیرا کلا ہو اور میں ہوں کلاب دایم بلا ہو اور میں ہوں یہ میرا جو رہا ہو اور میں ہوں در پہ مغال ہو اور میں ہوں	گئے امبیا کو گہہ یاس ایمان ادھر تیری جفا ہو اور تو ہو جو تو مرغِ سحر بولا شب وصل خدا ہی ہو رہائی زلفت ہو گدا کو چاہیے کیا فرشتہ قالیں کوئی کعبہ کو جاتا ہو تو جائے
ہنسیاں شعر کچھ بن بات معروف یہی اب تذکرہ ہو اور میں ہوں	
جب تلک بزم میں بیٹھ نہ اٹھائیں نکھیں دیکھنے میں کبھی ایسی نہیں آئیں آنکھیں چشمِ تر دیکھ مجھے سب کی بھڑائی نکھیں واہ کس حسن کے پردے میں دکھائی نکھیں جو بلا لائیں میرے سر پہ لائیں آنکھیں بس کہ نکھیں اس رخِ روشن پہ گرائیں آنکھیں	سُکھیں اُس کی ہنس یاد جو آئیں آنکھیں قسم آنکھوں کی ہو جو تم نے پس پائیں نکھیں چشمِ تر آئینہ خانہ میں گیا جو تجھ بن گھور کر آئینہ میں مجھ سے کہا اگر دیکھ شکوہ دل کا ہو غلط اس کی نہیں کچھ تقصیر تل نہیں مردِ حکیم کا اپنی نشان
غم میں روتے جو ہیں ایک دہشتی کے معروف گھر میں یا کوئی اور ہم سے چھپائیں نکھیں	
پھر ادھر کیوں تیری چشمِ سر کیوں ٹھٹی نہیں ہاتھ سے اُس کے تو اب ہر نہیں ٹھٹی نہیں جس کے باعث گردن زدہ کیوں ٹھٹی نہیں ایک نکتہ تک جس کی اہمیت کیوں ٹھٹی نہیں یہ جفا ہم سے تیری عزتِ نازیں ٹھٹی نہیں	چشمِ تر سے ایک بل لیں آئیں ٹھٹی نہیں نا تو اتنی کیا کہوں تیرے مرضِ عشق کی بارِ غم ایسا ہی یار کو کچھ تو ہو بارِ گراں عشق کے بازار میں بے قدر ہو جس دل اور جو چاہے ستم کر غیر کے مت پاس بیٹھ

ان بتوں کے در سے گرمی جہیں ٹھٹی نہیں
دست نازک سے بھی شاخ پائیں اُٹھتی نہیں
جوں گس پھنس کر میان انگلیں اُٹھتی نہیں
کسی سے خواہش نہ بناؤں اُٹھتی نہیں
سطر یہ ہم سے الہ العالمیں اُٹھتی نہیں
یوں ہی اُفتادہ پڑی ہو وہ زمیں اُٹھتی نہیں

طعن مت کرنا ہمارا اپنی اپنی سر نوشت
بار سے پھولوں ہی کے کیا وہ نچکتی تھی کمر
اُس لب شیریں سے ہو یوں خاک کو چسپیدگی
ناقصوں سے سچ ہو ستغنائے کامل ہو حال
کس طرح اس زلف کے مضمون کو کچھ موبو
ہو وہ اُفتادہ کہ حسن چارہ اب مدفن میرا

محل اہل سخن معروف ہوں واسطے
شعر کی لذت بنیر از سامعین اُٹھتی نہیں

خاک میں تم اس بہانے سے ملا دو گے ہمیں
پھر تو بس کسیر ہی گویا کھلا دو گے ہمیں
دور ہی جی کے گو ہم کو اُٹھا دو گے ہمیں
سو جتا ہو اُس کی نظروں سے گرا دو گے ہمیں
اُس سے دل جب صاف ہو گا کھلا اُڑا دو گے ہمیں
صبر کے دریا میں بار و گرد و باد و گے ہمیں
تو برت کعبہ ایک دن بت بنا دو گے ہمیں
جانتے ہیں ہم کہ جب دُگے غدا دو گے ہمیں
کچھ نہ ہو گا فائدہ گر تو دوا دو گے ہمیں
صبح تک شہر خوشاں میں سُلا دو گے ہمیں
ہیں سزاوار اُس سزا کے جو سزا دو گے ہمیں
لے چکو گے جبکہ دل سے بنا دو گے ہمیں
تم کو ہم تم سا دکھا دیں تو کیا دو گے ہمیں

لطف سے کب مر گئیں آنکھوں میں جا دو گے ہمیں
خاکِ پاس سے تم اگر اُس کی چھا دو گے ہمیں
تم کو پاس غیر ہو کب پاس جا دو گے ہمیں
ہو یہی رونا اگر ای دیدہ گریاں تو پھر
ہم نہیں تک ہیں کہ جب تک ہو کورتِ غیر
پاؤ گے جو اُٹھ ہی بے آب اُس بن مضطرب
گر یہی ہو حیرت افزا جلوہ حسنِ مبتلاں
قول دیتے ہو کسے کب ہو تمہارا اعتبار
ای طیببو ہم مرین ہجر ہیں جز وصل یا
وصل کی شب گئی یہی ہو چپچپتاری سُن رکھو
کیجیے تیرا ویز غم عشق پر یا سنگسار
دل کے لینے تک فقط ہو رسمِ وراہِ دوستی
اُس نہاں بخل میں کھ کے جوانی سے کہا

سُننے ہی اس بات کے پہلے تو حیراں ہو گئے
پھر کہا ہنس کر کہ آئینہ دکھا دو گے ہمیں

دیں گے اوصافِ بھینج جج تب سرو پر
جب عنسل اس طرح کی لکھنا دو گے ہمیں

ضد نہ کر صدیک زبوں ہر تجھ کو پھر دھوپ میں
ورنہ گل اور شک گلانا ہر کملا دھوپ میں
موم کا ہر کیا کچل جائے گا ایسا دھوپ میں
جس طرح بھاؤں کا ہوئے مینہ برسا دھوپ میں
ٹوٹنے کے اسطے رکھا جو تکیا دھوپ میں
گر چلے ہو ڈال کو سر پر دو پٹا دھوپ میں
کب سے اسی بے رحم جلتا ہر جبار دھوپ میں
تن ہمارا چھاؤں ہیں دھاؤں دھاؤں دھوپ میں
دیکھ لے تو گر نہ دیکھا ہو جو تارا دھوپ میں
کی ہر یہ وارھی سفید اپنی کہیں کیا دھوپ میں
چھوٹی چیل بھی اس فت انداز دھوپ میں
یعنی رہتا ہر تیرا اکثر جو انتا دھوپ میں
مجھ کو غم ہر رنگ ہو جائے نہ تانا دھوپ میں
شدت گرمی سے کم چلتا ہر رستا دھوپ میں

تیری آنکھیں کھنیاں میں دیکھ متا دھوپ میں
تم تما کر منہ ہوا مسخ اور تیرا دھوپ میں
نامہ برمت عذر کر تو واں ابھی جا دھوپ میں
یوں بہار اشکوں کی جو اس ہیر رنگے رو پر
رات تیرے دشمنوں کی کیا گئی گردن اکڑ
دو پہر ہو ٹھیک نہ ڈھلنے دو مت جاؤ ابھی
کیا ہر حمانہ میں بیٹھا اٹھ کہ عاشق کا تیرے
چھٹ گئی کیا ایک طرف اس مہر و شمع نہ پہنچا
آئینہ میں ہو سنہار رنگ اپنا عکس خال
مجھ سے بولنے کو تو سمجھائے ہر کیا نا صحا
اس روپری میں کہاں مرغے لڑنے جائے ہو
کیوں نہ تابُخ سے ہو ہر مہر و شمع کی بہار
مت اڑایا کہ بوترو دھوپ میں اسی سم تن
ہر دلیل سوز غم جو اشک آنے سے ہر بند

سایہ میں کیوں اس کے دیکھ سو گیا معروف تو
تجھ کو اس تقصیر پر اس نے بھٹایا دھوپ میں

گویا ہم اس جہان میں نہیں اُجھلے ہیں
آخر جس تو اور بھی اس کارواں میں ہیں

آہٹوں پہر کسو کے جو فکر دباں میں ہیں
کیوں سرگراں ہو تم میرے نالوں کے ہمدو

شعلے ہمارے تن کے ہر ایک استخوان میں ہیں
 غافل ہیں عجب خدا سے وہ خواب گاہ میں ہیں
 نقش و نگار یعنی بہت اس مکاں میں ہیں
 پھالے پٹے ہیں پاؤں میں کانٹے زباں میں ہیں
 گر سوز دل کے آپ سے امتحان میں ہیں
 مرغان شاخ سار جو شور و فغاں میں ہیں
 کس طرح کے پیہم دل بدگماں میں ہیں
 مضمون قتل سطر گنگاں میں ہیں
 دوسے پال لال جو چشم بتاں میں ہیں
 دو چار ڈھب کے پھول تو ہر گلستاں میں ہیں
 جو خوبیاں کہ اُس بُت نامہاں میں ہیں
 لاکھوں طرح کے سحر جالے بیاں میں ہیں
 جس جس طرح کے لطف کہ دنیاں میں ہیں
 ہاں شرم کر کہ ہم بھی تیرے کشنگاہ میں ہیں

سوزِ تنِ بے پوچھو کہ مثلِ شمع
 بیدارِ عینِ خواب میں رہتے ہیں اہل دل
 دنیا پسند طفلِ مزا جاں نہ کیوں کہہ دو
 صحرا نور و کانِ جنوں کا نہ پوچھ حال
 سینہ پہ ہاتھ رکھ کے ذرا دیکھ لیجئے
 شاید ہوا اسیر کوئی ہمِ صنیر آج
 اُٹھتے نہیں ہیں ہم کوئی بیٹھے جو اس پاس
 بیڑے کے سینے سے تیرے احوال کھل گیا
 ہیں بھی مرغِ دل کے گرفتاریوں کے دم
 تجھ میں گل کرشمہ کھلے ہیں ہزار ہا
 ہر سچ تو یوں خدا کے بھی آگے کہیں گے ہم
 گر رعبِ حسنِ ہمتِ تقریر دے نہیں
 سچ پوچھیے اگر تو کسوبات میں نہیں
 قاتلِ ہماری لاش کو مت چھوڑے لکھن

دیوانی کا اپنی ہو معروف کیوں نہ نعل
 روز ازل سے سلسلہ خواجگاہ میں ہیں

پوچھتے جاتے ہیں کیوں کہ لکھن سیتے ہیں
 کہ سوا باز کے کب چشمِ زغن سیتے ہیں
 مشکِ نافہ کو دلا اہلِ غن سیتے ہیں
 کہ دہاں ہونچھ کے ملتے ہی ہن سیتے ہیں
 ضحیف میں کیا کہیں بستر سے بدن سیتے ہیں

تیرے زخمی کے جو زخمِ سرو تن سیتے ہیں
 چشمِ زخمِ آئے نہ جزم کے نام و دہن
 زلفِ مشکین کا قصور جو کیا چشم کو سی
 حرفِ مطلب کوئی کیا نہ ہو لبِ ہک لگا
 ناتواں یوں جو تیرا وصل ہی بستر سے ہم

سامیں بھاپے منہ بیٹھیں جہاں اُمّ معروف
اں جگہ اپنا دہن اہل سخن سیستے ہیں

والہ آسماں پہ پہونچا زمیں سے میں
بکتی نہیں خوشی جو دلا دوں کہیں سے میں
یعنی ہوا ہوں ایک سنگے سنگیں سے میں
رکھتا ہوں کام اب تو دم ڈھپیں سے میں
ہنستا ہوں ایں بھاپے ہر ایک جس سے میں
ماری خوشی کے تاقد آدم زمیں سے میں
پونچھوں ہوں شک دیدہ تر آستیں میں
پر گندہ دل جہاں ہیں نقش نگیں سے میں
رکھتا جو عشق گر کسی پر وہ نشیں سے میں
محبوب گر چہ دل میں ہیں عین المیقین سے میں
نخسین چاہتا ہوں جہاں آفریں سے میں
رکھتا نہیں نیاز کسی ناز میں سے میں
ڈرتا ہوں جس قدر تیری چین جبین سے میں
قاصد کو دیکھتا ہوں کھڑا دور ہیں سے میں

رگڑوں مع ہر جزو پائے بت مہ جبین سے میں
کیا جی میں ہر نخل دل اندوہ گیس سے میں
دیدار اب خدا کا مجھے ہو چکا نصیب
بحر حجاب سے ہو غرض کیا کہ جو حیات
مرنے کے گو قریب س پر ہوں زندہ دل
اُس ہر وفد کی سُنتے ہی آمد اچھل پڑا
ایک موج بحر ہر شکن آستیں بنی
پروا نہیں ہو کچھ مجھے نام و نشان کی
کیوں اس طرح سے غافل نہیں ہو کے بیٹھتا
مسند نشیں ہوں تہ حق المیقین کا
سائے جہاں میں تجھ کو چُنا اس نگاہ نے
اس ناز میں بغیر قسم بے نیاز کی
موج خطر سے بحر میں اتنا نہیں خطر
اللہ سے انتظار کہ کوٹھے پہ چڑھ کے وز

معروف ہوں گہ میں درشاہ مر فتنے
رکھتا ہوں گہ میں لے نان جو میں سے میں

ہم اے ایسے قلندر کہ گھر میں خاک نہیں
کہ دو جہاں تلک اپنی نظر میں خاک نہیں
چلو عدم کو کہ اُس گز میں خاک نہیں

لے کہاں سے جب میں سمیر میں ک نہیں
الہی کس کی یہ دیکھیں میں سر مر سا نکھیں
عزیز واسوہستی میں کیوں مکد رہو

بصر کا نقص ہو خاک شفا کو کہنا خاک بجا ہو کوئی شہر کو کہے اگر ناری بشر کو حق نے بنایا ہو چار عنصر سے نہ جی چراے ہر ایک کیوں عدم کے جانے سے یہ اتنی خاک پتنگوں کی کیا ہوئی اوشیح کیا ہو قتل تو دفن اپنی ہی گلی میں کر	یہ خاک دیدہ اہل بصر میں خاک نہیں بغیر آگ کے دیکھا سفر میں خاک نہیں کہو نہ خاک کہ صرف اس شہر میں خاک نہیں سولے رنج کے احت سفر میں خاک نہیں کہ دیکھ دامن بادِ بحر میں خاک نہیں کہ چھوڑنے کا یہ ایک نقطہ بھٹک نہیں
وہ کو مانگ کے پانی محل نہ معروف یہ مفلسی ہو تمیم کو گھر میں خاک نہیں	
یار کی جب سے خبر کچھ ہمیں معلوم نہیں دل کا سودا تو کیا عشق کے بازار میں لیک رات بھٹی دن تو نہ تھا تو جو چھپاویں ہم سے نہ تو سو جھے، نہ انا کر کیا جاتا ہو دور نظروں سے جو تم ہم کو لگے ہو نہ کھنے گھر سے بس چلتے ہوئی اس کے یہ گئے آپتے ہم بے خودی نے یہ کیا آپ کی ہم کو شبِ وصل کیا زمانہ کی خبر پوچھے ہو ہم سے ہمد دیکھتے گنبدِ گردوں کو ہوئی عمر تمام سخت حیران ہیں ابھی دیکھ کے آئینہ کو	خلق بستی ہو کہ ہر کچھ ہمیں معلوم نہیں آج تک نفع و ضرر کچھ ہمیں معلوم نہیں باعثِ اذیتِ شکابِ قمر کچھ ہمیں معلوم نہیں رگِ جاں ہو کہ کمر کچھ ہمیں معلوم نہیں کیا جواب مدِ نظر کچھ ہمیں معلوم نہیں کون لایا ہمیں گھر کچھ ہمیں معلوم نہیں ہوئی کس وقت سحر کچھ ہمیں معلوم نہیں اُس بن اپنی بھی خبر کچھ ہمیں معلوم نہیں کس طرف اس کا ہو در کچھ ہمیں معلوم نہیں کیوں ہو یہ دیدہ تر کچھ ہمیں معلوم نہیں
بے خبر زندگی و موت ہم ہیں معروف کب جیسے کب گئے مر کچھ ہمیں معلوم نہیں	
مزا گفتِ شنو میں ہو کچھ بیان نہیں	زباں کے کان نہیں کان کے زبان نہیں

کہا جو حال سناے وہ ناقون نہیں سمجھ کہ مانگو کبابی کی ہاں دکان نہیں ہزار حیف کوئی اس کا قردان نہیں خیال میں نہ ہے یہ کہ اس کا دھیان نہیں عبت چڑھائی ہو بھوں جلبت کان نہیں کرے ہو سخت تاسف کہ اس میں جان نہیں	کہا جو میں نے کہ اس نا توں کا سُنیے حال بس ایک تھا دل بریاں سوئے چکے کیا رکھے ہو اور ہی کچھ منزلت یہ بے قدری لڑاؤ وغیرہ سے آنکھیں میری نظر میں رہو خدنگ عشق میری جان تیز دستی ہو مرض عشق کی تیرے جو دیکھی ہو تصویر
زمین شعرِ ہر باہر جان سے معروف کہ اس زمیں پہ جو دیکھا تو آسمان نہیں	
کہوں دل نازِ جانِ بانِ حاتم الدینِ خاں بصوتِ ہمد کنعانِ حاتم الدینِ خاں سمجھ کر قبلہ ایمانِ حاتم الدینِ حیدر خاں کہ ہو سرخ بھی تیرا قرآنِ حاتم الدینِ حیدر خاں کہ جی اٹھتا ہو ہر بیجانِ حاتم الدینِ حیدر خاں کہ ہو تو دور کا در مانِ حاتم الدینِ حیدر خاں چمن میں ہو نمکِ فشانِ حاتم الدینِ حیدر خاں پنکھل آئینہ حیراںِ حاتم الدینِ حیدر خاں	جو آؤ تم میرے مہاں حاتم الدینِ حیدر خاں کہیں ہیں اہلِ معنی دیکھ کر مصحفیت میں تیری ابرو کی جانب صورتِ قبلہ بنا دل ہو فقط تحریرِ خط ہو کچھ نہ تفسیرِ حسنی ہو کریں ہیں لبِ تے وقت سخن گویا سببائی کمیوں ہو دور تیرے کھینے سے رو دل اپنا گلوں کے زخمِ دل پر خندہ دنداںِ نما تیرا میری آنکھوں سے شکل اپنی اگر دیکھی نہ جائے
دلِ معروف سے تیری محبت کیوں ظاہر ہو رہی کیا گلِ ہر پہچانِ بو حاتم الدینِ حیدر خاں	
جب شبِ ہر مہر و شمع نہ سے نقابِ ٹھاکریوں منہ کو چھپا کے کھول کے کھول کے پھر چھپا کر یوں میرے گھر آدیاپنے ساتھ ان کو بھی کھینچ لاکر یوں	کیونکہ بہم ہوں مہر و مہ پوچھیں تو مت نکلیں یوں کوڑے ہو بقی کس طرح چھیں تو مت بتا کر یوں جو یہ کہے کہ جذبِ عشق کیونکہ اثر دکھائے ہو

میری بغل میں بیٹھا اور اُسے بتا کہ یوں غیر کے ساتھ ایک بار قبر پہ میری آک یوں قطرہ اشک ایک بار چشم سے گر چکا کہ یوں اس میں یہ باتوں ہاں جو کیا کہا کہ یوں سننے ہی اتنی بات کو شعلہ بھی نہ ٹپکا کہ یوں نام میرا زمین پر رکھ کے مٹا دیا کہ یوں موتو گیا یہ شرم سے یہ بھی نہ کہہ سکا کہ یوں	کوئی اگر کہے کہ تو لیتا ہو کس طرح سے دل گر یہ کہیں کہ بعد مرگ دیکھے کسی کو کیونکہ دکھ کیسے نکالے یا رستے گر گئے جب کیا سوال ذکر یہ تھا کہ کھینچے ہو کاہ کو کیونکہ کہہ رہا گر ہی خاک تیری ذکر میں لے کیا جو شمع سے پوچھا جو اس سے کس طرح خاک میں لگ گیا شخص دیکھو تو میرا حوصلہ سننے ہی اتنی بات کے
ذکر چلا کہ یار بن جیتے ہیں یا کس طرح بس یہ الہی بخش سے سننے ہی دیا کہ یوں	
عیش و بھال میں کی مصیبت نہ بدلوں زنداں میں ہوں پر کسی صورت نہ بدلوں بدلیں جو وہ قاروں کی ولایت نہ بدلوں تو بھی تیرے قامت کو قیامت نہ بدلوں نرمست کوئی بدلے تو حرمست نہ بدلوں گر بدلو خوشی سے غم الفت سے نہ بدلوں والہ تیری چشم عنایت سے نہ بدلوں مر جاؤں گر میں کبھی جنت سے نہ بدلوں کس طرح بھلا اپنی میں حالت نہ بدلوں میں نزع میں بھی قند کے شربت نہ بدلوں یہ اپنی نقاہت کبھی طاقت نہ بدلوں مقدور تک صانع قدرت سے نہ بدلوں	میں رنج محبت کبھی راحت نہ بدلوں تجھ سے کبھی یوسف کو اگر بدلے زلیخا یہ رنگِ سرخ زرد و سہرا یہ غم ہو گولا کہ کوئی مجھ پہ قیامت کرے بر پا اس عشق کی سوا میں پائی ہو یہ عزت الوف ہو دل اس غم الفت سے یہاں تک دے خضر اگر چشمہ جواں بھی تو ہرگز جنت کو اگر بدلے کوئی اُس کی گلی سے آتا ہو میرے آگے وہ توبہ میں بدلے ایسی ہو حوادث ترے بوسہ کی شکر لب پکڑا ہو نقاہت سے دریا کو محکم وے کوئی دو عالم بھی مجھے اس کے عوض میں

معروف میرے پاس ہو وہ گنج قناعت
اسکندر و دارا کی بھی حشمت سے نہ بدلوں

پر نہ بھلا دم الفت کے گرفتاروں کے چھاؤں
یعنی مشکل زندگی ہو دو سوپے ماروں کی چھاؤں
بید مجنوں کی جوارس بجھ ہی ماروں کی چھاؤں
واقف منزل چلے ہو جس طرح تاروں کی چھاؤں
دم بدم دھلتی ہے جیسے مناروں کی چھاؤں
یعنی غیر از آب پانی کچھ نہیں غاروں کی چھاؤں

ہو مجھے رہنا قبول کی جیخ تلواروں کی چھاؤں
سوز غم میں عاشقوں کو کیوں نہ یاد زلفت ہو
وحشیٰ مجنوں کہے ہو مجھ کو وہ سیلے منش
وقت گریخت نہ لنگھوں سے یوں اپنی چلا
منعم دولت پست نازاں ہو یہ اس طرح
یاد مرگاں گریخت غم میں نہ لاکے ہی نود

اتو وہ سورن کھی رکھتے ہیں سر پر دوپٹے
لیکے بنیاد معروف نزاروں کی چھاؤں

ردیف و

کیجو خراب مت کسی خانہ خراب کو
جو ایک جانتا ہو عذاب و نواب کو
کیا دیکھتے ہو آپ کو دیکھو حباب کو
جوں خواب میں تان کرے کوئی خواب کو
دل مضطرب ہو پہلو میں خط کے جواب کو
تہ کر رکھو اب آپ اس اپنے حجاب کو
کیا کوسوں آہ اپنی میں شہم پر آب کو
لیبت و لعل میں رکھو نہ کار نواب کو
جلدی نکالو اس دل پر اضطراب کو

کہد و کوئی یہ اس بت بست شراب کو
دل واں لگا ہو کس سے کہوں اس عذاب کو
بحر جاں میں دم کا بھر وسا نہیں ہو آہ
کرتا ہوں طرح دل خود رفتہ ذکر وصل
دیکھو و نور شوق ابھی لکھ رہا ہوں خط
لو ہم ہی اس جہان سے روپوش ہو چلے
ابے ور کے بھی دیکھنے سے اس کے رہ گیا
ہر دم قلق سے جان چا تازہ عذاب کو
گر میری زلیبت چاہو تو سپینہ کو چیر

معروف ریش شق میں جاتے ہی ایک بار ہم نے خود کے طاق پہ رکھا گستاخ کو	بے اختیار لگ گئیں مرچیں پسند کو گر کاٹ ڈالے کوئی میرے بند بند کو کیا تحفہ نذر دیجیے اُس خود پسند کو بشرہ بشر کا دیکھ کے کہتے ہیں بند کو سب کیا پسند ہماری پسند کو	مستے ہی اضطرابِ دل در دہند کو تو بھی نہ باز آئے گانالوں سے مثلِ فی حیراں ہوں نیکل آئینہ آئینہ کے سوا اصح نصیحت اتنی ہماری بھی یاد رکھ کرتے ہیں تجھ کو دیکھ ہم آنکھوں کو آفریں
معروف گر کبھی مرے اشعار دیکھتا اتنا کمال رشک کمال خجند کو	گر نہیں باور تو اچھا آزما کر دیکھ لو دیدہ و دانستہ پھر آنکھیں لڑا کر دیکھ لو تو ہنسی کی بات اب مجھ کو سنا کر دیکھ لو خوب سا اپنے گلے کو پھر لگا کر دیکھ لو تو یہ چوری تم میری آنکھیں چرا کر دیکھ لو تو ابھی تم ساتھ اپنے می پیا کر دیکھ لو تو تو اچھی بات منہ سے منہ ملا کر دیکھ لو دست و پا میں اپنے تم ہندی لگا کر دیکھ لو	عاشق صادق ہوں میں تنہا بٹھا کر دیکھ لو یہ اگر کچھ سوچتے ہو اس کے تیور اور ہیں گر مزاج شوخ کا میرے بھنبے ہی کچھ خیال گر ہوا نہ بیشہ کہ لپٹے گا تو بہر امتحان گر یہ خطرہ ہو کہ دیکھے گا یہ دُزدیدہ نگاہ یہ اگر ڈر ہو نشہ پی کہ کہیں لائے نہ فعل دل میں بوسہ کی طرف گر ہو دھچکا آپ کے خوف ہاتھ پائی کا گر ہو تو میرے ویر
گرچہ ہو معروف میری پاکبازی دہریہ سب طرح تم دل سے لیکن شک کر دیکھ لو	پریشانی اگر پوچھو تو زلفِ یار سے پوچھو اگر یہ پوچھنا ہو تو خرامِ یار سے پوچھو	دلِ بیمار کی اُس نرگس بیمار سے پوچھو خبرِ زہاد کو کب ہو شورِ محشر کی جوتلا کے

مکڑ رہی ہے ہر جب کہے ہر وصل ہونے کی متاعِ دل کو رکھو ہو یہ رزاں ایک بوئے تم آئینہ کو رکھ کر پیش و کرنے لگے باتیں مزا ہنسنے میں عینا اور رنے میں ہر جلدت	صفت تم اُس کے ہٹکانے کی تکیا سے چھو گراں گر جانتے ہو او بھی و چار سے پوچھو جواب اس کا کوئی کیا ہے جو دریا پائے پوچھو کسی مجروح تیغِ ابرو کے خمدار سے پوچھو
جو چاہو آرزو معروف کی تم پر ہی ہونا اکیلے ایک دن اُس کو تھا کر پیار سے پوچھو	
سچ قولوں پر آپ ہم سے آشنائی کر رکھو جھوٹ کیوں کہتے ہو ہم بے بس ہیں ملنے نہیں خانہ دل کو نہ ڈھاؤ ہی وہاں سبتِ خدا دل سے کب جاتی ہے سبجائے سے اس برو کی یاد میں موا ہوں یا وہ ایک دہ نشیں کو دھیان میں ایک دل کھٹا ہوں ہو بوسہ پڑتا ہوں نہیں	یا ہمارے ہو یا ہم کو اپنا کر رکھو لاکھ ڈھب ملنے کے ہیں ملنا اگر جی پر رکھو ای تو کچھ تو بھلا دل میں خدا کا ڈر رکھو اُصحا اپنی نصیحت طاق پر اب ہر رکھو ہر مناسب گر تجھے تہ خانہ کے اندر رکھو خواہ قیمت میں لگا لو خواہ گروہی ہر رکھو
اور ارادہ ان کے گھر چلنے کا شتِ جری سے گر تو سنا معروف منہ دریاں کا ان کے بھر رکھو	
اُس دل کو دل غ جس کو تیری آرزو نہ ہو البتہ عشق و حسن بھی رُساو بکھو نہ ہو ترپے ہی برق کثرتِ بارش میں اور بھی وہ ہاتھ ٹوٹیو نہ ہوا جس سے چاکِ حبیب کیا بات رنگِ محض تصویر کی جہاں مستی میں ہم کو قفلِ مینا خوش آئے ہو کب چین دے ہو تفرقہ پروازی دوی	اُس منہ میں خاک جس میں تیری گفتگو نہ ہو گر آگ میں دھواں نہ ہو پھولوں میں بو نہ ہو رونے سے شعلہ پیشِ دل فرو نہ ہو وہ حبیب چاک ہو چو جس میں رفو نہ ہو آپس میں بادِ جو و دہن گفتگو نہ ہو تو اک حیاتِ بادہ گرہ در گلو نہ ہو جب تک کسی کا دل بخدا ایکسو نہ ہو

ایسا نہیں ہوا غم فغفور کا رگر غافل حساب عمر میں ہرگز نہ گن اُسے گر آرزو اور قتل کی میرے تو ہاں بھی ہنستے ہو کیا سمجھ کے مجھے کشت زعفران تصویریں اس کی و نون طرف ہیں دھرا دھرا	جس سے جگر میں کا سہ چینی کی ہونہ ہو جس دم کے آنے جانے میں اللہ ہونہ ہو کیس کی آرزو اور تری آرزو نہ ہو عاشق کو چاہیے کہ بدن میں لہو نہ ہو منقوش کیوں میں کا ورق ہر دور نہ ہو
	معروف ہر سخن میں اُس کی بسان ہر کیونکر تلاش در بدر کو بہ کو نہ ہو
چرخ و رقیب اب باہم مجھے دل میں رکھیں ہیں کینے دو میں تو سجا راہوں اشراف یہ ہیں کوئی کینے دو بعد از مدت کل جو یکا یک وصل ہوا تو ہم اور وہ یوں تھے حیران آپس میں ہوں جیسے دھرے آئینے دو دوبار ان کے گھر میں شب کو ہم نے جا کر پھینکے پھول پتھر بھی پر ہم کو نہ مارے وہاں سے آہ کسی نے دو میں نے اُسے کہلا کے بھیجا اب تو ایک دن آ کر مل تجھ بن مجھ کو روئے گزرے یعنی آج نہیں دو سُن کے کہا کہ کہد بچہ اُن سے میں نے مزا بس بھر پایا کیجئے معاف اب مجھ کو صاحبِ یونہی کوئی دن جینے دو	
نحس جگر اور پارہ دل معروف نہ کیوں لکھوں ہیں لکھے یعنی تیرے نام کے ہیں اور راحت جاں یہ لکھنے دو	
کہا تھا کس نے یہ تم سے کہ تم سے چاہ کرو میں اپنے کشتور دل کا کیا تمہیں مختار	جو چاہ کی ہو تو جب تک بٹھے نباہ کرو تم اب سفید کرو آگے یا سیاہ کرو

زمیں تو نیش شہیداں سے اب نہیں خالی چھٹے نہ تو بھی غرض اُس کے ہاتھ سے کاسہ ہجوم خلق پہ کھینچو نہ تیغِ مشعلِ ہاں عبث ہو کعبہ کے جانے کا بیج ایزد اہد	مگر یہ بامِ فلک ہی چو قتل گاہ کرو گدا کو تخت پہ بغفور کے جوشاہ کرو اُدھر ہی صاف ہی مطلع جدھر نگاہ کرو نہیں جو ہو وے پیدا تم اُس سے راہ کرو
لگی تو یہ کہیں پیچے گی آگ اسی معروف بہت ہو تیرا ہوا آج تم نہ آہ کرو	
فوج کیجو گر کروں پھر نالہ اسی صیاد تو اپنی آنکھیں باندھ لے آئے نہ مجھ پر تجھ کو جم دشتِ حشمت خیز سے لے اہ اپنی گرد باد اس کا وعدہ آن پہنچا جس سے تھا وعدہ اتیرا اضطرابِ دل سے تیشہ اپنے سر پر مار کر عشق شیریں سے نہ تھا تجھ کو اگر ہوتا تو آہ	پُرفس میں غش ہوں میں مجھ کو نہ کر آراؤ تو میری آنکھیں کس لیے باندھے ہو اسی جلاؤ تو دشتِ خاکِ عشقاں کرتا ہو کیوں برباد تو اب تو اٹھ بے درو کیا بیٹھا ہو گھر میں شاد تو ہم سے ہنکارتقاں چاہے ہو کیا دواؤ تو جان شیریں ہاتھ سے کھوتا نہ اسی فرماؤ تو
آہ کی تاثیر دیکھی آلاءِ معارف سے بے مروت تو سنگد تو بھائیجاؤ تو	
کب نہ رہے ہو روز و شب غیرتِ ماہِ روبرو گاہ چھپے ہو ہم سے وہ ہووے ہو گاہِ روبرو عکس صفِ قرہ جو ہیں آئینہ میں نظر پڑا دنگ تھے وہ کہ پھر گئی صاف سپاہِ روبرو چاندِ وہ شبِ برات کا دیکھ چکے تو پیچھے سے ہاتھ بڑھا کے ہم نے کی سبز گیاہِ روبرو غیر کے آنے جانے کی قسین وہ کھا رہے تھے رات	

اس میں وہ آگیا تو ہم بولے نگاہ رو برو
 عشق کے میرے تم شہود چاہتے اور کس سے ہو
 دیدہ تر ہیں دیکھ لو دونوں گواہ رو برو
 بسہ ذوق کا مانگیے اُس سے یہ اپنا منہ کہاں
 تشنہ لبی سے مرتے ہیں گرچہ ہو چاہ رو برو
 موزے چڑھا کے اٹھ گیا تو بھی وہ مست ترکنا
 ہم نے اُتار کر رکھی گرچہ کلاہ رو برو
 یوں دل - پُرا لہ ہوا اپنا غریق سحر عشق
 جیسے بھرا ہوا جہاز ہووے تباہ رو برو
 عذر نہ کیجے بار بار غیر سے گر ہوئے دوچار
 یعنی گنہ سے ہو بُرا عذر گناہ رو برو
 آنسو سے بھی ہو حجاب حسن بُت پر حجاب کو
 کیونکہ میرے دھوئیں کا ہی بار بار لہ رو برو
 ذُکھی زلف چھو سکے ذُکھی رُخ پہ کی نگاہ
 گرچہ اُنھوں کے ہم رہے شام و بچاہ رو برو

خوش ہوا الہی بخش تو آج رقیب مر گیا
 آئے دوستانہ اور ٹھکروہ جو سیاہ و بڑ

اُن کبھی اسی جذبہ الفت اثر اتنا تو ہو
 ڈھونڈتے تھے جس کو پایا راہ بر اتنا تو ہو
 وصل کی شب چاہیے بیم سحر اتنا تو ہو
 واقعی گر ہو کسی کا دل میں گھرا اتنا تو ہو

گو نہ بیٹھے ہو ہی جاوے وہ ادھر اتنا تو ہو
 اس تصور نے لگا یا ہم کو ایسی راہ پر
 ہائے کی پو پھٹے ہی ایسا کلیجہ پھٹ گیا
 جان بکلی پر نہ نکلا میرے سینے سے وہ تیر

چشم ترشنا باش وے کا اثر اتنا تو ہو
لیک مر تو جائے تیشہ مار کر اتنا تو ہو
ایڑی دکھلا کر کہا پہلے قمر اتنا تو ہو
آسمان وے نظر رہنے کا گھر اتنا تو ہو
حق تو یوں ہی کوئی عاشق ہو اگر اتنا تو ہو

پوچھ جاتا ہی میرے آنسو وہ اگر گاہ گاہ
گو نہ عاشق عشق میں جو کو کہن ہو کامیاب
شب کہا میں نے اُنھوں کو بُخ تھارہا ہو
ہول دل ہوتا ہو یاد آتی ہے جب تنگی گور
جو میری صورت کو دیکھے ہے کہے ہو کئے وہ

شعری اور دردی معروف بس مت نکھا
ساحیں ہوں سُنکے جس کو چشم تر اتنا تو ہو

دل دکھانا ہی نہ تھا تجھ سے دل دار کو تو
قل عاشق سے ہے عشق اُس بُتِ غمخوار کو تو
کہتے ہیں دیچے گل ایسے گنہگار کو تو
مینہ برسنے کی خوشی ہوتی ہے غمخوار کو تو
ہم نے کل کہہ کے پکارا جو سب یار کو تو
پر نہ بھڑکایے گا اور خرابیادار کو تو
اتنی طاقت بھی نہیں ہے تیرے بیمار کو تو
ہم نہ بھولینگے تیرے سایہ دیوار کو تو
ٹوک لیتا ہوں وہ گاہ ہے میرے غمخوار کو تو
ہو فقط تیری طلب ہے گنہگار کو تو
دیکھ تو بھولی ہوئی آنکھوں سے منقار کو تو
میتیں ہو گئیں سیرِ گل دگلزار کو تو
یاس ہو اب تیرے بیمار کے غمخوار کو تو
مرض الموت بتاتے ہیں اس آزار کو تو

ہم نے آزار لگایا یہ دل زار کو تو
آزماتا نہیں کچھ اپنی وہ تلوار کو تو
دوڑ کر ہم جو گلے لگ گئے اُن کے تو رقیب
بزمِ نغم میں مے رُونے سے ہر لٹا کیوں ہو
بس وہیں غمخوار تب نے یادِ دانستِ ادب
جس دل گرہیں لیتے تو نہ لوجانے دو
تیرے لانے کو اشارہ سے کہا یاروں کو
گرچہ جنت میں ملے سایہ طوبی لیکن
کیا ہو اگر نہیں آیا میری پریش کے لیے
دین و دنیا کے مطالب نہیں ہو مطلب
برگ گل توڑے ہو اور دعوے عشقِ بیل
ہم ہیں اور داغِ محبت کا تماشا دن رات
کس طرح تو نے یہ جانا کہ نہیں مرنے کا
جو کہ آزار اب اُس کو ہے تیری جان سے دور

نیچے دیکھا نہیں اس شکل کے بیمار کو تو	یوں خدا چاہے تو مرے کو جلا دے لیکن
گر چہ سب باتوں سے ثابت ہے لیکن معروف	دیکھ لیتے ہیں کن آنکھوں سے طحدار کو تو
لہو سے دھونے لے کر لہو شہاب سے دھو نہ منہ کو اٹھتے ہی تو گرم گرم خواب سے دھو ہماری زخم کو جرح مست شہاب سے دھو نہ بار بار اسے مل کے پیچ تا تب دھو بس اب تو ہاتھ کہیں جو رہیمات دھو نہ تیغ و تیر کو ظالم اس اضطراب سے دھو	شہید ناز کی قبر اپنی مت گلاب سے دھو کہیں نہ کام نہ ہوئے تجھے ہوا ہی سر د وہ صوفیوں میں ہو جو شوخ کر گیا مجروح چھو اجوز لطف کو ہم نے تو کیا گناہ کیا ستم کنوں کو ہو تیرے نفس شماری آج تیرا نہ ہاتھ کئے قتل ہم مجھے تو ہوئے
جو صفت لطف و رخسار اس کا ہے تو معروف	تو مل کے مشک کا بخن ہن گلاب سے دھو
ہیں میرا کہا سنا بخشو اپنا یکمشت خوں بہا بخشو تم جو یوں مال غیر کا بخشو نا تو اں ہوں مجھے خدا بخشو پڑھ کے قل تو کبھی ذرا بخشو اسی بتاں یہ میری خطا بخشو ایک تم بھی گنہ میا بخشو چھو لیا ہو گئی خطا بخشو	بوسہ لب شتاب یا بخشو یار و اس پنجہ حنائی کو دل میرا غم کو کیوں دیا جو کون آہ و نالہ سے ہو پیل کا سوال جیتے جی ہم کو تم سے تھا احلاں مجھ سے افشا ہوا جو راز نہاں بخشتا ہو خدا بھی تین گناہ جب کہا میں نے زلف مشکیں کو
سُن کے ایک پیچ و تاب کا معروف	سر پہ رکھ ہاتھ یوں کہا بخشو

دوزخ ہے بن ترے مجھے بستاں ہی کیوں نہ ہو
 تو ہو تو پھر بہشت اور زنداں ہی کیوں نہ ہو
 اُس در پہ دیکھ سکتے نہیں آدمی کو ہم
 آتا ہے رشک گرچہ وہ درباں ہی کیوں نہ ہو
 اس دل کا زلفِ یار سے سودا کریں گے ہم
 اس میں بلا سے اب ہمیں نقصاں ہی کیوں نہ ہو
 بوسہ کے بھی نہ جو کہ لبِ لعل کام آئے
 پتھر تو پھر لبِ لعل بدخشاں ہی کیوں نہ ہو
 حب الوطن بشر کی کوئی جیسی جائے ہو
 قبضہ میں اُس کے ملک سلیمان ہی کیوں نہ ہو
 جو خبر وہی کا پنے ہو وہ اُس کے سامنے
 ہر چند رشک مہر درخشاں ہی کیوں نہ ہو
 دیکھو، کبھی نہ بھر کے نظر بن تیرے اُدھر
 ہر چند سامنے مہ کنعاں ہی کیوں نہ ہو
 جس میں نہ ہو وہ درد وہ انسان ہی نہیں
 ایمان کی تو یوں ہو مسلمان ہی کیوں نہ ہو

معروف جس غزل میں کہ گنتا نہیں ہو دل
 مشکل پڑی وہ کہنے میں آساں ہی کیوں نہ ہو

وہ کافر ہو کرے تجھے نہ جو انسان پر جادو
 جو چل جائے کبھی شوخ کے دربان پر جادو
 تجھی کو ایک دیکھا جو کرے مہان پر جادو

کرے گو کفر ثابت صاحبِ ایمان پر جادو
 عزیز و پھر تو شبِ بیکار دن کو جب جاں چلے جاویں
 دکھا کر نہ گس جادو بلا گھر میں گیا وحشی

دلِ نالان کو میسے کر دیا یوں بند حیرت نے اس اندیشہ سے چھوڑا شیخ نے لبان کا کھانا بلا ساحر ہو اُس کی چشم کے سرمہ کا دُنبالہ بیاں کو سحر کا واضح کا پردہ لکوا کر لکھا	کوئی دشمن کرے پنہن غشِ الحان پر جادو مبادا کوئی پڑھ کر کھونٹے کے کچھ پان پر جادو کرے ہی نہ وہ ناز شاہِ ترکستان پر جادو چلاکب سامری کا موسیٰ عمران پر جادو
--	--

یہ از خود لکھی ایسی نہ تھی معروف کو آگے
کسی نے کچھ کیا اس خانہ دیران پر جادو

ردیف ہ

جو ہو تجھ کو مہرا امی دل رہا نہیں دماغ اُن کا فلک پر کیوں نہ ہوئے مکدر جو رہے وہ آج بولے عزیزِ بحرِ الفت ہو چلے ہم دہن سے اُس کے دعویٰ ہماری کا نزاکت کی ہو اُس کے کس سے تعریف گلِ خورشید کے سایہ کے نیچے	تو آئینے کو اتنا مت لگا مو نہ کہ وہ رکھتے ہیں اپنا چاند سامو نہ سحر دیکھا تھا کس کم سخت کا مو نہ ہیں کرتا ادھر ایک آشنا مو نہ کرے غنچہ جواب رکھتا ہو کیا مو نہ ہیں دیکھا کوئی اس طور کا مو نہ گپ ہو جس کسی کا تمنا مو نہ
---	--

غزل اک اور کہ معروف ایسی
کہ سنکر چوم لے جرات تیرا مو نہ

کبھی دیکھا تھا ایک تصویر سامو نہ کہاں قاتل نے یہ ٹانگے دیئے ہیں بھرا یا مو نہ میں آئینہ کے پانی دروں جب میں تو بار و قبر میں بھی	تھا کرتا ہوں اب ایک ایک کا مو نہ ہنسنا تھا زخمِ جس کا سی دیا مو نہ سحر دیکھا جو ہیں سرکار کا مو نہ اُسی کے گھر کے سُخ کیجھو مرا مو نہ
---	--

نہ کیونکہ لوں میں ہر ایک سے چھپا مومنہ بس اب کا لا کر دغور مشید کا مومنہ نہ جب تک اُن کے درباں کا بھرا مومنہ کہے ہو دیکھ کر ہر ایک میرا مومنہ ترا جو آج ہے اُترا ہوا مومنہ	تصوّر میں ہوں ایک بٹ و نشی کے نہیں شامِ جدائی کی سحر ہے بھرا کرتے رہے تب تک ہم آہیں جہاں مجھ پہ شب سے کیا ہوئی ہیں گرا ہے اُن کی توفروں سے شاید
لب شیریں کا لیں گراں کے بوسہ کریں معروف ہم میٹھا ترا مومنہ	
دیکھ کر شاعریہ کہتے ہیں اب اُس دلبر کے ہاتھ روز ہیں بندِ خمس اُس پری پیکر کے ہاتھ لعلِ لختِ دل ملائے خاک میں یوں اشک نے جوں لگے میراثِ دالہ کو دیکِ ابتر کے ہاتھ میں تو چھوڑوں پر نہیں چھٹتا ہو عشقِ سنگدل آگیا ہو بے طرح یا رب تلے پتھر کے ہاتھ موجِ سیلِ اشکِ یک برپا کرے طوفانِ نوح دین گریاں سے اپنے ایک پل گر سر کے ہاتھ دستِ بوسی کر کے کلِ ناصح نے یوں مجھ کو کہا ہم نہ کہتے تھے کہ مت دِل کو اُس دلبر کے ہاتھ آخرِ مشلے دل کو ہاتھوں ہاتھ وہ جاتا رہا بیٹھ رہے بندہ پرورد ہاتھ پر اب ہر کے ہاتھ	
باغِ گیتی میں برنگِ غنچہ او معروف اب ہو تری عقدہ کشائی حیدرِ صفدر کے ہاتھ	

سرخ گال رہے یوں شاک کا دلبر شیشہ کیونکہ تلوار نہ مستوں میں چلے ای ساقی معرفت کی نہو کس شکل حقیقت و شن ابلہ پانوں میں اپنے نہیں ای ہر مغال درو سے اُس کو غرض اُس کو خوشی سے سر کا	شیشہ باز اپنے رکھے جیسے کہ سر شیشہ پیٹ سے اپنے لگالے ہی جو ہر شیشہ و وحدت ہی اس دل کا منور شیشہ ہاتھ آیا ہی یہ تنو دشت میں پھر کر شیشہ دل عشاق سے ہو کیونکہ برابر شیشہ
اور ہی قافیہ میں ایک غزل لکھ معروف محفل یا رہیں لا بھیس بدل کر شیشہ	
ایک بار اپنے لگا منہ سے ذرا تو شیشہ بیٹھنے کا تیرے جب لطف ہی آگے میرے بے طرح ابر بہاری سے میری گہری ہی محاسب لکھ پھرے کب بخدا ہوتا ہی راست پوچھو تو نہیں ہو کہ مخموری میں	پھر طلسمات کھائے گا پری و شیشہ داہنے جام ہو اور بائیں ہو پہلو شیشہ ساقی اب جلد پہنچ لیکے تو دار و شیشہ دختر رز یہ جو دیکھا تو ہی لٹو شیشہ کوئی می خوار گیا بھول لب جو شیشہ
سو چتا کیا ہی تو اب جل چڑھا جا معر آج ہی تو یہ چڑھا ہی تیرے قافو شیشہ	
اٹھائے درمیاں سے دور کراؤ یہ سر پرہ رکھے ہو بسکہ اپنی بات کا وہ چرہ در پرہ گھڑی دو چار تک قہ جے جانا نہ ہے شب سنبندہ نوا زاب تم ایس کی کار سازی ہو مثال آئے جو مال نظر رہے ہیں اُس کے	میرے دل کی عجب حالت ہوئی جاتی ہو در پرہ قیدیوں کے کیا کرتا ہو شکوے ہم سے در پرہ کیا پھر ہم سے گھر والوں کو اُس نے دیکھ کر پرہ کوئی ہتھراق پڑھتا ہی کوئی رہتا ہی سر پرہ کسی صورت نہیں کہتے ہیں پیش نظر پرہ
بقول مصرع استاد ای معروف کیا سو مجھے تیری آنکھوں پہ غفلت کا پڑا ہی بے خبر پرہ	

پھرتے ہیں یہاں تک اُس کے خریدار ساتھ ساتھ
 گویا لیے پھرے تھے وہ بازار ساتھ ساتھ
 روتا ہوں جب میں اُس دُرونداں کی یاد میں
 روتا ہوں میرے ابرو گہر بار ساتھ ساتھ
 ہر چند ہوں نقانِ دلے سایہ کی طرح
 چلنے کے وقت دیکھ لے اسیار ساتھ ساتھ
 روئے جو دن کو بیٹھ کے آئینہ خانہ میں
 روتے تھے ل کے سب درو دیوار ساتھ ساتھ
 یوں چلتے پھرتے دل میں اُس ابرو کا ہو خیال
 جیسے لیے پھرے کوئی تلوار ساتھ ساتھ
 ہر ساتھ میرے جنبش لب کی نگاہ چشم
 پھرتا ہوا اک مسیح کے بیمار ساتھ ساتھ
 یوں وقت گریہ ہو نفسِ سر د جس طرح
 ہو قافلے کے قافلہ سالار ساتھ ساتھ
 جانِ عزیز اُس کی ہی نے جب وفا نہ کی
 پھر کون دے سکے تیرے بیمار ساتھ ساتھ
 ہو تگاہِ دشتِ عدم ہائے اتقان
 یہ بھی نہیں جو ملے چلیں یار ساتھ ساتھ

ردیفی

جس کو میسر آئی ہو صحبتِ فقیر کی

لاریبِ ہمیشینی ہو اُس کو خدا کے ساتھ

ہے کون تیر جتہ کہ پھرے جہاد سے گرچہ خدا نہیں پہ خدا سے جدا نہیں الفقر فخری آپ ہمیں نے جب کہا	ہاں ایک مگر یہ دیکھی کر امت فقیر کی طاعت خدا کی جان اطاعت فقیر کی کیا کچھ ہر دل میں سوچ لے ثروت فقیر کی
معروف کیجئے سیرِ بالا ولیا کی سیر ظاہر میں گر بنائی ہو صورت فقیر کی	
آہ جن دل ہیں تو نہ ہووے گی یہ تو فرمایے بھلا صاحب گرمی حسن ہے جو کچھ تجھ میں میرستان نہ جا ہو رونے کی ناصحا تجھ سے اس گریباں کی کفر و اسلام کا ہے جھگڑا شیخ میں کہاں میری آرزو حاصل سُن کے بولا کہ حشر تک غافل	در دی اُس میں بونہ ہووے گی کب تک گفت گو نہ ہووے گی شمع میں شعلہ غم نہ ہووے گی جس جگہ آب جو نہ ہووے گی ایک دھبی رفو نہ ہووے گی بات یہ ایک سونہ ہووے گی کب تک ای تند غم نہ ہووے گی نہ ہوئی ہو بکھو نہ ہووے گی
جس کو معترف ہو گیار کا وصل اُس کو کچھ آرزو نہ ہووے گی	
مجھ کو رونے دو راز راز ابھی اپنے سینہ کی کل جو دکھلاؤں کیوں ابھی سے کنارہ کرتے ہو اتنا ٹھہرو کہ دل ٹھہر جاوے گر کمر امتحاں پہ باندھی ہے گلے لگ جاؤ ورنہ کرتا ہوں	دل سے نکلا نہیں بخارا ابھی بٹلیں ہوں گلے کے ہارا ابھی گرم ہونے تو دو کتا رہی اس کو آیا نہیں ستارا ابھی کھینچ تلوار کیجے دارا ابھی میں گریباں کوتا رتا رہی

لاؤ اُس کو سر مزار ابھی	گر ہو اعجاز دیکھنا تو میرے
کوئی ممکن ہو وصل یا راہی	ہو نہ جب تک وصال اور معروف
ہو بقا انتہا فقیری کی داد دی مرجہا فقیری کی سر میں رکھ تو ہوا فقیری کی ہنیں مانع فنا فقیری کی ہو فنا سے بنا فقیری کی بو ہو جس میں ذرا فقیری کی	ہو فنا ابتدا نقیسی کی مر گیا جو کہ جیتے جی اپنے تو سلیمان وقت بھی ہوا اگر دل ہو جس کا فقیر کچھ اُس کو اس بنا کو فنا نہیں ہوتی جان اُس کے دماغ کو عالی
اپنے حق میں عس فقیری کی	مانگ معروف و زو شب حق سے
زندگی کس طرح بسر ہو گی کہ ابھی اس میں مار مر ہو گی کیوں نہ ہو گی خبر خبر ہو گی نہ دو چار اس سے ہو نظر ہو گی اک قیامت بہار پر ہو گی	زلف جب تک نہ اُس کے سر ہو گی دیکھنا غیر سے جو ماری آنکھ راہ ہو دل سے دل کو میرا سے دیکھ آئینہ ہی نظر آیا تو کرے گا جو گلستاں میں خرم
آہ مت بھر کہ بے اثر ہو گی	اس فسر دہ دلی سے اور معروف
جیسے ہو ایک انار اور ہوں بہار کئی ایک صورت کے نظر آئے خریدار کئی چمکے ہنستے ہیں بے چوں لب سو فار کئی	آرزو مند ہیں یوں اُس کے خریدار کئی آئینے آگے رکھے اُس نے جو یک بار کئی کیا مرا ہوتی چٹکی میں جواب کھا کر تیر

قتل کرتے ہو جواب جرمِ محبت پر مجھے چشمِ گریاں دلِ بریاں غمِ ہجر لے بے شک حشر تک شکوہ لکھوں تیری جدائی کا اگر کوئی لبِ اتنا ہلاتا نہیں جا کر تے پاس جب سے دیکھی ہی تھو پری صورت میری چاکِ در بند کیے جب سے کونے ظالم	آپ کے ایسے تو نکلیں گے کہنگار کی ایک اُلفت سے تیری بڑھ گئے آنا رکھی تو بھی رہ جائیں گے کھٹنے مجھے طو ما کئی جاں بلب آئے ہیں اتنی بے طلبگار کئی ہوش کھوئے ہوئے منہ تکتے ہیں دُچار کئی تیرے ہاتھوں سے ہیں لاں لیں دیوار کئی
آہ گرمِ نفسِ سرود سے تجھ میں معروف دردِ پنہاں کے عیاں پاتے ہیں ناکر کئی	
جبکہ بچھا ہوا رلتا ہی کسی کا کوئی پھر نظر کچھ نہیں آتا مجھے ونے کے سوا ہاتھ اب کھینچ لیا اس نے جو میل تھا آہ بے ساختہ کیل نکلتی ہو مے سخت جانی ہو جیتا ہوں میں ناں کے بغیر ایک بجلی سی چمکاتی ہو آنکھوں میں ہیں دل میں پوئیاں ایک دُنشیں کی ہمدم لشکرِ غم نے تیرے کشورِ دل گھیر لیا	دیکھے احوال پھر اس نے مہمے جی کا کوئی نظر آجائے ہو جب س کی گلی کا کوئی مت گماں کھو میرے دُزبہی کا کوئی نام لیتا ہو جوں سروہی کا کوئی حال دیکھے میری اس سنگلی کا کوئی ذکر پیٹھے ہو جو اس گل کی منسی کا کوئی جیسے ڈاکر ہو ڈاکر خنی کا کوئی یہ منادی ہو نہ لے نام خوشی کا کوئی
تجھ میں اہلِ حال یہ اس کا ہو کہ مردہ جانے دیکھے احوال جو معروف علی کا کوئی	
غنیہ کیا جانے بھلا تیرے دہن کی خوبی اُس کی آنکھوں کا خیال آہ یہ باندھا ہو کلاب خوبیاں آپ میں ہیں تو سرِ لاسرِ سکن	سمجھے میں اہلِ سخن اہلِ سخن کی خوبی دل سے اب گر گئی آہوئے ختن کی خوبی کھب گئی جی میں یہ بے ساختہ پن کی خوبی

کھب گئی جی میں یہ بے ساختہ پن کی خوبی دشمن عقل سمجھ اپنے سخن کی خوبی نہ تو پوشاک کی خوبی نہ بدن کی خوبی ہوئی معلوم سفر میں ہو وطن کی خوبی	خوبیاں آپ میں ہیں یوں تو سرسری لکین تو جو کہتا ہو سفر اور وطن یکساں ہو جائے گا جب قہر کو تو رہے گی تیسے تب حقیقت یہ کھلے گی کوئی سچ کہتا تھا
روح آئینہ دل پر لکھی اپنے یک ست ہم نے معروف بائیں سیم بدن کی خوبی	
سواد چشم آہو سے لکھوں تصویر مجنوں کی بتاؤ کس سے ہو سکتی ہو پھر تسخیر مجنوں کی نہ ہو کچھ جرم لیلے کا نہ کچھ تقصیر مجنوں کی بھلا کس طور ہو مئے آہ میں تاثیر مجنوں کی رواں ہو ہر زبان خار پر تقریر مجنوں کی	بنادے زلف سے لیلے اگر زنجیر مجنوں کی میاں میں بغیر از نفش پائے ناقہ لیلے چیس عشق دکھلاتے ہیں سب مستیاں اپنی ثمر لگتے نہیں دیکھا ہو شاخ بید مجنوں میں تیری دولت جنوں میں ایم میاں محبت میں
نیتاں یک قلم معرّف صرف نام ہو تو بھی نہ کچھ تعریف ہم سے ہو سکے تحریر مجنوں کی	
یقین ہو کہ ہوگی ابھی رات آدھی کہ مکتوب بھی ہو ملاقات آدھی پر اس نے نہ پوچھی کھو بات آدھی کھلی اس سے چشم عنایات آدھی کریں سرزمین وہاں کی خیرات آدھی	جوابی ہو اس زلف کی بات آدھی بھلا جب تلک وصل ہو خط تو لکھو اسی آرزو میں گئی عمر ساری مجھے اس نے آدھا جو بادام بھیجا جو دے بال آدھا تو اہل حق کو
جو کہے وہی سے دیکھ کے یہاں آ تو یہی لیک تو اپنی طرف سے اسے سمجھا تو یہی	کیونکہ وہاں جاؤں لا تو مجھے بتا تو یہی تیرا کہنا وہ کرے یا نہ کرے ای ہمد

ہوش تک میرے بجائے دے سستا تو ہی تو ہاں جائے گاں منہ سے اے جا تو ہی ہمنشیں پہلے اُسے راہ پہ تو لا تو ہی دکھیں کیونکر اسے سلوائے گا سلوا تو ہی شکر کر جی میں کہ خط یار نے بھیجا تو ہی	آتے ہی پوچھے ہو کیا دل کی حقیقت پایے طاہر و ہم جہاں اُڑنے سکے اسی قاصد تیرے کہنے سے سر راہ پہ آ بیٹھے ہم زخمی تیغ نگہ اس نے یہ دل کر کے کہا گو کہ لکھا ہو عتاب اس نے میت کٹھ اودل
فکرے گھیر لیا دل کو کروں کیا معروف ورنہ میں اس پہ غزل اور بھی لکھتا تو ہی	
بات رونے کی مری سُن کر بنی میں ڈال دی اپنے ایک ہمنام کے اس نے گلی میں ڈال دی لے لیا دل خاک چشمِ سامری میں ڈال دی لاش پر لاش آج اس نے ڈگھڑی میں ڈال دی دلِ شہی میں نے بخل سے بنجود ہی میں ڈال دی ایسی وہ کیا شہرِ خدائے آدمی میں ڈال دی اُس کے رعبِ حسن نے ہیبت یہ جہنم میں ڈال دی	کیسی بے رحمی خدائے اس کے جی میں ڈال دی یہ ستم دیکھو کہ مجھ کو قتل کر کے میری لاش دے کے سرِ مندر گسٹا دو میں تو نے فتنہ گر چشمِ قاتل کو دیا اپنی جو حکم قتل عام اُس نگاہِ مست نے ایسا مجھے بے خود کیا جس سے مسجود ملا ناک ہو گئی پیشِ خاک دل میں مطلب تجھے پر لب تک آیا ایک حرف
عرضِ مطلب کا نہ جب معروف یا رہو سکا لکھ کے عرضی میں نے اس کی لالچی میں ڈال دی	
کام پورا کر لگا تلوارا سب کے اور بھی روک اسے اسی چشمِ دریا بار اُکے اور بھی دل ابھی کہتا ہو غوطہ مار اُکے اور بھی گھل گیا ہو کچھ تیرا ہمارا اُکے اور بھی بوسہ لب دے نہ کر تکرار اُکے اور بھی	جنہنش ابرو دکھا اسی یار اُکے اور بھی روکے کل دکھا تھا تو نے آج پھر جاتا ہو یار نکلے گرنے بار بحرِ عشق سے خالی دے کیا کہوں سبز تپ غم سے تیرے اوشع رو خواہشِ فتنہ گر ہو اب اس ناچیز کو

قتل ہوں گے ورنہ بیاں دوچار لکے اور بھی
 کر دی اونچی مٹم نے جو دیوار لکے اور بھی
 پر کہے جاتا ہوں دل ایک وار لکے اور بھی
 اس سبب برہم ہوئے سرکار لکے اور بھی
 بخش دو میری خطا اک بار لکے اور بھی

دیکھ سنگ مرمر سے مت تیز کر تیغ نگاہ
 شاید آگے سے بھی کچھ پردہ سوا منظور راہ
 کھا چکا ہو گرچہ سوز خم اس کی تیغ ناز کے
 باوجود اس منع کرنے کے جو پھیڑا زلف کو
 واقعی مجھ سے ہوئی تقصیر پر لٹہ تم

بل بے تقیر آہ اور معروف کچھ ہو سو ہو
 کیجے اس سے حال اظہار لکے اور بھی

دہم تا گور سے نہ کچھ خاطر جاناں میں کبھی
 تو زباں کٹتی میری دیکے نہ دنلاں میں کبھی
 درد ہوتا نہ ذرا گروں انسان میں کبھی
 شب بھرا یوں یا رب نہ زمستان میں کبھی
 غنچہ سا منہ کو بھی ڈالا نہ گریباں میں کبھی
 قید معشوق کو بھی رکھتے ہیں نہاں میں کبھی
 دیکھتا ہوں پر طاؤس جو قرآن میں کبھی
 کوئی اٹھتا ہو بولا جو بیا باں میں کبھی
 بیٹھے شاید نہیں تم صحبت انسان میں کبھی
 ہم نے دیکھی نہ مروت سے درباں میں کبھی
 جا کے مجنوں سے مل آتے ہیں بیا باں میں کبھی
 کہ میں میں ہوں کبھی اور بدخشاں میں کبھی
 غنچہ رگل یہ کھلے ایک گلستاں میں کبھی

اس لیے گل بھی نہ دیکھا ہو گلستاں میں کبھی
 گر بُرا مجھ کو نہ کہتا وہ رفیقاں میں کبھی
 فرق انسان اور حیوان میں نہ ہوتا مطلق
 روزِ محشر سے درازی میں نہیں کم یہ رات
 شرم عصیاں کے سوا دوسری بخت نہ ہو
 پوچھو یوسف کے کوئی دل سے یہ نیرنگی عشق
 یاد آتا ہو خط سبز رخ یا رب مجھے
 قیس سے سمجھے ہو لیلیٰ کے سواروں کی گرد
 بوسہ لوگوں میں چاٹنا تو وہ یوں بول اٹھے
 اس کی نسبت نہیں کہتے کہ ناداری ہو
 ہی تو سودا ہمیں کلیوں ہی کے پھرنے کا مگر
 شہنشاہِ بابل اس کی میں دیکھا یہ خواب
 دل گرفتہ ہیں وہ ہم جائیں گلستاں میں اگر

حال بیتابی دل سے دم گریہ یوں ہی ہوں وہ عاشق کہ سبق جس نے نہ غفلت میں لیا حشر میں بھی تیرے دیدار سے محروم رہوں	زلزلہ آئے ہی جوں شدتِ باراں میں کبھی بابِ پنجم کے سوا اور گلستاں میں کبھی آنکھ جھکی ہو اور ایک پل شبِ تحیل میں کبھی
دیکھ قاتلِ کامرے دستِ خانی معروف تیغِ دیکھی نہ ہو گر پنجہ مر جاں میں کبھی	
جو سوزِ غم کی لکھوں اپنے داستاں ساری لگا ہی اُس بُتِ سفاک سے دل اپنا جا جسے نہ فرصتِ یک دم ہو زیرِ خنجرِ ناز کسی کی دیکھو گے تم بھی جو نیم باز آنکھیں خدا کرے نہ کرے قصہ ادھر وہ غارت گر ہوا ہی جبے ہمیں عشقِ گلِ عذاروں کا تھمارے دل میں نثر ہو جو میسے گر یہ کا	تو بیخِ شامہ میں جل جائیں انگلیاں ساری کہ جس سے مانگتی ہو خلقِ الاماں ساری حقیقت اپنی کہے کیا وہ نیم جاں ساری تو ہو گی تم پہ حقیقتِ میری عیاں ساری متلِ صبر کی لٹ جائے گی کاں ساری ابھی پڑھی تھی نہیں ہم نے بوستاں ساری تو جانوں سنگ میں پانی ہوا بتاں ساری
نہ صرف یادِ خدا ایک دم ہوا معروف ہزار حیف گئی عمر راہِ نیگاں ساری	
مجھ سے دل مانگے اگر وہ دلِ ستاں دیدوں ابھی بلکہ دل کیا مال ہی میں نقدِ جاں دیدوں ابھی زلف کا فرکیشِ خواباں گر گلے میرے پڑے سر نہ بینِ کشورِ ہند و ستاں دیدوں ابھی گیند کوئی طفلِ مانگے تو وہ ہوں سسرِ باختہ کاٹ کر سسر اپنا جلدی اُس کو ہاں دیدوں ابھی اُس نے گرمی میں دکھا ہی صوم گوہِ اب و و پھر	

دل یہی چاہے ہو پر میرا اذان دیدوں ابھی
 جی میں تیرے ہو نہیں قصدشکارِ مُردل
 ورنہ تیرے ہاتھ میں تیرو کماں دیدوں ابھی
 مُرخِ دئی وہ میری چاہے جو آگے غیر کے
 تو بنا کر اُس کے منہ میں برگِ پاں دیدوں ابھی
 یاد کو منظور رہنا ہو جو میری چشم میں
 تو اُسے ای مردمان میں یہ مکاں دیدوں ابھی
 یا کہے لالچ سے خط دے کہ زبانی بھی پیام
 ہو تو یوں قاصد کو اسی دل کچھ زبان دیدوں ابھی
 گر یہ کھٹکا ہو تجھے گھر میں نہ آجائے کوئی
 اُٹھ کے تو زنجیرِ درای میری جاں دیدوں ابھی

اس زمیں میں اور گر معروف کہنی ہو غزل
 تو گرہ خاطر پسند نکتہ داں دیدوں ابھی

کنج قاروں ہی نہ پا کر رانیکاں دیدوں ابھی
 ہوں وہ مصروفِ گریلیں و نون جہاں دیدوں ابھی
 جائے آسائش اگر مانگے کوئی بے خانماں
 یہ مکاں کیا ہو اُسے میں لامکاں دیدوں ابھی
 گر کرے فریادِ مبیل باغباں کے ہاتھ سے
 وہ ہوں عاشق اور اُس کو ہستاں دیدوں ابھی
 ہیں جہاں تک دوزخی مجھ سے کریں گرا التجا
 کچھ نہ پوچھوں اور اُنھیں باغِ جناں دیدوں ابھی

کوئی برقع پوش مجھ سے گر کرے آکر سوال
 ہیں زمیں میں جس قدر گنج نہاں دیدوں ابھی
 خاک میں دیکھوں جو مضطر ماہی بے آب کو
 تیرے کو اُس کے سحر بے کراں دیدوں ابھی
 گر کلاہ بویا مانگے کوئی مجھ سے فقیر
 بے تامل تاج تخت خسرواں دیدوں ابھی
 گر سلیمان کی میرے لگ جائے ہاتھ انگشتی
 لیکن مور ناتواں کو بے گماں دیدوں ابھی
 مانگے مفلس آن کر اندھا اگر گھوڑا کوئی
 کھول کر گھوڑوں کے اُس کو کارواں دیدوں ابھی
 مجھ سے مانگے جو دم مرگ ایک قطرہ آب کا
 چشمہ حیواں اُسی انسان کو ہاں دیدوں ابھی

گر کوئی میری سی مانگے مجھ سے شاعرِ دلِ چال
 کاٹ کر معروف اُسے اپنی زباں دیدوں ابھی

ٹھہرے نہ ہو تو جائے بلا سے یہی
 آواز ہی سناے بلا سے یہی
 تصویر ہی دکھائے بلا سے یہی
 پر آنکھ تو ملائے بلا سے یہی
 خوب اُس کو کھڑکھڑائے بلا سے یہی
 پر ہاتھ تو اٹھائے بلا سے یہی
 اُس کی خبر ہی لائے بلا سے یہی

وہ اب نہیں پھر آئے بلا سے یہی
 کرتا نہیں وہ بات اگر دیر آن کر
 صورت اُسے دکھاتے ہوئے اُن کے حجاب
 گرچہ نگاہ ہیر نہ ہو ہو نگاہِ قہر
 درباں کو روکنے پیرے کرے نہ دو
 گر قبر پر ہماری نہ لائے وہ شمع و گل
 گزرتے جواب خط سے کہیں نامہ برشتاب

پر چھاؤنی نہ چھائے بلا سے ہی ہی یہ ہی ہو سب کی لے بلا سے ہی ہی زلفوں ہی میں پھنسا ہو بلا سے ہی ہی پہلو میں دل کی جائے بلا سے ہی ہی کرتے ہیں ہائے ہائے بلا سے ہی ہی	برسات میں وہ غیر کے ہاں طے ہو جائے اس درد دل کی ہم تو نہ کرتے دوا پر پا گرد کسی کا دام بلا میں پھنساے عشق خنجر سے دل نکالے تو خنجر کو چھوڑ جائے کچھ اور عشق میں نہیں گرفتار نہ ہو
معروف فکر شعر میں ل تو بہل گیا مضمون اگر نہ آئے بلا سے ہی ہی	
کیا ہی ہنسی ہوئی ہو دیوار تہمتہا کی ہوتی ہو مشکل آساں ایک بندہ خدا کی کتنی کھپت ہو اس میں جنس غم و بلا کی شکر خدا کہ بندہ ہرگز نہیں ہو شاکی گویا کہ سر سے پاتک یک پوٹ ہو حیا کی سوزیدہ ازل ہوں ڈھب ہو مجھے سدا کی فریاد نے وفا کی فریاد نے وفا کی مانے جو بات حاکم عشاق با وفا کی	دیکھی جو سبے شدت ہاں بھی میری ہچاکی کر قتل مجھ کو ظالم ہو اس میں کیا بُرائی ہو شرح سے زیادہ اقلیم دل کی وسعت جو بندہ خدا ہو شاکی ہو وہ بتوں کا دیکھو تو کوئی اُس کے چپ چاپ بیٹھنے کو ذوقِ سماع مجھ کو کچھ آج سے نہیں ہو مرتے تو مر گئے ہم پر لے گئے یہ حسرت وہ پنچہ حنائی عالم کا خون کسے ہو
بات اُس کی اہل دل میں نہ فروغ پائے معروف کے جو دل میں لغت نہ ہو حیا کی	
آہ کی قدر کب وہ جانے ہو ماہ کی قدر کب وہ جانے ہو کاہ کی قدر کب وہ جانے ہو شاہ کی قدر کب وہ جانے ہو	چاہ کی قدر کب وہ جانے ہو چرخ ہمنم پہ ہو دماغ اُس کا کشش اُس میں ہو کہرا کی سی جو گدا کھینچ بیٹھے دستِ طمع

جاہ کی قدر کب وہ جانے ہو راہ کی قدر کب وہ جانے ہو شاہ کی قدر کب وہ جانے ہو	ترک گئی کرے جو دنیا سے گھر سے جس نے سفر کیا ہی ہو جس کو چوری کا بڑگیا لپکا
	جو کہے اپنا در و دل معروف راہ کی قدر کب وہ جانے ہو
اس کی تعبیر خواب کی سی ہو روشنی آفتاب کی سی ہو آج ہیاں بوکباب کی سی ہو آنکھ اب ایک عتاب کی سی ہو سیر یک ماہتاب کی سی ہو ابھی محبت حجاب کی سی ہو ہلکی ایک تہ شباب کی سی ہو ایک کشتی شراب کی سی ہو یہ تو صورت حباب کی سی ہو بس کہ بائش حباب کی سی ہو منہ میں خوشبو گلاب کی سی ہو شب یہ روز حساب کی سی ہو چاندنی سطح آب کی سی ہو شکل یک خطر اب کی سی ہو اسی خانہ خراب کی سی ہو بات ایک پہچ و تاب کی سی ہو	دید دنیا حباب کی سی ہو ساقیا موی کہاں ہو شیشہ میں دیکھنا کس کے دل کو داغ لگا دیکھ کر اُس نے جو ند کبھا پھر جن لیا اُس نے تو یہ نکھر از رنگ ساقیا جامِ محو سے ہاتھ نہ کھینچ پیرہن میں نمودن سے تیرے دیکھو اُس چشمِ مست کا عالم منہ بنا یا سوالِ بوسہ پر خوش ہو رونے پہ میسے وہ موخو کس کا وصفِ دہن کیا تھا آج صبح کا کیا حسابِ فرقت میں دشت میں فیضِ گریہ سے میرے شعلہ ساں کچھ نہ میسے دل ہی کے او میری جان تیری فصلت بھی سُن کے مہرِ ابیانِ غم بولا

یہ تو نقل اس کتاب کی سی ہو	جس میں تھا ذکر سیلے و مجنوں
	حالت اب دل کی ہجر میں معروف ایک شہر خراب کی سی ہو
قاصد کی اس طرف کو جو رفتار گرم ہو جو ہو سو میرے درپے آزار گرم ہو رنگ پری بلا تیری رفتار گرم ہو یہاں تک ہوا ہی آہ شرر بار گرم ہو جب سے کہ آمد آمد دلدار گرم ہو یہ دُختِ رز بھی ایک ہی مدار گرم ہو بچاں سے بسکے تالیبِ سو فار گرم ہو ایسا کچھ اس کے حسن کا بازار گرم ہو گہ سرد اس کا گاہِ تن زار گرم ہو چلنے کو اس جہاں سے وہ ای بار گرم ہو	شاید کہ قصد آمدن یار گرم ہو لب پر فغاں بغل میں ل آزار گرم ہو اٹھتا ہو شعلہ ایک قد آدم زمیں سے ڈرتے چھٹیں ہیں برق کے منہ پر ہلایاں آیا ہو تب سے یہ دل خود رفتہ آپ میں کرتی ہو سب سے پردہ مینا میں تاک جھانک کس تفتہ دل کے سینہ سے گزرا ترا خدنگ گرایاں ہوں جس کی چاہ میں یعقوب کی طرح حالت ہو شب سے یہ تیرے بجا ہجر کی دیکھ اب تو یار آ کہ برنگ چرخِ صبح
	معروف آئیں میں کھنچا جب سے ہاتھ ہو دامن سے ربط دیدہ خونبار گرم ہو
عرشِ اعظم ہلا دیا کس نے تجھ کو تجھسا دکھا دیا کس نے ہم کو دل سے بھلا دیا کس نے ایسا بچا بنا دیا کس نے ان کو سودا دل دیا کس نے مول اتنا چڑھا دیا کس نے	دل ہمارا دکھا دیا کس نے تجھ کو آئینہ لا دیا کس نے ایسے بھولے کہ یہ بھی یاد نہیں تو جو آیا نہیں کبھی دم میں سنگ ہیں جھولیوں میں لٹکوں کی بوسہ پایہ لیکے دل سے کہا

ہم کو تقویٰ بندھا دیا کس نے یہاں کا آخر پتا دیا کس نے تجھ کو ایسا پڑھا دیا کس نے مردہ قتل لا دیا کس نے یارب ایسا لگا دیا کس نے سر میں صندل لگا دیا کس نے	میں گنہگار لیکن اے رحمت قبر میں بھی جو اُس کی یاد آئی لام کا فاب جو تو لگا کہنے کر دیا غمزہ دوں کو شاوی مرگ اب جو میرے وہ لگ نہیں لگتا سہ عاشق ہو در دوسرے کیلئے
دل سے اٹھتا جو تھا دھواں محروم یہ چراغ اب بجھا دیا کس نے	
مر گئے تھے جلا دیا تو نے صاف پردہ اٹھا دیا تو نے غوب چنگا بنا دیا تو نے روز لپکا لگا دیا تو نے کچھ تو ایسا کھلا دیا تو نے ہم کو بودا بنا دیا تو نے غمزہ دوں کو ہنسا دیا تو نے گر دیا بھی تو کیا دیا تو نے	لب جو اپنا ہلا دیا تو نے آج ہم سے جو یہ کیا پردے جب سے تیرے مہین عشق ہوئے کیا دیا بوسہ ہم کو کیا لب کا گالیاں تیری اب لگا کھانے وہ تو بد خو نہیں مگر اے دل تو بلا شوخ طبع ہو اے رحم ایک بوسہ تمام عمر کے بعد
تو ہی شاعر کہ فوجِ معروف شعر پڑھ کر رلا دیا تو نے	
نفع و نقصان سب برابر کر چلے پہونچے کب منزل جو بے رہ رہ چلے کیوں نہ پھرتلوار وہاں کٹر چلے	خیر و شر کو ہم اسی پہ دھر چلے بن نصویر کیونکہ طہور راہِ عشق ذکر ابرو کا تیرے چوں جگہ

چشم تر ہو کر جہاں سا غر چلے ہم نشیں سب ہو لے ہو لے گھر چلے جس طرف کو وہ چلے پتھر چلے	ہو جہاں ماتم کدہ یا مکی کدہ خاک اس بزم جہاں میں دل لگے خرقِ عادت اپنے دیوانہ کی نگاہ
غنیہ گل کی طرح معروف ہم دل گرفتہ آئے تھے ہنس کر چلے	
دل نے کیا ایک بلا لگا دی ہو گھر میں دھونی سی کیا لگا دی ہو جس نے تیرے خال لگا دی ہو مشعل اس سے سوا لگا دی ہو سرو کو بھی ہوا لگا دی ہو قیمت اس کی سوا لگا دی ہو تیری تصویر یا لگا دی ہو کس نے میرے خدا لگا دی ہو سر سے لے تا بپا لگا دی ہو	یا زلفِ دو ٹا لگا دی ہو میں نے آہیں بھریں تو رک کے کہا ہاتھ آئے تو پیچھے اُس کا ہوا گرچہ ہو داغِ دل چراغِ ولے حرص سے کونسا ہو بیاں آزاد ایک بوسہ پہ لیکے دل کو کہا پس آئینہ فلک ہو ماہ آتشِ الفت بتا دل میں آگ سی جوں انار آتش باز
خاکِ در اس کی چشم میں معروف ہم نے سرمہ کی جا لگا دی ہو	
اُس کو راحتِ جہان میں کچھ ہو دیکھ لو آن آن میں کچھ ہو جو کہ اپنے گمان میں کچھ ہو وہم اب بھی گمان میں کچھ ہو عیب اگر مہرباں میں کچھ ہو	نیستی جس کے دھیان میں کچھ ہو ہو وہ چتونِ خجند و امثال اُس کو یہ جان تو کہ کچھ ہی نہیں اے تمنا نہ میری قبر پر آپ مجھ کو سنو بار مہرباں کہیئے

بولے وہ دود آہ پر میری کھل گیا صاف جب مئے مصال خامہ اٹکا جو وصف میں اُس کے دم رخصت وہ ہنس کے بولے غش ہو تیری ہر ایک بات پہ دل	خامی اس خستہ جان میں کچھ ہو نفع جی کے زیان میں کچھ ہو اُس کے گننت زبان میں کچھ ہو لے لو گر پاندان میں کچھ ہو سحر تیرے بیان میں کچھ ہو
عشق دُنیا سے اٹھ گیا معروف تو بھی ہندوستان میں کچھ ہو	
حال پر میرے کب نظر ہو تجھے تیرے قدموں پہ سر رکھوں کیا خاک ہو قضا اس قدر لگائی دیر کیا دعا میں کی مانگے ہو تھاں باندھ اے چشم تو تصویر یار جیب تو چاک کرنے دست جنوں کوئی دم تو ٹھہر دل بیتاب دیکھ چلتی بہار دنیا کی ہوں میں بیتاب بڑ کے جا قاصر	کس کے احوال کی خبر ہو تجھے ناز نہیں یہ بھی درد سرا ہو تجھے بیر میرے سے کس قدر ہو تجھے کافی اک میری چشم تر ہو تجھے دیکھتی کیا ہو کس کا درد ہو تجھے کام پھر بھی کچھ اس سے گر ہو تجھے بے قرار سی تو عمر بھر ہو تجھے یہ جہاں باغ رہ گزر ہو تجھے نامہ شوق بال و پر ہو تجھے
عشق میں تیرے ہاتھ اٹھا معروف جب تلک سرا درد سرا ہو تجھے	
جواب سے لب تم اے جان دو گے نہ چھوڑوں سکا میں اُس کی کھٹکتے تہہ غم سے آتش کو نسبت نہ دینا	تو گویا مجھے آج جی دان دو گے اگر مجھ کو تختِ سلیمان دو گے اگر مجھ کو رشوت میں تم پان دو گے

جو پھر غیسر کو تم کبھی پاؤ گے اگر ہاتھ سے اپنے اوسان دگے جبھی ور پڑو گے جو میاں دگے	میں ابے شک سے خون پنا کروں گا یہ لڑکے تھیں شہر کے مار لیں گے جنوں آچکا تھا کہ صحر کو قیس
گھمنڈ اب ہو کر نے ہو کیجیو معروف کسی نکتہ چیں کو جو دیوان دو گے	
یار ب کہیں یہ دل نہ کسی سے مگر گے غنیہ جن سے باندھنے رختِ سفر گے ہر یہ طلسم سر و میں بھی اب نثر گے نقاش کھینچے تیسری جس دم کر گے سونابغیر صاحبِ خانہ کے گھر گے سینہ اگر دکھاؤں تو رستم کو ڈر گے	رہنی ہوں چشمِ خوابِ عدم میں اگر گے او عند لیبِ سوئی ہو کس سینہ میں تو اب تاثر اُس کئے ل ہیں جو کی آہ نے میری بولے کمر پڑے ز بس زندگی ہو بیچ دل بن خیالِ یار کے یوں ہو جس طرح یہاں تک تک عشقِ جگر کے ہیں اس پار
معروف اپنے اڑ گئے اوسان دیکھ کر تیغ کو اپنے رکھنے جو وہ سان پر لگے	
جس طرح شیرِ نبتاں کی طرف جاتا ہو نشہ لبِ چشمہ حیواں کی طرف جاتا ہو دستِ تصویبِ گر بیاں کی طرف جاتا ہو جیسے مجرم کوئی زنداں کی طرف جاتا ہو دہم گر کو چہ جاناں کی طرف جاتا ہو یوں یہ دل طرہ جاناں کی طرف جاتا ہو دھیان جب اُس لبِ نذاں کی طرف جاتا ہو دھیان اُس سر و خراماں کی طرف جاتا ہو	یوں نڈر دل صفتِ نرکاں کی طرف جاتا ہو دل نہیں اُس لبِ خنداں کی طرف جاتا ہو میں تو میں جوشِ جنوں نے طلسم کیا یار تجھ بن مجھے لیجاتے ہیں باغ میں بیچ برگماں یہ ہو کہ ساتھ اٹھ کے چلا جاتا ہوں مغ جوں شام کو جاتے ہیں بسیر لینے چشم سے لختِ دل و اشک اُن مہرتے ہیں نظر آتا ہو جو گلشن میں کوئی سرو تو آہ

کیا کسی پردہ نشین پر ہو تو عاشق معروفت
چھپے جو گوشہ پنہاں کی طرف جاتا ہو

دل بنایا ہو غم عشق کے کھانے کے لیے وہ کبھو عالم رویا میں جو آجاتے ہیں زخم پر دل کے چھڑکتے ہیں اکسے منک گر محوشی وہ قبیوٹس جو اب کرتے ہیں نا توانی سے تو جوں کاہ بنا ہوں لیکن بھی عدم میں بھی تجھے گھاستا ہاری عشق یہ غم ہجر بھلا کیوں نہیں جانا یا رب دل ہوتا ہے نگہ سے تیری آخر صد نجات	چشم رونے کے لیے اشک نہانے کے لیے ہو یہ تکلیف فقط میرے لانے کے لیے رات پھر آئی میرے سوز اٹھانے کے لیے ہو یہ تقریب تب کے دل کے جلانے کے لیے کوہ ہوں با غم عشق اٹھانے کے لیے یہاں ہم آئے تھے تیرے دم میں نے لیے ورنہ دنیا میں جو آیا ہو سو جانے کے لیے مجھ سے لڑنا تھا تو ایک پینہ خانے کے لیے
---	--

دل لگاتے ہی لگی جان تھکانے معروف
ادرا رمان کرو دل کے لگانے لیے

دل میرا دیکھو کہ چپٹاں اور جگر میں رو ہو جو میرے پہلو میں ہو اُس کے جگر میں رو ہو صبح اُٹھتے ہی وہ یہ بولے کمر میں رو ہو آج پھر کچھ نالہ مغر سحر میں رو ہو جب سے اب تنگ غن رنگ قبر میں رو ہو	گھر اٹھا یا سر پہ تم نے نکاح سہری رو ہو یہ غم فرقت سے آہ پُراثر ہیں درو ہو شب جو ہو بچا تھا تصور میں اکٹ بکھنا ہاتھ کلاچیں نے مبادا گل پہ ڈالا کہیں نانہ سے ماری تھی ٹھوکر دسٹ گل میں سحر
---	--

اب میں جس کے پاس جاتا ہوں بھتی ہو سہر
بس کہہ دو معروف میرے شعر ترین رو ہو

چشم حسرت سے جسے کوئی نہ ٹکٹے پائے یہ منادی ہو جہاں کوئی نہ ٹکٹے پائے	کون اُس پاس بھلا جا کے پھٹکنے پائے آدمی اپنا دہاں کیونکہ پھٹکنے پائے
---	---

اپنی نظروں میں سب کے اُسے رکھتے ہیں کیا وہاں جاؤں دلا حکم ہو یہ حاکم کا او دل خام طبع بھی جو ہاں کیا پیغام وعدہ شام جو ہو اس میں تو اس کو سب لوگ رنگ زرد اس کا جو ہو عشق میں میرے تو اُسے اور کوئی کہتا ہو اس بات پہ کیا ہو موقوف	ناکہ آنکھ اُس کی کسی سے نہ چمکنے پائے جو وہاں جائے تو پھر وہ نہ کھسکنے پائے یہ سنا ہو جو جہاں بات نہ کہنے پائے کہتے ہیں زلف نہ عارض پہ لٹکنے پائے کوئی کہتا ہو کہیں یہ نہ سرکنے پائے یہ ہی تکتے رہو رنگ اپ چمکنے پائے
جب ہو معروف کہ حاکم نے کیا ہو یہ حکم کوئی اس شہر میں ہاں شعر نہ کہنے پائے	
میں تو ہوں بیاہر عشق مجھ کو دوا نہ ہو اس تپِ فرقت میں تو بھرنے دلا آہ سرد دیکھتے ہی مر گیا میں تو تیری زلف کو دوستو پھیکا پڑا اس کے سبب لنگن مانگو میرے واسطے اب یہ شفا کی دعا	زہر مجھے کھانے دو میری غذا نہ ہر اے ہوں میں بہت ناتواں مجھ کو ہوا نہ ہر اے کیا کہوں کالے سے بھی اس میں بلا نہ ہر اے چشم میں عاشق کی یون لگ حنا نہ ہر اے زیست سے میں اس خنا مجھ کو شفا نہ ہر اے
بیٹھ نہ چپ چاپ یوں ہجر میں حروف تو یہ تو تیرے حق میں اور سوا نہ ہر اے	
گرچہ میں بیٹھا ہوں یہاں دھیان کہیں اور ہو جسم ہی بس دیکھ لو جان کہیں اور ہو لحنت جگر کو میرے لعل سے نسبت نہ دو دوستو اس لعل کی کان کہیں اور ہو پندرہ کرنا صفا بند کر اپنی زباں تو مجھے حاضر نہ جان جان کہیں اور ہو	

دے مجھے تکلیف مت بات کی ایہم نشیں
 اب دلِ خود رفتہ یار ماں کہیں اور ہو
 جان کھنچی جائے ہو جس کی ہر ایک بات میں
 کیونکہ کہوں اُس کی سی آن کہیں اور ہو
 حال دل اپنا کوئی خاک سنائے تمہیں
 کہنے کو سنتے تو ہو کاں کہیں اور ہو

دل کا تعلق بُرا ہو دے ہو معروف آہ
 بات میں کرتا ہوں کچھ کاں کہیں اور ہو

میں کو کہ تو ہی دل سے ایو بار بھول جائے
 جب لہریں نشہ کے تو خوش خرم ہوئے
 گر چشم مست ساتی کیفیتیں دکھائے
 وعدا ہی آن پہنچے اُس پنجاب کا یارب
 ہم وصل میں گئے ہیں بھول درو فرقت
 جو اس کے یوں ہوں گنتا بھر کھنگلیوں پر
 اُس چشم پہنچا یاں ہن جہ سے ہو ابرو
 اُس کو نہ کیوں دو عالم یک بار بھول جائے
 پھر صاف موج دریا رفتہ بھول جائے
 ساغر کشی کی لذتِ خواہ بھول جائے
 جس سے کہ یار کر کے اقرار بھول جائے
 صحت میں جیسے دکھ کو بیمار بھول جائے
 گنتی کو جیسے وہی ہر بار بھول جائے
 جوں تک وہ میں کیفی تلوار بھول جائے

معروف دل لگانا ایسے سے کچھ نہیں ہو
 جو رسم مہر الفت یکبار بھول جائے

سہل ہو کیسی ہی کو کیسی ہی مشکل آئے
 آہ کے ساتھ اب آتا ہی مجھے یوں سونا
 تجھ سے آئینہ دل ہوئے تو ہوئے وشن
 سلسلہ روت سے رکھتا ہو دل دیوانہ
 پر یہ آفت تو نہ ہووے جو کہیں دل آئے
 بادباراں کہیں جس طور سے شامل آئے
 در نہ کس کا ہو یہ منہ تیرے مقابل آئے
 پاؤں پڑنے کو میسے کیوں سلاسل آئے

یا درفتار میں میں اس کی چلا جاتا ہوں شمع کو رشک سے سولی پہ کنٹی ساری تا	مجھ کو یہ غم نہیں جلدی کہیں منزل آئے شب کو محفل میں اگر شاہِ محفل آئے
ایسے ظالم کو لکھیں حال کتابتِ معروف قاصد و وہم بھی جائے تو وہ گھائل آئے	
یہ ہی صیت و اگر پیٹنیہ عتیادی ہو مفت لے جائے ہو گلشن سے زرِ گلِ صبا کشورِ دل میں جو روشن جوئے غولِ چراغ سروساماں ہو یہی بے سروسامانی کا تیری تصویر کو کیا منہ ہو جو کھینچے نقاش	ہم کو تو رنجِ قفس بیضہ فولادی ہو باغباں باندھ اسے چوریہ ایک بادی ہو حضرتِ دل ہی سے اس ملک میں بادی ہو مرو کے بر میں جوابِ خلعتِ آزادی ہو دستِ قدرت ہی میں صینعتِ استادی ہو
پیشوا عشق کو اپنا تو سمجھو معروف رہنا ہی یہی اور یہی تیرا بادی ہو	
علاوہ اس غم ہجران کے مجھ کو اور یہ غم ہو کہا میں نے جو ان سے کیجیے کچھ عشق کی تہیں نہ رکھا اور دل مضطرب تھے میں اپنے سینے میں نہ پوچھو اس لبِ پریس کی خوبی مجھے ہی ظالم چلا ہو کون ایسا رشک مہ اس شہر سے یارب خبر میری کل ان کے آدمی نے اُکے جو پوچھی عیاں کا کیا بیاں ہو دیکھ جا جو حال ہو میل تو شکر یوں کہا اس نے قسم ہو اپنی آنکھوں کی	کہ یعنی جس میں مرنا ہوں وہ بھی مجھ پہ بدیم ہو تو بولے ہم کو ان باتوں سے مٹا دے تہ کیجیے کم ہو یہ ڈرنا ہو کہ راہِ عشق سے تو میرے محرم ہو ملا ہم اکی کچھ اس حبِ غریب جس جیسے رستم ہو کہ جس بن آج سائے شہر میں شہر محرم ہو کہا میں نے کہ شاہِ عقل سے بہرا تجھے کم ہو کہ چہرہ زرد ہو لب خشاک ہو اور چشمِ پریم ہو جو عالم آپ کا ہو بیاں ہی وہاں ان کا عالم ہو
جیوں میں یادِ مرعروف بن ہو ہو ہوں میں ارادہ اس کے ملنے کا ولے جی میں مضم ہو	

پاس ہی پر نہیں موقوف جدھر پھرتا ہو موی پرستی کی ہوا سر میں بھری ہو میرے مشاد یوں اہل نظر سوئے دم جاتے ہیں غواب میں اور طح اس نے ہو شاید دیکھا	تو ہی آنکھوں میں میری شام دھر پھرتا ہو ساغر موی کی طرح کا سہ سر پھرتا ہو کوئی جوں گھر کی طرف کے سفر پھرتا ہو اب جاتے ہوئے ہم سے جو نظر پھرتا ہو
اشکِ محنت جگر آنکھوں میں سرئی کیجیے لوگ بولے معروف تو اس طرح نڈر پھرتا ہو	
یار و دھروں جو یاد میں ہیں زلفِ یار کے دنمانِ بانِ خورق وہ آتے ہیں جبکہ یاد ہم اُس کی یاد میں گئے اپنے کو آپ بھول دُنیا میں وصلِ یار سے ہیں ہم بھی کم نصیب نخشۂ نہ کیونکہ گوہرِ مقصد وہ زیرِ فیض نکلے جو وقتِ شام پری رو تو آفتاب ای نامہ بر قسم ہی تجھے بھولیو نہیں کیسوی پیام یہ کہ جو آتے نہیں ہو آپ	سنبھل سر ہائے تم میرے بونا مزاج کے اغلرِ نظر میں لگتے ہیں دانے انار کے از بس کہ مجھ میں کسی غفلتِ ثمار کے تقصیر وار ہو گئے ایک آدھ بار کے بیٹھی ہو دونوں ہاتھ صدفِ ہسار کے دستار اُس کے پاؤں پہ کھئے آثار کے نامہ کو میرے پھینک کے قدموں میں یار کے پھر کیوں گئے ہو ہاتھ پہ تم ہاتھ مار کے
معروف حق کی یاد میں دم کا شمار رکھ بس جب ہو ڈر حساب سے روز شمار کے	
کہیں وہ غائب پا کر دیکھ پاتے اپنی آنکھوں سے تھائے چشم کے بیمار کا آنکھوں میں دم آیا اگر یمن میں تم چشم کا فرو دیکھتے اپنی بُلا تو اگر ہم کو قسم ہو تیرے قدموں کی ہیں نرس کا دستہ غیر کے ہاتھوں سے کیوں بھیجا	تو ہم سر نہ کی جا اس کو لگاتے اپنی آنکھوں سے مناسب تھا اگر اس کو دیکھ جاتے اپنی آنکھوں سے تو پھر کیا کیا نہ تم آنکھیں لٹاتے اپنی آنکھوں سے کوئی آتا ہی پیروں سے تم آتے اپنی آنکھوں سے اگر آنکھیں دکھانی تھیں دکھاتے اپنی آنکھوں سے

ہمیں رونے نہیں دیتا حضور کی آنکھوں کا	دو عالم کو ہم ایک پل میں بتاتے اپنی آنکھوں کا
تک نظری نہ کرتا گو ہر معروف گرا سنو	اُسے ہم عین دریا کر دکھاتے اپنی آنکھوں سے
کوئی تو کم کڑواہی ہماراں چلائے ہو فردا یا ربہ یاد نیستاں چلائے ہو مات بھر نالاں ہے ہم اُس نے پوچھا بھی نہ آہ سننے والوں کا کلیجہ ٹکڑے ہو جاتا ہوا آہ ہو گیا پیری میں مجھ کو یہاں تلک ضعیف مرغ ہو دل پر دماغ مالال لُس کے تاب نہ لے لیں ہیٹ میں کب بہت ہر تک بھلا بھتی ہو بات آنکھ ابھی جھپکی ہو بعد اک عمر کے جان عزیز	ہر قدم پہ جو درائے کارواں چلائے ہو درووری کیا غضب ہو بے باں چلائے ہو کون میرے در پہ یہ بے خانماں چلائے ہو کھینچ کر عاشق جو تیروں کی سناں چلائے ہو سر رکھ لیتا ہوں میں بچہ جہاں چلائے ہو دیکھ کر طوائس جوں برق جہاں چلائے ہو جب کہ میں سے کچھ کہے کوئی کواں چلائے ہو کیوں مے مرقد پہ تو دے کراڈاں چلائے ہو
بن ترے معروف کے ہوتا ہو میں دم ہلک	بیٹھے بیٹھے ہیٹ کر سر ناگہاں چلائے ہو
پر روئے یار کی سی لکڑی میں چمک تو ہو دیوانے کی سی آپ میں بھی اک لٹک تو ہو یہ دیکھ انتظار تیرا یہاں تلک تو ہو زنجیر کی سی کان میں آتی جھنک تو ہو گو درود وہ نہیں ہو پر اب بھی کسک تو ہو ایسر و ناز چلتے ہوئے پر لچک تو ہو تو بھی تنور سینہ سے آتی تھبک تو ہو معروف یوں مزاج ہمارا تلک تو ہو	ہر چند حسن ماہ فلک بے تلک تو ہو پکڑی لٹاؤں کے زلف کی میں نے تو یہ کہا آنکھوں میں دم کو روک کھا ہو دم اخیر ہو قیس اس فلاح میں پسٹلے نے سچ کہا مُدت ہوئی لگی تھی محبت کی دل چوٹ گو شاخ بید یہ قند نازک نہیں ترا پیری میں گر چہ آتش دل وہ نہیں ہی شرمندہ بحر سے نہیں قطرہ کی جوں حباب

کہ قاصدا کے جو کچھ دے خبر تبا تو دے
یہی کہو کہ بھلا اپنے ہاتوں اب تو دے
وہ شرمیں ہو ابھی ٹوٹنے حجاب تو دے
کہا ہو میں ابھی ڈوبنے رکاب تو دے
کسی کے منہ پہ کوئی صاف یوں چاہے دے
جو سب سے سب نہیں یتا علی الحساب تو دے
پرایک سوز دل دیدہ پر تاب تو دے
جو قصد قتل ہی تیغ نگہ کو آب تو دے
جو تیرے پاس ہو خاکنا خراب تو دے
اٹھانے یار کو منہ سے ذرا نقاب تو دے

جو اب خط نہیں یتا دے جواب تو دے
وہیت نہ دے تو دباؤ نہ میرے قاتل کو
جو کھلے بات نہ کی توڑ مت دلا اس سے
کہا جو قتل سے اس شہسوار کے باز آ
یہ آئینہ ہی کی چھاتی ہو ورنہ کیا منہ ہو
ہزار بوسے میرے تجھ پہ ہیں حساب کی و
الہی اور ہیں دے نہ دے خوشی تیری
خواب تیرے قوی کے اہل بزم کو دیکھ
خواب ہیں دل گم گشتہ کی تلاش میں ہم
اماں دے کوئی دم ای مل نہ کر حلیدی

تیرے کلام کے مشتاق ہیں بہت معروف
جو کلیات نہیں اپنا انتخاب تو دے

برق گھبرا جائے ہو اور شعلہ ٹھہرا جائے ہو
اس کے کوچہ کی طرف تھکسا بہتا جائے ہو
مات کے آنے کی تو جس وز ٹھہرا جائے ہو
خاک لوں میں م کہ اس ہنم بھی نکلا جائے ہو
راہ میں نشن قدم جیسے کہ زندا جائے ہو
کوئی بھی آکر کہے پر سے پیسا جائے ہو
دم بدم تیرے مریض غم کو غش آ جائے ہو
تو بھی گھر نکلاں چلے کہاں میں آ جائے ہو
جو ہو اس کا حال اب ہکس دیکھا جائے ہو

ذکر اس آتش کے پرکالے کا جب جائے ہو
کیوں نہ ہو منوں سیل اشک میرا چشم زار
دل تپنے سے پھرا جاتا ہو اسی وعدہ خلاف
دم بدم ہدم نہ دم دے دم تولے آتا ہو وہ
یہ ہوئی حالت میری اُفتادگی کی ہاتھ سے
بوسہ کیوں لیتا نہیں اس کے زخماں کا ولا
ذکر یہ میرا جو اس کے ہنشینوں نے کیا
دوست دشمن سب چلے آتے ہیں لینے کو خبر
دیکھنا شوخی کہا سن کر کہ جاؤں کس طرح

اس میں میں اگل معروف کھ تو اور بھی

فانی لاکھوں ہیں اس میں فکر کی کیا جائے ہو

اس کا وہ چھاتی سے لگنا جب کیا دیا جائے ہو
میسے مسائے سے جلے ہو وہ اٹھنے کا نام
دیکھ تو آنکھیں چمک کر میری دُور ویدہ نگاہ
ای دل تنہا کیوں ہو مضطرب یا گھر جانا اگر
غیر اوقم آئینہ دیکھا کرو لو ہم چلے
اس خیال زلف کو بھی یاد ہو۔ کیسی پست
مدد اس تاثیر کے ای جذب الفت اہ واہ
چپے ہوں کہو بے بیٹھا تو کس کو دھیان میں
ایک خرابی سی خرابی ہو کوئی جی کو میرے

بھٹنے لگتا ہو کلیجہ سینہ تر قاجائے ہو
جان سہی جائے ہو دل ہو کہ بیٹھا جائے ہو
یہ مثل ہو چور تو چوری سے کپڑا جائے ہو
جائے ہو آجائے گا کیا یہاں بھاگتا ہو
تم ہی اب دیکھا کرو کس سے دیکھا جائے ہو
جوں جوں اس سے بھاگتا ہوں اور لپٹا جائے ہو
اس کا دل اب اور لٹا ہم سے کھنچا جائے ہو
کچھ کہوں تو کہئے تو تو مغز بھی کھا جائے ہو
اب نہ رہ سکتا ہوں چپ ہی اور نہ بولا جائے ہو

پڑھ غزل معروف درسی کہیں تا لوگ وجد

جب پڑھے ہو شعر تو محل میں ذوق آجائے ہو

چشم میں آؤ کہ جائے طرف تریہ بھی تو ہو
دل میں میرے مکان طرف تریہ بھی تو ہو
رفتہ رفتہ عشق کی منزل کو پہنچا دے کاشوق
کہہ دے اس عشاق کش کو میری جانب کوئی
کیونکہ وہیں گرچہ رونا سوز دل کو ہو منیب
قبل اہل دید گر بھیرا تو آئینہ بھی توڑ
رکھ شہر کو ساتھ تو ای جان سرگرم فنا
کہتے ہیں وقت آجابت لوگ تھیں جی کو

رشتہ صد آئینہ خانہ صاف گھریہ بھی تو ہو
گر ہو تو پر و نشیں پر وے کا گھریہ بھی تو ہو
خضر ہی پر کیا ہو ای دل اہریہ بھی تو ہو
عاشقوں میں تیرے ای بیا و گریہ بھی تو ہو
ماز دل افشا نہ ہو مہ نظریہ بھی تو ہو
دیکھنے والوں میں تیرے سیبہ بھی تو ہو
چھوڑ مت پیچھے کہ آخر ہم سفر یہ بھی تو ہو
مانگ پیری میں عا دل حریہ بھی تو ہو

آج قاصدا در کیا بھیجوں کہ اگلا نامہ بر	جا کے واں مارا گیا کل سے خبر یہ بھی تو ہو
اُس کمر کو بال سے نسبت تو ہو معروف	تو رگ جاں باندھ مضمون کمر یہ بھی تو ہو
یہی بخش ہو گھر و دم ابھی سے جوانی میں قیامت ہوئے گا تو بُری عشق نے آنکھیں دکھائیں دلا کھا جائے گا تجھ کو غم عشق بتائی دل کی بات ان کی توڑے ابھی تو زلف بھی چھتری نہیں ہو ابھی قاتل ہو وہاں یہاں دیکھے شوق نہ جب تک پیٹ بھر کر دیکھ لیں گے	تو ہوتے ہیں مُرخس ہم ابھی سے جو غش ہو تجھ پہ اکٹلم ابھی سے رداں ہیں اشک جو سیم ابھی سے جو ایسا کھائے گا تو غم ابھی سے ہوا محرم یہ نا محرم ابھی سے ہوئے ہیں آپ کیوں برہم ابھی سے ہوئی جاتی ہو گردن خم ابھی سے کوئی دیتے ہیں جلتے ہم ابھی سے
اٹھا معروف چنڈے لذت درد	نہ رکھ زخموں پہ تو مرہم ابھی سے
قاتل گراں ہو یہ مجھے سوا من کے بوجھ سے تلا جو ہم نے پھول سے اُس کو گلاب کے اسبابِ دنیوی نہ اٹھاتے اگر سیح دیوانہ اس قدر تیرا ناتواں کہ پاؤں اُس ناز میں کی چونی ہوئی ترو دم اخیر نیمہ کا بوجھ اٹھ سکے اس ناز میں سے کب سو سن کا پھول اُس نے وہیں پر جو رکھ دیا سمرن جو اس نے پہنی تو دوانوں سے جا بجا	گردے سُبک بدن سر و گردن کے بوجھ سے بھاری تھا پھول اُس بُت بُرنے کے بوجھ سے چوٹے فلک پہ بہتے نہ سوزن کے بوجھ سے اٹھتا نہیں سلاسل آہن کے بوجھ سے آیا عرق یہ باغ میں من کے بوجھ سے گن گن کے پاؤں جو رکھے چکن کے بوجھ سے لب نیگوں ہوئے گلی سوسن کے بوجھ سے ساحہ پہ نقش ہو گئے سمرن کے بوجھ سے

دیکھنا ہاپنے لگے چلون کے بوجھ سے	اگے ہی اہم تو کہتے تھے چلون نہ ہاند مو تم
	معروف جو ہیں ہر ریائی سے سرگراں تبسح کم نہیں تھیں تنو من کے بوجھ سے
جو سونے کے پہانے سے ڈو پٹہ منہ پہ تانا ہا سمندر ناز کو موج تبسٹم تازیانا ہا ہیں ناواں ہاپنے وقت کھلوانا ہا تجھے بھی ایک دن آخر خدا کو منہ دکھانا ہا چنبھا کیا ہوا یہ بھی جہاں کا کارخانہ ہا عجب ہر وہیوں کے سوا لگ دکھانا آزمانا ہا ہا کیا خاک پر وہ صاف اب ڈوٹھا نا ہا کہ ہم کو تج کی شب بخت خفتہ کو جگانا ہا عدم میں جلے یا روکس کو پھر وینا میں نا ہا اگر ہو وے تو دلوا عطر خوں کو شگھانا ہا یہ گو یا شہد اب اس کو دم آخر چانا ہا	تجھے منگورا دی بے دروہم سے منہ چھپانا ہا دکھا دے گریب رنگ حق چمکا کر دکھانا ہا گریزاں جو ہو غفلت سے سمجھ مت اس کو دیوانہ دم آخر نہ ہم سے منہ چھپانا اسی بت کافر کہا اس سنگدل نے سن کے مرنا اپنے عاشق کا جہاں میں یہ نئی صورت کیا کیا رنگ لاتا ہا مجھے جو دیکھتے ہی اپنے چھڑوا دیئے پر سے کوئی کہہ دے یہ ہمسایوں سے دن کو خوب باتیں پھر الو سات بار اس گھر کے تم میرے جانے کو عش آتا ہا مر بیض غم کو تیرے ناتوانی سے مر بیض غم کو اپنے بوسہ لب کیا دیا تم نے
	وہ مضمون کہہ جو ہو جائے غل غلط نسخ کی جو زور طبع اسی معروف تجھ کو آزمانا ہا
مناسب پالکی کے بدلے گہوارہ بنانا ہا ہمارا اس میں مطلب لعل کو نیلم بنانا ہا سمندر خواب کو جنبش مرثہ پر تازیانا ہا بنانا شاخ آہو پر یہ وحشی آشیانا ہا خیال مویں خطا یار سے مانگا لگانا ہا	تجھے اسی منعم ایک دن چار کے کاڈھے پہ جانا ہا لب نازک سے لینا اس کے بوسہ کا بہانا ہا شب غم میں سواری استراحت کی وانا ہا کہاں ابرو وے یا راور مرغ دل کچھ بھی لکھا ہا نہی میرا لب خرم جگر سوزن سے اویسنے

شبِ آخر ہو چکی لبِ تھکا کا نام لے غافل
جنوں کے ہاتھ سے یہ آخرش ہم کو لا شرہ
فلک کو کیونکہ نسبتِ دونوں فافوس خیالی ہے
کسی ڈھب برابر سیکڑوں خنجر کھٹے کو وہ
جواب کے تھے ہو وعدہ پان کھا کر دوسلہ کا
ہنیں جائے ملامت تھیں نے بخیر گر پہنی
شفق کی سیر دیکھو شام کو گورِ غریباں پر
بنوے نقوش پاکا تیرے خاکہ کہد پانی سے
سرے مئے تن لاغر کی کچھ پوچھو نہ آرزو
فلک سے بھی داغ اونچا ہی یہاں جیہیوں کا
پڑھو بس فاتحہ اسی حضرت دل چکا فاصد
مرا منہ کیوں نہ وقتِ فنِ نہ اُنہ رو دیکھے
تماشہ سے گل بازی کے یہ عقدہ کھلا ہم پر
سرورِ قلقل مینا سے اہل رو کیا خوش ہوں
جوانی کی طرح ضائع نہ کر اس صبحِ پیری کو
ہمیں تصویر بھی بھیجی تو چپکا کر ورق اس نے

جو صابونِ سر سے داغ عصیاں کا چھٹانا ہو
کر اپنا نخلِ قامت سنگِ طلاں کا نشانہ ہو
کہ اس کے درمیانِ نواگوش میں نہانا ہو
کہ ہم کو یادِ مرقاں میں کسی کے طمنا ہو
میرا منہ آتشِ یاقوت سے شاید جلانا ہو
کہ جو ہو فرقِ عشاق میں یہ اُس کا ہانا ہو
گلابی بافتہ کا کیا تماشا شامِ انا ہو
میری اُفتادگی کا گر تجھے نقشِ کھنچا ہوا ہو
اسی کا پنجہ مرقاںِ چشمِ مورِ شانا ہو
خدا یا کس بُتِ مغرور کا یہ ستانا ہو
ادھر پھر نابِ س کا عمرِ منتہ کا پھر آنا ہو
عزیزِ داس میں یہ تہہ کی اُس کو شکِ ملنا ہو
کہ اس باغِ جہاں میں ساتھ ہی اُنکے جانا ہو
کہ آوازِ شکستِ شیشہ دل یہاں تہا ہو
کہ بعد از مرگت کا فور تیرے کام آنا ہو
یہاں اب عقل حیراں ہو یہ کیسا منہ پھپھانا ہو

سراغ اس کی کہ کا ڈھونڈتِ محنتِ طبعِ دے

کہ وہ عنقا ہو اس کا لامکاں میں شیانہا ہو

ہنیں یہ رسم کوئی کشتہ سیماب کے روئے
نہ کیوں لیا و کر کے نخلِ احباب کے روئے
عجب کیا سن کے وہ دوازہ دولاب کے روئے

مرے پر کون تیرے عاشقِ بیاتِ کشتہ
برنگِ سنہ گل اس عجب رنگینِ محبتِ تھی
خیالِ سحشیم کی گردشِ کاجس کو اُٹان رہو

منہ سے اس دور میں کیا کوئی اتنی ہی نہیں صحت رکھے گریا میری طرح اس بہت کا غم ابرو فقط اتنے لیے آیا وہ میری اب میں شب کے	کہ بزمِ یار میں پی کر شرابِ ناب کو روئے تو پھر سجد میں اُہر دیکھ کر محراب کو روئے کہ چونکے خواب تو کیا دیکھے خواب کو روئے
تصویر میں لبِ دل کے معروف آنکھوں سے عجب کیا ہو لو گر دیکھ کر عذاب کو روئے	
وہ بد خو جب بگڑتا ہو تو پھر ایسا بگڑتا ہو کے دو دل کو میں باہم لکھتی ہوں تیری بغیر ابھرت اس حیاتِ مستعار اپنی پہلی غفل ملی ہو قسمت برگشتہ بھی کوئی نصیبوں سے بنایا ہو نہ منہ شکوہ پر اس نے ہم نہ کہتے تھے بنانا کیا ہو سچ بیٹھا خبر لے اٹھشتابی سے الگ تم تو دکھا کر اس کو ہو جاتی ہو ای آنکھوں حواسِ خمس میں اپنے خلل آتا چلا بے ڈھب	کہ نقشہ اس کا گر کھینچو تو پھر نقشہ بگڑتا ہو کوٹو کا کٹوں جب اک چیز کے سودا بگڑتا ہو جوابِ محروم میں دیکھ لے بنتا بگڑتا ہو کروں گریباتِ سیدھی بھی تو وہ انا بگڑتا ہو کہ باتوں سے تری ادول مزاج اسکا بگڑتا ہو تیرے بیمار غم کا دم بدم نقشہ بگڑتا ہو خرابی دل پہ پاتی ہو تمھارا کیا بگڑتا ہو برا ہو اس بڑھاپے کا عجب حلیہ بگڑتا ہو
بنے اس جنگجو سے اپنی ای معروف کسٹوں کہ حرفِ صلح بھی گر خط میں لکھا تو تھا بگڑتا ہو	
کیونکر ایسے کی ملاقات کی تدبیر بنے بحرِ ہستی میں غنیمت ہو کہ مانندِ حباب گرہِ تاریک نفس کھلتی نہیں ای قابل میرے حق میں بجز اگر نہ کسی نامقدر بس یہی دیکھ لو اس شکل کا جو وہ نقشہ موت آجائے الہی دل بیتاب کو کاش	جیسے بد خوئی کے مانی سے نہ تصویر بنے ہم بھی ایک دم کے لیے صبا تمہیر بنے کاش اب عقدہ کشا ناخن شمشیر بنے جو ترے ہاتھ سے اب اوہ بیک پر بنے اہلِ نظارہ جسے دیکھ کے تصویر بنے کہ یہ سیاب ہو مرجائے تو اکسیر بنے

ہوں میں دہ رخم نصیب آہ کہ یار و پس مرگ	استخوانوں سے میرے سیکڑوں قضا گیر بنے
اپنے دیوانہ لاغر کی تو اسے رشک بہار	چاہتا تو ہو مصور سے کہ تصویر بنے
صفو خاک نقشہ کو تو اس کے کھینچو	تاثان قدم مور سے نہ بنجیر بنے

مغول کیوں نہ پھنسے رخ پہ جو اس کے معرو
حلقہ دایم بلا زلف گمراہ گیر بنے

جو قصد شام ہو مکر امت لایوں نہیں یوں ہو
دلا جائز لطف میں اس رخ سے رستایوں نہیں ہو
خرام یار سے تو سیکھ اٹھ کیلی کے چلنے کو
جو بنلا دے تجھے ای موج دریا یوں نہیں یوں ہو
کیا بوسہ طلب اُن سے تو کالی دے کے وہ بولے
برامت ماننا دستور اپنا یوں نہیں یوں ہو
نصیبوں کا نکلا کرتا تھا میں غمیر آپ کا سمجھا
یقین کرنا خدا شاہد اس کا یوں نہیں یوں ہو
دہن سے اس کے پوچھی بات جب غنیمت کے کھلنے کی
تو بولا ہنس کے وہ عقدہ کا کھلنا یوں نہیں یوں ہو
شر ہو سنگ میں اور گل میں رنگ اور شمع میں شعلہ
غلط فہمی ہو پھر اس کو یہ کہنا یوں نہیں یوں ہو
کہے ہو دشت میں ہر نقش پائے ناقہ محسنوں
بھٹکنا مت کہ جائے آج لیلی یوں نہیں یوں ہو
جباب موج دریا ایک نہیں تم فرق بتلاؤ
سمجھ ہم ان فقیروں کی تو بابا یوں نہیں یوں ہو

سگِ دیوانہ کو مارا تھا پتھر لگ گیا اس کے
 سنو فریادِ مت درباں کی قصایوں نہیں ہیں ہر
 دیا نقشہ جو اس نے کھینچ کر بہرا دئے اس کو
 تو آگے دھر کے آئینہ وہ بولا یوں نہیں یوں ہر
 کسی نے دی جواب بحر سے انساں کو جو نسبت
 تو لکھ کر ہم نے پانی پر بتایا یوں نہیں یوں ہر

کلام اس کا جو ہو معروف سکتنا و متدقنا
 پلٹ کر کہہ سکے مقد و کس کا یوں نہیں ہیں ہر

جو کہ حالت ہو ہماری وہی تیری ہو جائے
 میری محبت میں جو بیٹھ کوئی وحشی ہو جائے
 منہ کو دھوتا تو کہ صورت میری تیری ہو جائے
 اس کے بھی گھریں اسی طرح سے چوٹی ہو جائے
 جس طرح راج کا مالک کوئی جوگی ہو جائے
 پھر تو جوں قطرو گئے آنکھ سے موتی ہو جائے
 یا وہ آجائے نہیں دل کو تسلی ہو جائے
 مجھ کو ڈر ہو کہ نظر اب نہ کسی کی ہو جائے
 اپنی تقریب الہی کوئی ایسی ہو جائے
 درمیاں میرے اور اس کے جو بیٹی ہو جائے
 خاکِ ثنہ سے جو پہلے کوئی مٹی ہو جائے
 منہ پر مردے کے نہ گزیر نہ خوشی ہو جائے
 کہیں ایسا نہ ہو کچھ اور خرابی ہو جائے

اپنی بے تابی دل گر متعذی ہو جائے
 چشمِ وحشی کے تصور میں تیرے ہوں ہاں تک
 عکسِ نہ پانی میں نہ دیکھے ہو تو وہ یار ملیج
 جس نے دل شبنم چرایا میرے برے یار
 یوں لیا چشم پر افسوں نے تری شورِ دل
 موجزنِ دل میں ہو کر بحرِ محبت یار و
 کب تلک بحر میں اس کے رہوں مضطرب
 چشم بد دور عجب آج ہو عالمِ تم پر
 کسی غفل میں قریب اس کے ملے ہم کو جا
 سمجھوں آئینہ کو کیوں سدِ سکندر نہ دلا
 عاقبت خاک ہے سب ہوں گے پرانساں ہر ہی
 آپ کا مرے سنکے ہر ایک لذتِ مرگ
 دیکھ کر اس کو نہ بھرا لایوا شک ای آنکھوں

چھوٹ کر قید سے جوں پہ کوئی قیدی ہو جائے قابلِ خلق جو وہ دستِ حنائی ہو جائے ہندی اس عید کے عرف کی جو ہنگی ہو جائے	چھٹ کے ایکٹ سے پھنسا دوسری جاپوں لے کر مجھ کو یہ ڈر ہو کہ ہونِ خرابہ نہ کہیں مشیتِ روتجیے تو یار نہ ملے مٹی بھر
واہ معروف کے مڑے ہی ملے غیر سے تم نہ کیا اتنا توقف بھی کہ برسی ہو جائے	
لعل جب جائے گہر سپکے پیدا ہووے کفِ آئینہ نہ کیوں پھر بد بھینا ہووے پھر تو وہ مروکب دیدہ عنقا ہووے اس کی ثمرت پسدا سبزہ مینا ہووے اور ایک من ہو مصحف جو معشا ہووے باغِ وُنیامیں جو پیدا گل رعنا ہووے چشمِ آہو جو سبہ خمیہ لبیلا ہووے نکتہ چیں شعرے میرا تو گونا گونا ہووے کبھی وامان نگہ ان کا نہ میلا ہووے صفحہ آئینہ بھی لوحِ مطلا ہووے	چشم سے ٹپکے ہر خون کیوں نہ چنبا ہوئے جبکہ اعجازِ مناعسِ رخ اس کا ہووے واہن یار پہ تل گر کبھی پیدا ہووے خیا پشت لبِ میگوں کا جو ہووے کشتہ خط جو نکلا ترے رخ پر تو مکدر مت ہو قابلِ سیر زمانے کی درنگی ہو نہ کیوں دشت میں کیوں نہ ہو تسکینِ دلِ مجنوں کو عت نے اعجاز دیا جو وہ سخن میں میرے پاکبازوں کی مجھے نمکنت آئی ہو پسند منہ جو دیکھے کبھی وہ مہر و ش آئینے میں
یہ تو ناسخ کی غزل کا تھا جوابِ دی معروف اب نہ کہہ شعر کہ دل خوش شعرا کا ہوئے	
کہ معالج جو ہو میرا اُسے سودا ہووے کہیں دریافت کرو نیل نہ بگڑا ہووے نظرِ خلق میں ایسا نہ ہو ہلکا ہووے ہو نہ جلا دے سرخون یہ تماشا ہووے	کوئی سودا زدہ زلف نہ مجھسا ہووے ہمد مویار کا غیروں سے بگڑنا معلوم نا توانی کا میری کھینچ نہ مانی نقشا وہ دم قتل تماشے کو میرے آئے مگر

اس لیے دروہناں تاناہ ہو پیرا ہووے
چشم اور دل میں نہ باہم کہیں قضا ہووے
اعتبار ایسے نوشتہ کا بھلا کیا ہووے
اب جو عالم ہو ہمارا وہی تیرا ہووے
جس کا ہم نام ہر ایک شہر میں سوا ہووے
اس سے کیجے جو شبِ بجز میں سوتا ہووے
اس قدر بھی کوئی انسان نہ پیدا ہووے
دل دلوادو مجھے گر کہیں بکتا ہووے

غم میں اُس ہونِ نیش کے نہ بھری آہ کبھی
گھر کیا دل میں تو محروم نہ رکھ چشم کو بھی
عہد نامہ ہی ترا خطِ شکستہ سے رقم
ابھی عالم کی انہیں اپنے خبر تجھ کو جو ہو
دوسرا ایسا نہ ہو گا کوئی رسوائے جہاں
مجھے شبِ خباب میں آنے کا نہ کیجے وعدہ
شبِ فرقت نے یہ کی عقلِ میری بالکل سلب
جن سے ملتا ہوں سوال اُن سے ہی ہو میرا

کل سے مٹی اُس کو عشی ہو جاؤ اس آجکا دن
کہیں معروف دُنیا سے سدھارا ہووے

کب شبِ فرقت کی بھولی ہو مصیبت یاد ہو
تیری بے مہری مجھے اسی ماہِ طلعت یاد ہو
جب سے پہچانا الف تب سے وہ قامت یاد ہو
راستی ہو یہ کہ رہتی بھی قیامت یاد ہو
ہم سیہ بختوں سے گو اپنا وطن چھوٹا ہو لیک
جلوہ صبح وطن اسی شامِ غربت یاد ہو
ایک گلستاں ہی پڑمی مٹی سو وہ بھولے عشق میں
بابِ پنجم کی مگر کوئی حکایت یاد ہو
سُن کے بیماری میری آئے تو یہ کہنے لگے
گھر بلانے کی تجھے بھی روزِ حکمت یاد ہو
کہینچتا ہوں مار کی کلابِ تصور سے شبیہ

دیدہ مشتاق کو کیا میری صنعت یاد ہو
گو مجھے اُس یار کو دیکھے ہوئے مُدت ہوئی (قطعہ)

لیکن اب تک عالم اسی یارِ ان صحبت یاد ہو

واقعی معروف دُوسے کر گئے ہیں زندگی
بعد مرنے کے بھی کرتی جس کو خلقت یاد ہو

رواں ہیں چشم سے کیوں اشک تے خدا جانے
کہیں ہیں دیکھ کے اُس کو ملا لگتے ہیں
کیا ہو دل تو مشک تمام اور آگے
ہے ہی سینہ میں سرگرم اضطراب سدا
مریضِ عشق ترا آج تک تو جیتا ہو
نکاہ دیدہ باریک بی بھی قاصر ہو
یہ دل میں اُس بُتِ کافر کے اب مایا ہو
یہی ہو گرشبِ ہجران میں دل کی پتیابی
ہوا ہو کیا مری آہ جگر کو حیراں ہوں
پڑا ہو اس پہ بھی کیا سرو باغ کا سایا
چلا ہو قافلہ اب یہ کہ ہر خدا جانے
پری ہو غور ہو یا یہ بشر خدا جانے
کرے گی کیا مژدہ رخنہ گہر خدا جانے
یہ دل ہو شعلہ کوئی یا شر خدا جانے
بچے گا یا نہیں کل کی خبر خدا جانے
تری کمر ہو کہ تا نظر خدا جانے
کہ بُت نہ سمجھے مجھے ہر بشر خدا جانے
تو حال کیا ہو مرا تا سحر خدا جانے
کہا گیا ہو اب اس کا اثر خدا جانے
یہ نخل کیوں نہیں لاتا ثمر خدا جانے

کہیں میں دل کو تو شب خانہ خدا معروف
بتوں نے اس میں کیا کیونکہ گھر خدا جانے

دل ہوا عشق کا بیار خدا خیر کرے
آج کیا جائیے کس کی اجل آئی ہو
جس نے آگے ہیں اُس گھر سے خلوا یا تھا
یہی ونا ہو تو طوفانِ خطر کیونکہ نہ ہو
سخت مہلک ہو یہ آزار خدا خیر کرے
لیکے نکلا ہو وہ تلوار خدا خیر کرے
پھر ہوا ہو وہی مختار خدا خیر کرے
اس کے بھی ہیں وہی آثار خدا خیر کرے

ابٹھا یا تو سہی ہم نے دلے عقل ہو کم ہو زمین پر یہ میرے شدتِ بارانِ سرشک نامہ برلیکے میرا نامہ گیا تو ہر دے	ہو بہت عشق کا انبار خدا خیر کرے ڈر کے کہتے ہیں ہندو خدا خیر کرے ہم دمو ہو وہ ستمگار خدا خیر کرے
--	---

فکرواں غیر کے جانے کی نہ کیوں ہو معرفت
ہم قلندر ہیں وہ زوار خدا خیر کرے

توبہ کر اتفاقاً جب کوئی سبیل اچھلتا ہو شب سُر پر چوستے ہیں کسی کے پاؤں کی آہٹ تری محل جو اپنے گھر میں اگر یاد آتی ہو غم پر وہ نشیں ہیں کہے اب تک بے تہم کبھی ٹھوکر لگا کر دیکھ لینا قبر پر میری عجب ہو کہ نہ خیر اخل اس کے آتشِ رخ پر	تو کیا کیا شاہو کو دل میں قابل اچھلتا ہو تو مائے ڈر کے دو ہاتھ اپنا دل اچھلتا ہو تو مجھ کو ہول لایا شاہ محل اچھلتا ہو غریب اب بھی لیکن یہ ہو مشکل اچھلتا ہو کہو مت بگئے پر کون نہیر گل اچھلتا ہو سپند آتش میں نہ ہوتے ہی غل اچھلتا ہو
--	--

قیامت ہو کوئی معروف کو چھ فوق بخش اس کا
کہ اگر وجد میں ہنسیا رولا عقل اچھلتا ہو

ہو خوشی دنیا میں سوا انسان کو درکار ہو یہ تو گھر ہو آپ کا گر آئے ہو بولسو قدر قیمت لعل و گوہر کی ہو نیلم سے سوا خون سے مقتولوں کے خود نہیں ہو اس قاتل کا ہاتھ گر نہیں لکھنے کے پھر خط غیر کو کھ دو ہمیں ترش و نی کا کیا دربان کے جو اس سے کلا جب ہوا اس رہ پہ میں لال کہا در پر تو ہو	موت بھی اک وز جیتی جان کو درکار ہو شرم کیا بھتی شرم تو مہمان کو درکار ہو کیا مسی تیرے لب دندان کو درکار ہو کب خا اس پنجہ مر جان کو درکار ہو ایک نشتہ دل کے طہینان کو درکار ہو ہنس کے بولے کہ یہ رہبان کو درکار ہو اور کیا اس خانانِ میران کو درکار ہو
---	---

ہر گلِ مضمون سے رئیسِ ہر تہِ باغ سخن

سرخِ ای معروف کیا دیوان کو درکار ہو

کچھ جو ملتی ہو تو میری رگِ جاں ملتی ہو
پرہیز جس کی طلب ہو وہ کہاں ملتی ہو
اس طرف کیسے یہ بے وقت اڑاں ملتی ہو
اس میں کچھ کچھ تو شبِ ہمت میری ہاں ملتی ہو
ہر سلمان کو یہ موت کہاں ملتی ہو
کسی عطار کی جس جا کہ وگاں ملتی ہو
آنکھ سے اُس کے میری آنکھ جہاں ملتی ہو
اس سے عشاق کی چشمِ نگر اں ملتی ہو

رگِ گل تیری کمر سے تو کہاں ملتی ہو
یوں تو جو چیز ہو ارزان و گراں ملتی ہو
سُن کے نالے کو میرے کہتے ہیں سب ہلے
اُس کی قصو پر جو دوست کو دکھائی تو کہا
کس کی قسمت ہو کہ ہو تیغِ بتاں سے جو شہید
اُس سے ہم پوچھتے ہیں دارِ فے بیاہی دل
خواہشِ دولت کو مین نہیں رستی پھر
کوئی کہدے اُسے تو اُنہ مت دیکھا کر

فکرِ کمر اس کے نہ مضمونِ کمر کی معروف

کیا نبی باتِ سدا مفت یہاں ملتی ہو

آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی اُس کا ابلِ خال ہو
گردِ دُشِ رنگِ گل اُس کا حلقہٴ خُلال ہو
اُس نے میں کے گردِ سو کوں تک بھونچال ہو
دیکھنا شاید کہ پانی کا ادھر کو ڈھال ہو
ہاتھ میں خنجر لیئے تو درِ آب کے سال ہو
واقعی یوں ہو کہ اس کا نام استقبال ہو
کیسی سروِ رواں کے پاؤں کی خُلال ہو
کھینچا دستِ طبع کا پر بہت ابلِ خال ہو

ان دنوں تیرے مرضِ عشق کا یہ حال ہو
کیا کہوں نازک میں تک وہ پری تنال ہو
جس جگہ جو عاشقِ بیتاب کا تیرے مزار
ابرِ غمِ دل پر جو برسِ چشم سے بی ہلِ تنگ
دیکھیے اُس کی مزہ کس کی خورِ زین کی سے
سُنتے ہی معشوق کی آمد جو عاشقِ جی سے طے
طوقِ قمری کے باعث ہم نے پوچھا تو کہا
پائے آسائش کا پھیلا نا تو کچھ مشکل نہیں

ایکے برسے ہی مینہ اور دھیسے بھونپال ہو
 ہجر کی شب نیند کا آنا بہت مشکل ہو
 وہ جو منہ کے پوچھنے کا یار کئے وال ہو

وقت گرے اضطراب لے آئے کیوں خون
 سبزہ ریاں عزیزہ کیوں گھماتے ہو مجھے
 گر سنانا ہو مجھے تو منہ پہ میرے ڈال دو

اس دل پر مردہ کو معرفت کھو اٹھاں
 کیا بگڑنا ہو ترار ہنسنے سے مردہ مال ہو

محسبات ولہ

محسب بر غزل حضرت امیر حمزہ علیہ السلام

عشوہ سے ظاہر سر سبز اور جلوہ عرو پر
 جتنی کہ گری پا ہیئے ہی تیری رت میں بھری
 غمزہ میں تیرے موبو پنہاں فن جادو گری
 اسی چہرہ زنیائے تو رشک بتاں آوری

ہر چند و صفت مکینم حسن ان خیاباری
 نقاش قدرت نے تجھے جس دم بنایا سر
 جتنے کہ اگلے نقش تھے بے دست آئے نظر
 سار ارق و ہر کا ہر چند دیکھا غور کر
 ہرگز بنیاد و در نظر نقشے ز رویت بنے

شے ندا غم یا قمروری ندا غم یا پری
 مشق خرام ناز سے تو جلوہ کرتا چہاں
 جوں سایہ رہتے ہیں بڑے عشاق بیتاب
 چاہیں جو امیں خاک سے سو ہم میت طاقتاں
 اسی راحت آرام جاں باقد چون سرور و اں

زانم و دوا من کفایت جان باری
 رہتی تھی عاشق سے تجھ کو کس قدر بیگانگی
 ماند نور و سایہ کے ہرگز کچھ آمیزش نہ مٹی
 پڑا نہ آئے عشق میں کیا تو کیا صوت ہوئی
 من تن شدم و جان شدم تو من شدم

تاکس نگوید بعد ازین من یکرم تو دیگر می
 مانا که نانی آج ہوتا قلم سحر آفریں
 کھینچے ہیں تو نے عمر فرقتش بتاؤ آذری
 گونگ لاوے لگے تو ہر دم تیرے قال نہیں
 صوت گرنی پیاجہین صوت اُس مہ میں
 یا صوت کش اوچین باز کن صوت گری
 مہر جو اپنے دیکھ کر کچھ کو وہ شوخ بے وفا
 ہو کر خاک بنے لگا تو کن ہو اٹھایاں سے جا
 معروف اس جا رو دیا اور بکے یہ مقطع کہا
 غم غریب ست گدا افتادہ در شہر شما
 باشد کہ از بہر خدا سوئے غریباں بیکری

مخمس بر غزل خواجہ حافظ شیرازیؒ

نہ پوچھ مجھ سے غم درود صدمہ ہائے فراق
 ازل سے مجھ کو بنایا ہوا شنائے فراق
 لکھا نہیں میری تقدیر میں سوائے فراق
 مباد کس چمن خستہ مبتلائے فراق
 کہ عمر من ہمہ بگذشتہ بھلائے فراق
 تو رو بہ ہیں میرے یار کر کے میرا بیاں
 کل گئی جو تیرے غم میں تن سے میری جاں
 اٹھا جہاں سے ہو کر وہ نامراد جہاں
 فقیر و عاشق و بیدل غریب سرگرداں
 کشیدہ محنت ایام دو دہائے فراق
 ہر لکھتہ میرا او میرے حق میں تیغِ دو دم
 غم فراق سے از بس کہ ہوں سدا بیدم
 کجا روم چہ کم حال دل کا گویم
 طرف فلک کے یہ کہتا ہوں یکہ کر ہم دم
 کہ دوام لب تانازد ہر سترائے فراق
 بھراؤ بس کزل و جان میں تیرے ہجر کا غم
 بناؤ چشمہ خونِ جگر بہ دیدہ غم
 جو بس چلے تو بہ تقریب انتقامِ الم
 فراق را بفراق تو مبتلا سازم
 چاں کہ خون بچکا غم ز دیدہ ہائے فراق

کیے ہیں ہجر نے از بس کہ مجھ پہ جو رستم
 کہ دل ہی دل میں سو بچا کر دیں ہیں ہم
 تو بن ہا ہوی غمت سے اب میرا عالم
 اگر بدست من افتد فراق را بکشم
 بہ آب دیدہ و ہم باز غو بہائے فراق
 تمام عمر رہا دوستو میں اس سے جدا
 ذرا سمجھ کے کہو یا رب از برائے خدا
 اور اس پہ کہتے ہو قسمت کا تو نہ کر شکو
 من از کجا و فراق از کجا و غم ز کجا
 مگر ترا دمراما دراز برائے فراق
 اسیر بند بلا ہو یہ نا تو اں شب روز
 سبب یہ ہو کہ وہ انگھوں سے ہو نہاں روز
 سنا گئی ہیں معرور کی فغاں شب روز
 ازیں سبب من حافظ جو بے لاں شب و
 چوبیس سحرے میز نم فوائے فراق

محسن غزل شاہزاد والا گہر مرزا معزال دین بہادر المختلص بہ ثابِت

مار بہلو میں میسے دشتہ و خنجر لاکھوں
 سبک غم پھینک میرے شیشہ دل لاکھوں
 توڑ دے ہر گت تن میں میسے شستر لاکھوں
 کوئی ڈرتا ہوں فلک اور تم کر لاکھوں
 چنچ دے تو مجھے ای چنچ سنگر لاکھوں
 کب میرا لاق گل گشت گلستاں ہو نصیب
 تنگ تار یک سا ایک گشتہ زنداں ہو نصیب
 کب تاشائے گل لالہ و ریاں ہو نصیب
 ان کی دولت مجھے سیر چراغاں ہو نصیب
 شمع رو دغ جو ہیں اپنے جگر پر لاکھوں
 ایک عالم تجھے کوٹھے پہ کھڑا دیکھے ہو
 مر گیا شب میسے عارض کی صفا دیکھے ہو
 ہم تو ہم ماہ بھی حیران رہا دیکھے ہو
 مہ جہیں دے عر قداک تیرا دیکھے ہو

غرق در یائے خیالت ہوئے اختر لاکھوں
 بس کہ الفت نے کیا مجھ کو جہاں میں ہوا
 دو سوتوں نے بھی کچھ اب سوچ کے ملنا چھوڑا
 ہر طرف کے ہوئے تلوچ کے دشمن پیدا
 دوستی اُس کی میں کچھ اور تو حاصل نہ ہوا
 ہاں مگر مجھ سے ہوئے مفت میں بدتر لاکھوں

چرخ بے مہر میرے سر پہ جو آفت لایا
 دام گرداب محبت میں مجھے پھنسا دیا
 میں رہا تھوڑا پر اس کا نہ ٹھکانا پاپا
 اب تلک ساحل امید نہیں ہاتھ آیا
 بحر مزاج الم نے دیئے چکر لاکھوں
 سب پہ معروف ہی عزت جو میری تھی ثابت
 میری خواہاں سے برابر کی ہنسی تھی ثابت
 معاہدہ نہ جب تک کہیں کی تھی ثابت
 گرم ایک بات کسو کی نہ ہنسی تھی ثابت
 اب سناتے ہیں مجھے میرے عقد لاکھوں

محسنِ مرغزل مبارک الدولہ حسام الدین حیدر خان بہادر المخلص نامی

زُربط ہو مجھ کو تیرے دلجو سے کسی کے
 کچھ واسطہ ہم کو نہیں لگرو سے کسی کے
 واقف نہیں چشم و لب ابرو سے کسی کے
 کام اُس کو نہیں کچھ بخنہ نیکو سے کسی کے
 وابستہ ہو جو حلقہ گیسو سے کسی کے
 ہم عشق بتاں ترک ہی کر بیٹھے تھے کبکے
 گک چلتے نہ تھے اور کچھ رہتے تھے سبکے
 آزار ہو ڈھلکے کا لگا چشم کو تب سے
 تسخیر ہوا دل ہو نظر آئے ہیں جبکے
 تعویذ وہ ڈھلکے ہوئے بازو سے کسی کے
 نامع مجھے یاد داتے ہیں اب اصل کے اوقات
 اس وقت غرض ہر ہی گنتی جو تیری بات
 سرچھوڑ کے مراواں تیرے ہاتھ سے ہیبت
 کس طرح مجھے کل پٹے بستر و ککلات
 ہم پہلو تھا پہلو میرا پہلو سے کسی کے

آفتِ طبیعت کے قتل کا بھی افسوس از بسکہ سراپا ہوں ایک شخص کے منتوں
 ہر رنگ میں سو جھے ہو مجھے شوقِ مثنویوں کس طرح مودِ عید کو رو رو کے نہ دیکھوں
 ملتا ہو ہلالِ خم ابرو سے کسی کے
 چننے عملِ مُرب کے لیے اندرِ خای تھی جن سے ہیں مار ہوئی اُن کی لای
 سب دیکھے تھے معترف جو سوداگر نامی کیا تھا کہ نہ اہم کر چکائیں کے لیے نامی
 پر کچھ ہوا افسوس سے نہ جادو سے کسی کے

محسنِ غزل حافظ عبدالرحمن خاں صاحب المتخلص لسان

بنی ہو چشمہ غن چشم اشکبار و رین بچا نہ قطرہ غن دل نگار و رین
 ہزار مسرت و صد حیف صد ہزار دین ہوا ہو زرد میرا غم سے جسم زار و رین
 بسنت پھولی ہو لیکن نہیں ہو یاد دین
 ملا جو تجھ سے سر راہ میں بیاباں گرد تو دیکھ دیکھ میرا جسم زار و چہرہ زرد
 ہنسنا بزمِ لبیکس ہر کے مار سے دم سرد کڑھا ہے دیکھ کے مجھ کو تو اس طرح بید
 نہاں زباں پہ احمد و آشکار و رین
 تجھے ہو پھولِ گلستاں کے ہر نشین ہیں ہر ایک جا پہ ہیں مرغانِ باغِ ثیون ہیں
 بھرے ہیں بختِ دل غنچہ گل کے امن میں گذر ہوا تھا یہ کس تنگ گل کا گلشن میں
 کہ بیلانی ہیں یوں بلبلیں ہزار و رین
 نہیں ہو کوئی میرا یاد و آستانِ الحال پرایک تیرا جو چھٹا ہو یادِ گار وصال
 اُسی کو سینہ پہ دھرتا ہوں غم کے کلال جو گل ہیں کھلے لکھیں کس طرح تجھے احوال
 نہیں ہو پاس کو تو تر بھی ای نگار و رین
 کرم سے تو نے جو مثل میں جلوہ فرمایا زبں کہ مجھ کو تمنا ہے درگ میں پایا

تو سب کو قتل کیا اور مجھی کو ترسا یا گلے پتشنہ کے میرے تجھے نہ رحم آیا
 دینے تو نے رکھی تیغِ آبدار دینے
 نہ آپ میں ہو نہ معروف پیشرو سلاں نہ پاس شرم و حیا ہو نہ ضبطِ آہ و فغاں
 نہ باز رہو سے ہو رٹنے سے یدہ گریاں نہ دل کو تاب ہو وقت میں کیا کروں احساں
 نہ چین دیتی ہو جان بُرا مضطر اور دینے

مخمس بغزل فارسی حافظ عبدالرحمن خاں صاحبِ احسان یہ حربِ عاشقِ اشلان

نالہ ہائے بے اثر بے فائدہ زاریِ شام و سحر بے فائدہ
 یکجہ کیوں جی کا ضرر بے فائدہ یہ گرام بے ثمر بے فائدہ
 رنگِ زروم ہم چو زر بے فائدہ
 ذی تو فتنش مدعا کی ہوشست فی صفتِ غم کو ہی ملتی ہو شکست
 خوب دیکھا ایدولِ الفت پرست نالہ من سر بسر بے حاصل است
 گر یہ من سر بسر بے فائدہ
 رو کرے جو ایک بوسہ کا سوال وہ کرے کیا خاکِ عاشق کو نہال
 کب بر آتی ہو تمناے وصال ای صنم ای سرورِ بستانِ جمال
 از تو اُمیدِ ثمر بے فائدہ
 نزع کی حالت میں کیا ہوتا اگر دیکھ جاتا آکے مجھ کو اک نظر
 وائے حسرت ای بتِ بیدار اگر جاں بلب ارے نیداری خبر
 بے تو مردن بے خبر بے فائدہ

ہر گھڑی تو یہ جو کرتا ہو بیاں دل لگامت اس میں ہو جی گزیاں
 تو کوئی قاصی ہو تجھ کو کیا میاں ناصحا من دامنِ عشقِ بستاں

فائدہ گرہست و در بے فائدہ

کہتے ہیں معروف کو ہو کیا زبوں میر کو بھی کہتے ہیں مرد فزون
کرتے ہیں سودا تلک ثابت جزوں قدر شعر احسان کہ میدانہ کنوں
و غورم خون جگر بے فائدہ

مَحْسَنِ بَرِغَزَلِ سَيِّدِ نَظَامِ الدِّینِ صَاحِبِ الْمُتَخَلِّصِ مَمْنُونِ

ہو داغ خواہ تجھ سے وفا اور وفا سے ہم
کیا لگ چلی ہو تجھ سے ہوا اور ہوا سے ہم
لے عطر تیرے تن سے قبا اور قبا سے ہم
کرنی ہو ہم کو عمر بسر راہ عشق میں
یعنی گئے ہیں سر سے گذراہ عشق میں
اُلفت سے سیکھتی ہو وفا اور وفا سے ہم
رہتے تھے روز رات کو روئے سحر تلک
پانی نہ پر دھا کی رسائی اثر تلک
تنگ آئی ہو اثر سے دعا اور دھا سے ہم
لازم ہو وہ دستوں کو رہیں دل سے عمر بھر
ہیں ہم بھی فیض گلشن بہستی سے بہرہ ور
گل سے چمن چمن سے ہوا اور ہوا سے ہم
دل میں بھری ہیں بس کہ محبت کی شوقیاں
نیرنگ کا رخا نہ دل کیا کروں بیاں
خون تیرے ہاتھ سے ہو خا اور خا سے ہم

راہ طلب ہیں کس کو نیشہ کو باز گشت یہاں ہر قدم ہو مہرِ غمِ زخِ زینِ وشت
دیوانِ شوق کی متا پہچ سرگزشت سرگرم جستجو ہیں تیرے بس کہ دست و پست
منّت پذیر ہم سے ہیں ہا اور پاسے ہم
یوں اب کئی بڑھلے کسو سے ہزار ربط پر بے مناسبت کے نہ ہوا ستوار ربط
ہونا ہو اپنے جنس سے بے اختیار ربط آشفستہ سے رکھے ہو سیدہ روزگار ربط

شانے سے مود مودے ملا اور بلا سے ہم
اجما کا گر چہ معجزہ آرائی ہو مسیح لیکن مرہضِ عشق سے شرماے ہو مسیح
معروف درو عشق کو کب پائے ہو مسیح غمون کا درو دیکھ کے فرماے ہو مسیح
ماجزا کو اس مرض سے دوا اور دوا سے ہم

محسنِ مرغزل شیخ محمد ابراہیم المتخلص برفیق

جو کوئی عاشق بُتِ سفاک پر ہو جائے ہو خنجرِ بیدا سے آخرِ شہادت پائے ہو
لیکن ایسی موت بھی ہر کیلے کب نہ آئے ہو سر وقتِ ذبح اپنا اُس کے زیرِ پائے ہو
یفییب اللہ اکبر لٹنے کی جائے ہو
میں پناہوں قید میں اور مہمِ گل آئے ہو غنّ کی ہوج صبا بیتا بیاں دکھلائے ہو
سخت تنگ یا ہولِ پیٹھے پیٹھے جی کھرا ہو رخصت اے زنداں جنوںِ خجیر و کھر کا ہو
شرودہ خار و شست پھر تلوار کھلائے ہو

صنعتِ شکیل ہو اب ترکان کا بھی ہونا ہم دور اگر چلتا تو مرجاتے کہیں جلدی سے ہم
ناواق ہیں کس طرح ڈر کر کے راہِ عدم ہاں مردِ طاقت کہے ہو صنعتِ بیندینِ ہم
دیکھیے لبِ تک خدا کیونکر مجھے پہنچائے ہو

مرنے مرنے بھر چکا تھا زخمِ میں کتنا تک کیا عجیبے خاک سے بھی میری پیدا ہو تک
لذتِ بیدا و فال میں بھی کتنا تک دوائے وا سوزِ محبتِ خوب ہی چھڑکا تک

اتخاں میر سے ہا کس کس منے سے کھائے ہو
 ہنس جھڑتے ہیں آہ گرم سے میرے شرر
 خون دل ہر دم بہا قی ہو رگ مرگان تر
 کون ہو اس وقت میں میرا جو لے میری خبر
 بس کرم سوزِ دروں پہنچائے گی دل اور جگر
 جوش گرہ زخم چھاتی پھر مل بھرا آئے ہو
 بس کہ دور و حسرت بیدار سے تھابے قرار
 کھو یا بے چارہ نے ہستی سے ٹکڑا عتار
 کش مکش میں مرگ کی بیخود پڑاہ صفا
 نفع میں بھی فاق کو تیرا ہی بس ہو انتظار
 جانبِ در دیکھ لے جب تک مجھے ہوش آئے ہو

محسن مرغول اللہ خاں متخلص بہ اسد

شرح سوزِ دل افکار کہوں یا نہ کہوں
 کچھ تو کہہ اوجہ بت اغیار کہوں یا نہ کہوں
 اپنا احوال دل زار کہوں یا نہ کہوں
 ہو حیا مانع اظہار کہوں یا نہ کہوں
 آپ سے ہو دل و مشتادہ کبے باہر
 حرف بیجا نہیں آتا میرے لب سے باہر
 تپ بھی میں نہیں انداز کے دھبے باہر
 نہیں کرنے کا میں تقریر ادب سے باہر
 میں بھی ہوں محرم امر کہوں یا نہ کہوں
 بابتِ بنجم کے گلستاں کی حکایت سمجھو
 مرثیہ کی اسے یا کوئی روایت سمجھو
 خیر جو سمجھو سو سمجھو یہ نہایت سمجھو
 شکر سمجھو اسے یا کوئی شکایت سمجھو
 اپنی ہستی سے ہوں بیزار کہوں یا نہ کہوں
 دیکھ کر بیکسی عاشرت و بے یاری دل
 مگر مے ہوتا ہو جگر دیکھ کے لا چاری دل
 اپنے دل ہی سے میں ال گرفتاری دل
 جہت پاؤں کوئی غمخوار کہوں یا نہ کہوں

کوئی کرتا ہو گلا بھی جو کسو اپنے کا
لوگ باور نہیں کرتے ہیں پھر اس کو ہلا
ہو یہ مشکل کہ نہیں اور سے مجھ کو شکو
دل کے ہاتھوں سے کہ ہو دشمنِ مانی میرا
ہوں اک آفت میں گرفتار کہوں یا کہوں

پہلے تو عاشقِ غم کش کی زبان ہو غماز
اشکِ بے تابی و فریاد و فغاں ہو غماز
یعنی ہر پردہ میں ایک حبِ کابیاں ہو غماز
میں تو دیوانہ ہوں اور ایک جہاں ہو غماز
گوش ہو در پس دیوار کہوں یا نہ کہوں

ہو سخنِ دلاشِ دل کی مجھے معرِ وفات
ہوں بزدانِ سخنِ صورتِ قتلِ اجب
دل میں باتیں ہوں بھری جبکہ زیادہ از حد
آپ سے وہ میرا احوال پوچھے تو اسد
حسب حال اپنے پھر اشعار کہوں یا نہ کہوں

محسنِ بزمِ غزلِ اقبالِ معروض

جی سے گزریں گئے تیرے در پہ گزرتے تک
مہی جاویں گے تیرے کوچہ میں گھٹنے تک
ہو یہ خیال ہمیں عمر بسر ہونے تک
آہ کو چاہیے ایک عمر اتر ہونے تک
کون جیتا ہو تیری لف کے سر ہونے تک

پوچھ دیا اے محبت کے نہ مجھ سے نیرنگ
ہو حبابِ در ہوا صورتِ ربطِ سر و سنگ
کیا کرے اس میں شاکوئی غوہیں آہنگ
دامِ ہر موج میں ہو حلقہ صد کام نہنگ
دیکھیں کیا گزرے ہو قطرہ پہ گہ ہونے تک

ایک مدت جو حیران و پریشاں تم بن
کاٹا ہوں شبِ حیران کو تیرے گن گن
جذبہ عشقِ تمہیں لائے کابیاں تک کن
ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

غور سے دیکھ بندہ ہی ہو نہ پستیِ غافل
صاف ڈھٹہ بندہ ہی ہو دنیا کی پستیِ غافل

کس بھروسہ پہ ہوتی تھی مستی غافل یک نظر بیش نہیں مست ہستی غافل
 گرمی بزم ہو ایک قص شر رہونے تک
 دل کر ٹھانے کا تو معروف نہیں اپنا مزاج پر اسے اپنی نصیحت کا جو دیکھا محتاج
 جی میں آتا ہو کہ ایک منع سے سمجھائیے آج غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج
 شمع ہر رنگ میں جلتی ہو سحر ہونے تک

رُبَاعِیَّات

محبوب کے نام کے تصدق جاؤں	اس ماہ تمام کے تصدق جاؤں
معروف اگر پاؤں تو سو جان آہ	سلطان نظام کے تصدق جاؤں

الفت ہو گداۓ سے نہ نہا ہی حُب	ذواہ کی خواہش کی نہ ماہی سے حُب
رغبت نہیں مطلق مجھے ان چیزوں سے	بس ہو مجھے محبوب الہی سے حُب

ہر عرض یہ معروف کہ یا فخر الدینؒ	کہا تاک ہوں نیا کی طلب میں غمگین
اب واسطے حضرت معین الدین کے	وہ شے مجھے دو کہ تاکروں پیدا دین

ای دل چشم تو گر حقیقت میں ہست	چشمے بکشا بہ میں حقیقت میں است
ور ویدہ ماہ و غور ز خود نوے نیست	ایں پر تو حضرت ضیا الدینؒ است

جاں گر چہ فدائے حضرت غمخور است	ہر چند نگہ غریب بحر نور است
--------------------------------	-----------------------------

تا طالب و مطلوب نہ واحد دانی	میر و میر و منور دلی دور است
شاہین نگہ کا اُس کے دل میں ہوا ب	ثانی جس کا جہاں میں ناپید ہوا ب
میں ایک تو قید تھا ہی دل تو بھی پھینا	چھٹنا معلوم قید در قید ہوا ب
فرقت میں تیری جو ہم پہ دلبر گزری	کیا تجھ سے کہوں کہ آہ کیونکر گزری
دل کو تو کبھو آہ کی تکلیف نہ دی	جو کچھ گزری ہوا اپنے جی پر گزری
تا چند بہ گویم سحر و شام ترا	معروف خبر نیست ز انجام ترا
بگریز بخت کہ عوسفیدے آورد	از مرگ رسیدہ است پیغام ترا
جس شخص کو چاہتا ہوں اپنا دل	وہ چاہ کا مطلقاً نہیں ہوا مل
اس عشق نے سخت غصے میں ڈالا	گویم مشکل و گرنہ گویم مشکل
کر تا ہوں جو دل میں غور سبحان اللہ	کیا نام خدا ہوں نام صاحب واللہ
جو شخص کہے ہو میں کروں گا یہ کام	پہلے کہتا ہوں منہ سے انشاء اللہ
صدقہ نہ ہوں میں کہوں کہ بھلا اب جاں سے	چنگے نہ ہوئے تھے جو کبھی لقاں سے
پاتے ہیں شفا آن کے اب ہوا بیمار	واللہ باللہ محمد اشرف خاں سے
معروف یہ ہوا شبِ جدائی سورہ	جانے دے طبع آزمائی سورہ

خاموش ایک ہی رباعی کہہ کر	ناچار بچھا کے چار پائی سو رہ
جو کہ واقعہ ہی نہ ہو چاہ کسے کہتے ہیں	کیا خبر اُس کو عہدِ آہ کسے کہتے ہیں
کوئی یہ واسطے اللہ کے پوچھو ان سے	بندے اللہ کے اللہ کسے کہتے ہیں
تو نے جواب اُڑائی ہو کبکسی کی چال	چلنا پیارے خوب نہیں ہر کسی کی چال
گر چال چلنی اور ہی منظور ہو تو خیر	یہ چھوڑ ہم سے یکہ سلامت رہی کی چال
ہر گل میں بو ہو دین ہو گل دیکھ لے بہار	کیا گل میں جوڑ ہو جڑیں ہو گل دیکھ لے بہار
ساقی یہ اشک چشم میں ہو چشم اشک میں	ہو گل میں جام جام میں مل دیکھ لے بہار
اگر تصویر بھی اُس کی گلے اپنے لگا لیتے	جسم پتری کی بدھ اپنی غرض ہم بھی لیتے
میرے سر پہ جو رکھ کر پاؤں مجھ کو فوج کر رہے	مناسب تھا اگر اس پاؤں میں مور چڑھا لیتے
وقت کھانے کے اُن کے میں جو کہا	شرم و نیا سے یوں کہا آکھا
میں جو بولا کہ مجھ کو ہی ہو ہینر	تو کہا چل یہاں سے فتنکا کھا
کیا اے عزیز و آئے تھے تم عدم سے	اس گلشن جہاں کو جائے قضا سمجھ کر
سوا ب چلو ادھر او آخر بنگا شبنم	اپنے کو آپ روتے ماتم سرا سمجھ کر
دو حرف بھی نہ لکھے تم نے کبھو جو مجھ کو	یار و گراں تھے شاید ای یار حرف تم پر

اس کے عوض تمہیں اب کچھ اور تو کہوں کیا	پر بھیجتا رہوں گا ایک چار حرف تم پر
کہا میں قرض دے دوسہ تو مجھ کو تو بولا ہر مثل معروف مشہور	اگر ہو تجھ کو مجھ سے کچھ بھی اُلفت کہ انا القرض مقراض المحبت
ہم تو مرنے جاتے کھجور کے زیت کی ہر وہ کیا کریں ناچار ہیں اہ عدم ہو بس کہ تنگ	ہم تم آپس میں جواب دو دستو بانہیں سیکڑوں جاتے ہیں پرویکھا تو وہاں ہم نہیں
اُن کو زنگس نے جو گلشن میں اُتارے سے کہا گھور کر بولے یہ قدرت تیری سیل باز دے	سحر ہوا یوت بے باک تیری انکھوں میں ہم کو تو ڈکیتی ہو خاک تیری انکھوں میں
شکوہ نہیں ہو آپ سے کچھ مجھ کو یا نصیر مسلم ہو کچھ تو پاس شریعت رکھا کرو	اے جو تم نہ میری عیادت کے واسطے ماںویہ عرض شاہ ولایت کے واسطے
کس لئے اٹھتی ہو یہ دل تو اب میرا چلا ہر مثل ای جان من کہنے نہ بھولا سے	رخ سے تیرے مجھیں زلف سیفام کو صبح کا بھولا جو گھر آوے کوئی شام کو
میں کہا اُن سے مجھے چاہتے ہیں شاہِ آبد سُن کے یہ کہنے لگے میں تجھے چاہوں دُن	آپ کے دل سے جو نکلے ہو صدا ہوں کی ایسی شامت ہو بھلا کیا میری دُن ہوں کی
وہ ہر دُش لبنی زلف کھولے	کوٹھے پہ چڑھا ہوا کھڑا ہو

ساقی یہ دن ہو موشی کا	کیا ابر گھرا ہو اکھڑا ہو
کس طرح میری تمھاری اب بنے او دوستو اور میں غم میں ہوں ایک دہشتیں ان دلوں	تم کو تو خلوت میں یار نے کی صحبت چاہیے اس میں کچھ پردا نہیں ہو چھکو خلوت چاہیے
وصال یار کا مذکور میں نے ہجر کی شب تو یہ سمجھ کے لگے دینے شب مجھے تعبیر	کہا جو بزم میں اس دل کے چراغ کے آگے کہے ہو خواب یہ شاید چراغ کے آگے
معلوم ہو گیا ہیں احوال آپ کا اب تک ہمیں جواب جو خط کا نہیں لکھا	غافل ہو جو کوئی اُسے نکتہ کتاب ہو در پردہ یہ بھی ایک طرح کا جواب ہو
کب تک اس درد سے رہوں غم ناک اب مدد میری تم کرو جلدی	چرخ نیلی ہو مجھ سے برسرِ کیس واسطے رب کے یا معین الدین

قطعات

رستے میں اتفاقاً وہ مل گئے جو ہم کو
ہم آج جو گئے تو ابنوہ تھا نہایت
بولے ضرور آنا کل تم میرے مکان پر
یک بار اٹھ کے بولے بیٹھو میری باں پر

مطلعات

سینے میں میرے قاتل خنجر کہس کو لٹا تھا
دکھا کے دور سے کل ہم کو اُس نے جھلکاسا
پوچھا تو ہنس کے بولا میں دل تو لٹا تھا
کیا ہو دل کا سوال آج یوں ہی ہلکاسا

یہ بھی اپنے نصیب کا کھٹا جو چاہے پھر نہیں وہ نکلتا مرا ہوا جھٹ ہم نے کہدیا وہیں پروا اٹھا کے تا تو نام میرا شہر میں معترف نہ ہوتا ہو فصل گل وانی دے دے پھٹا پڑنا دل میں آئی تھی گلے لگتے تو میل لگ گیا	یوں جو آئے حبیب کا کھٹا کیا جانے ایسا قبر میں ہو کیا دھرا ہوا باہر وہ نگلیں غیر کی خلوت میں جا کے تا دل گر کسی ہر جانی پہ مالوت نہ ہوتا معترف یہ جنوں بھی ہو آشنا پڑنا کیا تا شاہو کہ جب ہ ہاتھ اکیلا لگ گیا
سریف با	
کہ دیکھتا ہو کوئی جس طرح سے خواب میں اب جیسے کٹ جائے ہو گرمی کی دلا رات شتاب چوسر بھی کھیلے ہیں تو بے قید رنگ اب یک کیا سبب ہو جو آئے ہو آج آپ سے آپ	یہ یوں ہی غفلت بنا میر حساب میں غلاب یوں تب غم میں جمانی گئی مہیات شتاب یا روز بس انہوں پہ ہو قید رنگ اب خفا تھے کل تو نہایت میرے لایک آپ
سریف تا	
ساقیا آئی ہو اُکے رمضان میں سات حشر کا دن تھا کوئی رات نہ تھی آج کی رات	کیوں میکش کریں روکے جہاں میں برتا بے قراری مجھے تجھ میں یہی آج کی رات
سریف تا	
صبح عشق کے بیمار کا علاج عبث پختہ مغز ان جنوں کو شمر خام نہ پہنچ سمر کو رکھ کر زانو سے غور شدید پر ہوتی ہو صبح پہ یہ شب فراق ہو ای دل ہنوز صبح پہ تیری چشم مست ہو کا فر کمال شوخ	کیا ہو تو نے قدم رنجہ آکے آج عبث کتبہ چشم مفتن کو لوبا دام نہ پہنچ ای دل بیتاب شام غم کی کب جاتی ہو صبح ہوتی ہو یوں تو چار پہر بعد روز صبح ہر چند یوں تو ہوتے ہیں اے غزال شوخ

اگر کہ کرتے ہیں خوابانہ خود سیداد
دلیل سو بہری ہو بہت بے پیر کا کاغذ
ہاتھ قائل نے رکھا جبکہ خراسانی پر
نہ ہنسوں کیونکہ جہاں کس ناکس تھر
ضعف آنے نہیں یتا تھا قدم لے لیکر
شکار دل کے لیے آج پھر اڑایا باز
نالہ قیس کی موجود ہو تاثیر ہنوز
اس کی منظور نظر ہو میری شخیر ہنوز
موشی کی ہم کرینا خال کی ساقی ہو
ہو وہ صیاد خدا یا گل گلزار سے خوش
کرتی نہیں ہوا سے یہ موج غبار رقص
دیکھنا شوخی کہ مجھ کو مار کر ایک بیشقیض
سمجھ جلوہ گر سب میں حسن بسیط
پھر آریا رقب غلیظ الحفیظ
دیکھ کر محفل میں سبک عارض جانانہ شمع
جلے ہو داغ سے ابلیں میرے بھگین داغ
مجھ کو خط میں لکھے شوخ نے شجرف کھرون
جب بہم لڑتی ہیں نکھیں نکر وہ نوٹ ف
ناصر کہ پیر ہن کئے اسطے ہو عیب پاک
کہا فقیر نے جو غش ہیں تم پہ سارے لوگ
مجنوں نے ڈھونڈ مایلیں کا محل

پہ ان سبھوں میں ہوا وید مزاج قوسیداد
وگر نہ خط کو کیا کچھ فرض تھا کشمیر کا کاغذ
بل بے میں بل بھی پڑا میری نہ پیشانی نہ
ضرب تھر کی ہو دیوانہ کو پارس تھر
گھر تک باہوں بڑے ور سے م لے لے کر
ستگری سے تو آخر کبھی نہ آیا باز
غل سے خالی نہیں ہو خانہ زنجیر ہنوز
چشم مشتاق ہو ہر حلقہ زنجیر ہنوز
عالم پیری ہو بس اندس باقی ہوں
جو نہ ہو نالہ مرغان گرفتار سے خوش
مجنوں کی وح کرتی ہو بے اختیار قص
مانگتا ہو خوں بہا کی وہ بت کیش تعین
کہ حق ہو علی کل شیء محیط
پڑھو دوستو الحفیظ الحفیظ
کر کئے اشعلہ کی بال و پر ہوئے پڑا نہ شمع
کہ جیسے شت ہیں لالہ ہوا و گھر میں چراغ
یہاں لہو سو کہ گیا دیکھ کے جس حرف کے حرف
پل میں ہو جاتے ہیں نیر و زبر و نوٹ ف
باد جو جس گل کا ہے کو کھے حبیب پاک
تو ہنس کے بولے کہ اگر خدا کے پیارے لوگ
صحرا بہ صحرانسنزل بہ منزل

ہن تاب جیسے ہو کوئی درج گہر پہ قفل
جو ملایا خاک میں صحر اکا نام
میری اب سبط کی ہونچیں کولاج غزلین
کہ پاویں آئینہ کو گر تو سنگسار کریں
جلد تکبیر دے کر دیر نہ تکبیر میں جاں
اور بھی پھینک دینا استخوان حصار ہم بھی ہیں
کہو تو مصحف رخ پر تھامے ہاتھ دھر جائیں
ہم سے وہ باہر نہیں اور ان سے ہم باہر نہیں
کچھ میں نباہتا ہوں کچھ وہ نباہتے ہیں
نہ پوچھو ایک قیامت ہے گی برپا قیامت میں
لیں اس نے خوبان کئے رہاں کی دھجیاں
یہی بہتر ہوا نکھیں ہی فطرت مفلوک کبھی بھول
وصال وصل میں اچھا غم فراق نہ ہو
کوئی چھڑا دے آن کے چڑیا کے بند کو
کہ بھرے وہ بُت بے رحم ہمارا کلمہ

یوں خال لبستا ہی دہنِ سیمبر پہ قفل
کیوں لیا تھا قیس نے سودا کا نام
میرے والی تھیں ہو اور تھیں سراجِ غزلین
یہ زندگی کی ہو صورت گراستہ تار کریں
ڈرہا گہر کے نکل جائے نہ تاخیر میں جاں
سگانِ کوئے مولانا کے ادنیٰ بار ہم بھی ہیں
معاذ اللہ ہم بوسہ بھی لیں اور بچہ مکہ جائیں
عکس آئینہ ہیں ہم وہ خلق کو باور نہیں
میں ان کو چاہتا ہوں وہ مجھ کو چاہتے ہیں
اٹھینکے جب وہ جی کر جوئے ہیں قمار میں
اُس در پر ہم نے کینج گریباں کی دھجیاں
میں اُس بے وید کو نامہ تو کیا و نامہ بھریں
بلا سے موت ہو پور دروشتیاق نہ ہو
ہو یہی کھیل قید میں اُس خود پسند کو
زاہد ایسا تو کوئی ہم کو بتا جا کلمہ

مطلعات یائے

بجے جو ٹھٹھیس وہ شیشہ دل چور بہتر ہو
کہ اب قریب کبھی کے دم الٹ جائے
اُو گرم و فیس سر دہری دولت ہے
ہنس کے فرمانے لگے اچھا تجھے بھی نہ لگے

نہ ہو جو چشم گریاں اُس سے تو نا سو بہتر ہو
کہو قریب کو اک دم یہاں ہٹ جائے
اشک گلزنک رخ زرد بڑی دولت ہو
شب کہا میں نے نہ چھوٹا کلا گلے آب بن لگے

نہ کیونکہ طفلِ اشکِ پناہِ سرِ مرغان پر کھیلے
 تھے وہ جس گھر میں ہاں ہم اگر دوڑے ہو
 ملاپ اُن سے گرا ب کسی طور بٹھرے
 اُترا جو کوئی دل سے گمراہہ نظر سے بھی
 یہاں تک اس پہ دل مفتوں ہوا ہو
 ہم ہیں دشمنِ رقیب ہیں پیارے
 طفلِ اشک کے مرغانِ چشمِ ترنگالے ہو
 عزیز و شہدِ یہاں سستی میں کنڈیس آتا ہو
 شبت روشن ہو جہاں ہیں شمع کی تہلج ہو
 میں کہاں سے تمھاری لطف پر دل لوٹا ہو
 کہا اُن سے جو میں نے تم سے میری نہ کانی ہو
 جو رات بام پہ اپنے وہ رشکِ ماہِ چڑھے
 مجر و ہونہ جب تک کی کب نہ پہنا ہوئے
 ہمیں جو یادِ تہِ یارِ اب سلاقی ہو
 ناقول کی ترے جن کھچے تصویر کھڑی
 دڑتے رہو عزیز و کہتا ہوں آسمان سے
 آپ جو حسن پہ اپنے ابھی اتراتے تھے
 اگر خشکِ لبِ دل کا دیدہ بُرا آپ جو جائے
 یہاں تک تنگ غم سے حیراں کے آنچکے تھے
 یہاں سے وہ محبوب سو کو کس ہو

بہادر وہ ہی ہوتا ہو جو اپنی جان پر کھیلے
 کاٹنے کو وہ مجھے آگے سے گھروڑے ہو
 میں لکھ دوں جو پھر وہاں کوئی درکھیلے
 جو جا چکا ادھر سے گیا وہ ادھر سے بھی
 کہ اب نامع ترا محسنوں ہوا ہو
 اپنے اپنے نصیب ہیں پیارے
 یہ چور اب نیلیوں کے ناچ میں لٹن بٹھالے ہو
 تو ہم پر دسیوں کو یاد اپنا دیں آتا ہو
 کون کھوے خون پر وائے کارِ تاراج ہو
 سُن کے بولے بات بس یہ ہی تمھاری ٹٹا ہو
 تو فرمانے لگے صاحب یہ میری منہ زبانی ہو
 مہار و دم کس کے پھر نگاہ چڑھے
 رکے جو شلخِ برگ و برہنیں مکن عصا ہوئے
 مثل یہ سچ ہو کہ سولی پہ نیندہ آئی ہو
 بیٹھ جاوے وہیں ہوئے نہ وہ تم بھڑکی
 بے پیر خدا کھے ہو ہر ایک فوجواں سے
 ہم سننے اس لیے ہم بھی کبھی اتراتے تھے
 سمدرد دیکھتے ہی دیکھتے پایا جے جائے
 گر آج تم نہ آتے ہم جی سے جا چکے تھے
 صد افسوس ہو دل صد افسوس ہو

بس ایک بچاؤ ناز میں قصہ تمام ہو
تو بولے آپ ہنس کر کیندا کی بے نیازی ہو
موتے پر اُن کے اکثر عرس کی شب ب ہوتی ہو
نام سُنکر اُن نکلے ہیں تمہارا دوسرے

گو دل میں حسرتوں کا یہاں اٹو ہام ہو
دو پٹا لیکے اُن کا میں نے جو بوجھا ناری ہو
جھنوں کو چیتے جی لعل سیاہ مر غوب ہوتی ہو
کچھ فیتروں کو بھی کرو بیچئے اشارہ دوسرے



ثنوی در حقیقت عشق

تاج بخش شعر ا شاہ نصیر
 کیا کہوں آہ اب او بندہ نواز
 حق سے صحبت کا طلبگار تھا میں
 کیونکہ سب حال ہی تم کو معلوم
 نہیں انجام کا جس کے سپر
 کہیں کم ہو میں گئے ایسے بھی نصیب
 کہیں ہو جائے نہ اب کچھ میں کھاج
 اور اس عالم بیکاری میں
 آہ کس کس کا کروں اب میں سوگ
 یا اب اس دیدہ تر کو روؤں
 کس سے اب کے کروں میں فریاد
 مجھ پہ کرتے ہیں ستم ہائے سنگد
 دم بدم عریدہ جو رہتا ہو
 چشم کی خانہ خرابی چاہے
 دل کے ہو درجے غارت ہر دم
 تیر کرتا ہو مجھی پر شمشیر
 آستیں اس کی ہو خنجر کا پیام
 صاف ہو قہربیاں کیا کیجے

افتخار پیش و جرات و میر
 بعد اظہار تمنا سے نیاز
 ایک تو آگے ہی بیمار تھا میں
 شج میں اس کی کروں کیا مرقوم
 دوسرے اور یہ سینے اب سیر
 غور کیجئے کہ تماشا ہے عجیب
 کس سے پوچھوں دل مضطر کا علاج
 کس پریشانی و بیماری میں
 لگ گیا جی کو میرے عشق کا لوگ
 دل کو پیٹوں کہ جگر کو روؤں
 عشق کرتا ہو جو مجھ پر بیداد
 عشق کے نام جو ہیں صرف
 عین عزت کا بعد و رہتا ہو
 جامہ عشاق کا آبی چاہے
 شین کرتا ہو شرات ہر دم
 خون کرنے میں ہو ایس کہ دلیر
 ہو یہ پیکار ہے قتل بدم
 ناف ہو قہربیاں کیا کیجے

قدت عشق دکھاتا ہو مجھے
 خارج ہمتِ انسانی ہوں
 نہ تو کھانا ہی خوش آتا ہو مجھے
 چشم از میں کہ رہی ہو پر آب
 جس کو فرصت ہی نہ ہونے سے
 خوفِ مرگاں سے ہو سونے میں مجھے
 خوابِ لوں میں کہاں سے پا کے
 غارتِ صبر و شکیبائی ہو
 کوئی ایسا نہیں میرا غمخوار
 سایہ جو ساتھ لگا جاتا ہے
 چرخِ پرماہ چھڑے جاگا
 میری فریاد یہ ہو کس کی مجال
 سو بھی جب شب میں گرجوں عد
 کیا بیاں کیجیے آؤ آہ نصیب
 ہیں ہمیشہ گہوے گاہِ شریک
 آپ سوتے ہیں بہ آرامِ افسوس
 دوستوں کا نہ رقیبوں کا گلہ
 بیٹھے بیٹھے یوں ہی تنہا بیکار
 عشق رکھتا ہو بدل کو بے کل
 دل کو ہر چند میں بہلاتا ہوں

قلزمِ غم میں ڈوبتا ہو مجھے
 پردہ قاف میں زندانی ہوں
 اور فی پانی ہی بھاتا ہو مجھے
 خواب بھی ہو گئی اب عالمِ خواب
 اس کو کیا کام رہا سونے سے
 کانٹے چبھتے ہیں بچھونے میں مجھے
 میری بالیں میں ہیں پر غم کے
 میں ہوں اور گوشہ تنہائی ہو
 پاس میرے رہے شب کو بیدار
 رات کو وہ بھی چلا جاتا ہو
 بس ہینے ہی کے اندر بھاگا
 بولے شب کو جو بنیر از گھڑیاں
 دے ہو آواز گھڑی بھر کے بعد
 کہتے ہیں ہوتے ہیں ہر نصیب
 جاگنے میں نہ ہوئے آہِ شریک
 یہاں ہوا جائے ہو کیا مفسوس
 ہم کریں کس سے نصیبوں کا گلہ
 پاؤں سو جاتے ہیں اور میں بیدار
 کہ کسی کل نہیں اب پرتی کل
 سیکڑوں طرح سے سمجھاتا ہوں

کہ کس اور دشمن فہم وادراک
 عشق یہ وہ ہو بلا اسے ناداں
 یعنی جس جا پہ گزر کرتا ہے
 اس کی کھودے ہو یہ بیخ و بن
 اپنے حق میں نہ بن اتنا جلاد
 مرگِ فرہاد سے کر اندیشہ
 حالِ مجنوں بھی سُنا ہو کہ نہیں
 ایسے ایسے کئی آفت مارے
 بس مجھے جان سے مت کھو ظالم
 مجھ کو رسوا نہ کر ای خانہ خراب
 اضطرابی سے بس اب ہاتھ اٹھا
 حق جو کہنے کا ہو کہتا ہوں اسے
 کیا کروں یک نہیں سنتا دل
 سو فسون پڑھ کے کروں گرفتیر
 لاکھ اپنے پہ کروں میں جبر
 دل غم ہجر سے ہو بس کداہاں
 فوجِ غم میں جو بہت کرتا ہوں
 ہو جو تنہائی سے صحبت مجھ کو
 کوہ و صحرا سے بھی گھبراتا ہوں
 وہاں سے بھی جا کے میں ناشاد آیا
 گہمت گل سے خطر ہے یعنی

ننگ و ناموں کو مت کر نہ خاک
 الاماں مانگتے ہیں پیرو جواں
 اور جس سینہ میں گھر کرتا ہے
 ہیزم خشکے جوں کھائے کہن
 جان شیریں نہ کر اپنی برباد
 مار مت پاؤں میں اپنے قیشہ
 آپ منصف ہو بھلا ہو کہ نہیں
 اس نے دکھلا کے صیبت لے
 دین و ایمان سے مت کھو ظالم
 کچھ خدا سے بھی ڈرو خانہ خراب
 اس خرابی سے بس اب ہاتھ اٹھا
 ڈانٹتا روز میں رہتا ہوں اسے
 پند اب ایک نہیں سُنتا دل
 اس کو ہر گز نہیں ہوتی تاثیر
 دلِ مضطر کو نہیں آتا صبر
 نہ میرے ہوش بجا ہیں عواں
 وحشیوں ہی میں رہا کرتا ہوں
 اپنے سایہ سے ہو وحشت مجھ کو
 گل و گلشن کی طرف جاتا ہوں
 غنچہ کو دیکھ کے دل یاد آیا
 ننگ زخم جگر سے یعنی

حد پریشاں ہو بیاباں کی ہوا
 آہ کیا لکھوں میں اپنا احوال
 کوئی کہتا ہو کہ سودائی ہو
 کوئی کہتا ہو اسے تو سیب
 کوئی کہتا ہو جو انی کا غرور
 کوئی کہتا ہو کہ اتنی بھی شراب
 کوئی کہتا ہو کہ یہ خانہ خراب
 کوئی کہتا ہو کہ ہر اور خلل
 بن جو آیا نہیں اس سے پرہیز
 واقعی لوگ بجا کہتے ہیں
 گاہ لوگوں سے نہاں ہوتا ہوں
 گاہ کرتا ہوں بجاں غناک
 گاہ ہنسنے ہی سے ہو کام مجھے
 گاہ خاموش پڑا ہوتا ہوں
 گاہ کرتا ہوں جگر کے ٹکڑے
 گاہ ہاتھوں سے بچھائی آتش
 گاہ بالیں پہ پٹکنا سر کو
 سامنے اس کا قصور کر کے
 اس کی صورت کو تھاکرتا ہوں
 کبھی کہتا ہوں اوہ تو دیکھو
 کبھی کہتا ہوں کہ کیونکر آئے

تا موافق ہو گلستاں کی ہوا
 دیکھ کر لوگ یہ سیر احوال
 یوں ہی بے فائدہ غوغائی ہو
 کوئی کہتا ہو یہ اس کا ہو فریب
 کوئی کہتا ہو کہ کھوتا ہو شعور
 آدمی کو تو بھی کرتی ہو خراب
 اپنے اعمال کا بھگتے ہو عذاب
 اس نے بڑھنا کوئی سیکھا تھا
 اس سبب سے ہوا رجسٹ انگیر
 ایسے آزار کو کیا کہتے ہیں
 گاہ سرگرم فغاں ہوتا ہوں
 تنگی دل سے گریباں صدہک
 گاہ رونے سے ہو آرام مجھے
 گاہ بے ہوش پڑا ہوتا ہوں
 پایہ سنگ سے سر کے ٹکڑے
 گاہ بستر میں لگالی آتش
 پھوڑنا سر سے کبھی پتھر کو
 آہ بے ساختہ دل سے بھر کے
 آپ ہی آپ بکا کرتا ہوں
 مجھ کو تم رشکِ نظروں دیکھو
 کین مے وہ جو نہیں یہاں لئے

کبھی کہتا ہوں کہ آؤ بیٹھو
 کبھی کہتا ہوں کہ مٹھو لے آپ
 کبھی کہتا ہوں کہ سچ سچ ہر حال
 کبھی کہتا ہوں کہ اور شک پری
 کبھی کہتا ہوں کہ ظالم تجھ من
 کبھی کہتا ہوں کہ غم سے چھوٹا
 کبھی کہتا ہوں خفا مت ہونا
 کبھی کہتا ہوں کہ جان کھاؤ قسم
 کبھی کہتا ہوں کہ اور شک بہار
 کبھی کہتا ہوں عنایات کرو
 کبھی کہتا ہوں کہ سنان ہو کیوں
 کبھی کہتا ہوں کہ کچھ تو کریئے
 کبھی کہتا ہوں بچھاؤ شطرنج
 کبھی کہتا ہوں کہ کیوں ہو برہم
 کبھی کہتا ہوں کچھ اشعار پڑھو
 کبھی کہتا ہوں کہ سن تو کم بخت
 کبھی کہتا ہوں یہ ہو ہو کے اُدس
 کہ نہ کچھ سنستے ہو نہ کچھ بولتے ہو
 نہ حکایت نہ اشارت نہ محکاہ
 یہ بھی کچھ بات ہو اور جان بھلا
 کہ فراموش نہ اموشی کو

مان جاؤ نہ مستاً و بیٹھو
 آن نکلے جو ادھر آپ سے آپ
 خواب ہم دیکھتے ہیں ایک خیال
 بچ بتا مجھ کو میری یاد بھی تھی
 مجھ کو آرام نہ تھا رات اور دن
 شب ہجراں کے الم سے چھوٹا
 پھر کبھی مجھ سے جدامت ہونا
 جیتے جی پھر نہ جدا ہو نیگے ہم
 آج کے دن کے میں توجہ سے ستار
 جی کے بھلانے کی کچھ بات کرو
 تو خفا میرے سے اور جان ہو کیوں
 کوئی جو سرہای کی بازی ہریئے
 کہ دم خوش ہی جاں میں ہو گنج
 گنجہ بیٹھ کے کھیلو ایک دم
 جس میں مضمون جدائی کا نہ ہو
 مجھ سے کیوں اتنا کیا بھول سخت
 آئے کیوں تھے جو نہیں آتے پاس
 دل تو دل لب بھی نہیں کو لیتے ہو
 سخت حیران ہوں عیاذ باللہ
 وصل میں بھی کوئی رہتا ہو خفا
 میں ترستا ہوں غم آغوشی کو

نا توں میں ہوں ٹھالے مجھ کو
 تجھے اپنے خدا کی سوگند
 تجھ کو اپنے رُخِ روشن کی قسم
 تجھ کو اپنے قد و قامت کی قسم
 تجھ کو اپنے دلِ بے غم کی قسم
 تجھ کو میرمہ و پرویں کی قسم
 تجھ کو ہندی کے لگانے کی قسم
 تجھ کو زلفوں کی سیاہی کی قسم
 نشہ بادہ گلگوں کی قسم
 تجھ کو میرے دلِ سوزاں کی قسم
 میری بے بال و پیری کی سوگند
 بکھر سوزی عشاق قسم
 قدمِ آبلہ پایاں کی قسم
 خضر سر منزل الفت کی قسم
 وسعت آباد ملت کی قسم
 وحشت شوق کے نمکیں کی قسم
 رشتہ نازِ رگِ گل کی قسم
 باغ کے آب و ہوا کی سوگند
 جوہر آئینہ گل کی قسم
 چشمہ باغ کے پانی کی قسم
 تجھ کو اب سب میری قسموں کی قسم

آگلے اپنے لگا لے مجھ کو
 اپنے انداز و ادا کی سوگند
 اپنی بکڑی ہوئی جوتوں کی قسم
 تجھ کو غوغائے قیامت کی قسم
 حلقہ دِوامِ تنافل کی قسم
 اپنے روئے عرق آگس کی قسم
 دل کے مٹھی میں چھپانے کی قسم
 اپنی دزدیدہ نگاہی کی قسم
 چشمِ خار پر افسوں کی قسم
 چشمِ غم دیدہ گریاں کی قسم
 آہ کی بے اثری کی سوگند
 بدل و دیدہ مشتاق قسم
 مژدہ خارِ منیلاں کی قسم
 پائے و اماندہ حسرت کی قسم
 حجرہ تنگ سویدا کی قسم
 پائے خوابیدہ کے بالیں کی قسم
 دلِ دابستہ بلبل کی قسم
 تجھ کو زنا ر صبا کی سوگند
 پیچ و تابِ دلِ بلبل کی قسم
 اس کے مضمون کی روانی کی قسم
 حسن و عشق کے رسموں کی قسم

نہ خفا ہو کسی صورتِ دل میں
مجھ سے پیمانِ وفا باندھ ابھی
اس کی تصویر کو دے کر قسین
اور گلے اپنے لگاؤں اٹھ کر
کیا کہوں پھر وہ قیامتِ تحریر
نہ وہ تقریر کے قابل ہو غم
عالمِ نام و نشان سے باہر
دل پہ گزرتے ہو جی جانے ہو
یعنی تفسیر کی قدرتِ معلوم
گفتگو سہل حقیقتِ مشکل
حسبِ حال اب یہ کہے ہیں شفا
تو خوش آتا ہو یہ غوغا مجھ کو
زورِ چلتا ہو قلم پر میرا
نالہ ہو مصرعِ موزوں میرا
عیبِ اشعار پہ کرنا نہ خیال
دوستِ سرِ مٹی ہیں لیکر سنگ
سوچ کرتے ہیں وہ دنیا فانی
خون روتے ہیں کہانی پر میری

کہ نہ کچھ مجھ سے کدورتِ دل میں
کھول مت بند قبا باندھ ابھی
یعنی جس شخص کے ہیں ہاں میں
چاہتا ہوں کہ مناؤں اٹھ کر
جب وہ چھپتی ہو نظر سے تصویر
نہ وہ تحریر کے قابل ہو غم
ہو وہ تقریر بیاں سے باہر
یہ خبر بے خبری جانے ہو
کس طرح ہو یہ حقیقتِ معلوم
بے خودی اور نہاں خانہ دل
آپ کو جان کے اپنا غم خوار
یعنی ہوتا ہو جو سودا مجھ کو
دل جو گھیرائے ہو اکثر میرا
دل وابستہ ہو ضموم میرا
اس خطِ نظم میں ادنیٰ کھٹال
بلکہ یہاں تک ہو مرا حال پتنگ
اور جو تھے میرے دشمن جانی
رحم کھاتے ہیں جوانی پر میری

دل پھٹا جائے ہو میں ادنیٰ معروف
کر کہیں مرثیہ خوانی موقوف

مناقب حضرت شاہ نصیر الدین علیہ الرحمۃ اُستاد حضرت معروف

شہ ملک سخن نصیر الدین
ہوئے معلوم قبلہ حاجات
مہر سے لطف سے محبت سے
بحمد مجھ کو سر فراز کیا
اس عنایات کا سپاس کروں
شکر تو فین مشکہ چوں گوید
اُس نے پائی تھی جو خوش ہلونی
خط خوباں خطِ اسلامی ہو
چوں ہو گل خور وہ سادہ و لبر
دست عاشق کھدا ہوا دیکھا
دلِ عشاق کا سوید اٹھا
چشم بُرہم سے اس کے کر کے نم
یک قلم میں نے سب کیا معلوم
خاہرا دی کے ہاتھ سے یکدم
میں نے سابق تو سب سنائے تھے
تازہ کہنے میں کچھ نہیں آئے

رشتک صد جان آرزو و عزیز
بعد آداب و عرض تسلیات
خط جو بھیجا تھا راہ شفقت سے
خط سے کیا مجھ کو سر فراز کیا
کب ہو قدرت کہ الناس کوں
گر کے شکر حق فزوں گوید
کہوں اس خط کی کس قدر خوبی
کہ جہاں اس کی خوش کلامی ہو
ہر مہر مٹی اس منط لغانے پر
پر جو میں نے یہ مدعا دیکھا
اس نگیں کا جو نقش پیدا تھا
بس کہ دوری کا آپ لگی ہو غم
مدعا جو کچھ اس میں تھا مرقوم
پہ جو تم نے لکھی تھی خط میں قسم
اور اشتہار جو منکاے تھے
اور اس واسطے نہ بھجوائے

اب ذرا گوش دل سے میری بات
یعنی ظاہر میں گو لکھی نہ دُعا
پر مجھے کس طرح یہ آئے یقین
جن کو برسوں یونہی گزر جائیں
صاف یوں ہی نہ کیوں کھا مجھ کو
نہ یکے شعر اس لئے ارقام
شعر یہ سوچ کر لکھے نہ اگر
کچھ یہ پُرورد آپ کا ہوا کلام
جو کہ سمجھیں سو واہ واہ کریں
تم ہو کامل کمال میں حضرت
آپ گویا زبانِ سعدی ہیں
ہو تمھارے سخن میں وہ فسون
گر جن میں کرو غزل خوانی
گر پڑیں ہو کے طوطیاں بے ہوش
بے حجابانہ تم سے ہو یک بار
مصرعہ یک آپ گر پڑھیں؟ اللہ
وجد میں آ کے یک بکیتاؤں
گم ہو فوارہ کی یہ عقل رسا
لالہ جب سیر آب و تاب کے
سُن کے سنبل بعد زباں دانی

مک یہ سینے کا قبلہ حاجات
لیک دل سے دعا کرو ہو سدا
یعنی ایسے ہوئے نصیر الدین
شعر ہرگز نہ کہنے میں آئیں
کہ نہ تخی شعر کی سمجھ مجھ کو
کہ سمجھتا تھا اس کا مشکل کام
تو مناسب نہ تھا تھیں کیونکر
لوٹ جاتے ہیں جن کے خاں مرام
ہم سنیں جان و دل سے آہ کریں
میرے ناقص خیال میں حضرت
طوطی بوستانِ سعدی ہیں
آدمی ہی نہ جن پہ ہو مفتوں
بلبلیں سُن کے ہو ویں دیوانی
اور سوسن کی ہو زباں خاموش
نکلی ہاند سے نہ گیس بہار
سرو ستر قدم بھرے یک آہ
ہو بعد رنگ آپ کے پاؤں
اپنا سارا خزانہ دیوے لٹا
سارے نقلوں پہ انتخاب کے
اپنی زلفوں کو دے پریشانی

کو نسی بات تھی یہ ادا استاد
گو برا ہوں دیا میں قابل ہوں
گرچہ میرا کہاں ہو منہ ایسا
لیک جو کچھ کہہ ہی مجھے معلوم
کوئی ایسا نہیں اب ادا حضرت
خوب کہتا تھا شعر سوداگر
مال مردوں کا دھونڈھاتا تھا
دولتِ انجمن ہو بندہ نواز
کوئی اس گفتگو کو کیا جانے
سو نہ کر کشورِ خندانی
ہر بہ فرمانِ طبع نکتہ گزین
صائب و شوکتِ ظہیر و کلیم
پایہ پایہ بہ پیشگاہِ سریر
دیکھیے اپنی سلطنتِ اوج
بس کہ لکھتے ہیں بے نظیر انشا
دیکھ کر خوانِ نعمتِ الوں
تیغِ برورِ آب کا ہلالی ہو
دیکھ اس کی سخن کی گرمی کو
دے دُعا تم کو کیوں آٹھ پہر
گر فغانی ہو یا کہ آہی ہو
نا توان و ضعیف جو ہیں میر

میں نہ دیتا تمہارے شعر کی ادا
میں خوانِ نصیر و مایل ہوں
کہ تمہاری بیاں ہو مجھ سے نونا
سودہ کرتا ہوں یک قلم مرقوم
آپ سے جس کو دے تھکے نسبت
تھا وہ ملکِ سخن کا سوداگر
نفع پر اپنے بیج لاتا تھا
شاہِ ملکِ سخن ہو بندہ نواز
کہ ہمیشہ سے حق تعالیٰ نے
تم کو بخشی شکوہِ خاقانی
یہ قلم و تمہارے زیرِ نگین
عرفی و اظہر و کمالِ سلیم
آپ کی سلطنت کے ہیں یہ امیر
ہو کہ ان سب کے ساتھ کتنی فوج
میر منشی ہوئے ہیں میر انشا
مبطنی آپ کا ہو نعمتِ خاں
آبدار آپ کا زلالی ہو
میر آتش کیا تجلی کو
مصحفی حافظوں میں ہو لو کہ
چو بدار و نقیب شاہی ہو
ان کو سو نیا ہو صوبہ کشمیر

شعر از بس کہ سر دکھتے ہیں
 جس جگہ تذکرہ تمہارا ہے
 اب جو ہیں اور فدوی درگاہ
 لیکن اس میں میری نہیں تقصیر
 دیکھا دنیا میں اپنے کہ کہیں
 سوئے ملک عدم بعزت و جاہ
 کار بر حسب مدعا ہو گا
 کی جو ملک سخن کی میں نے میر
 تم نے ملک سخن کیا آباد
 رونق مصرعہ و غزل یاں ہو
 ایسے ایسے ہیں رنجی کے محل
 اللہ اللہ تمہاری اُستادی
 آگے یہ ملک تھا پڑا سونا
 اس قلمرو میں یک قلم مطلق
 آپ کا فیض بسکہ یکساں ہو
 جو کہ تقریر کیجئے حق ہو
 بسکہ رانائی حق و باطل ہو
 کون مضمون یہاں کسی کا چرائے
 حرف دبنا ہو کسی سے ذرا
 قتل مضمون کوئی کسی کا کہیں
 موجب حکم شیعہ اہل سخن

آپ سے کانپتے ہی رہتے ہیں
 واں غزالی بھی ایک چکارا ہو
 نام سے آپ کے نہیں گاہ
 کیونکہ کرتا ہوں اب یہ بھی تحریر
 ہم سے باقی نہیں ہوئے زیں
 تم نے بھیجی ہو شعاعوں کی سپاہ
 واں چہضرت کا تذکرہ ہو گا
 کیا ہی تشریف اب لکھوں پس خیر
 در نہ تھی قبلہ اس کی کیا بنیاد
 رنجی کا ہو جو محل یاں ہو
 حشر تک جس کو کچھ نہیں غزل
 آپ کے دم سے ہو یہ آبادی
 حامل ہر زیں ہو ابنا و نا
 بندش لفظ کا ہو نظم و نسق
 جس طرف دیکھیے گلستاں ہو
 آپ کے عدل سے یہ رونق ہو
 بے سخن بادشاہ عادل ہو
 گر چہ اے زبان کاٹی جائے
 وہیں دیتے ہیں ہاتھوں تھ اٹھا
 اتفاقاً گزر کرے تو وہیں
 ماریں تیغ زبان سے گردن

آپ کی معدلت سے اہلِ مسلم	آب و آتش کو باندھتے ہیں ہم
پاؤں صیتا دے جو بندھتے ہیں	ہاتھ وز و حلقے بندھتے ہیں
اتفاقاً جو طرہٴ دل بند	دل عاشق کے ہو بنگر گزند
شانہٴ سال صاف صاف کہتے ہیں	زلف کو لام کا ف کہتے ہیں
کھینچنے عاشق اگر کہیں آزار	چشمِ خواباں کو رکھتے ہیں بیمار
وصفِ عاشق اگر کرے نہ بیاں	کہتے ہیں کچھ نہیں ٹاں اور بیاں
بلکہ برعکس مردم آزاری	کرتے ہیں بیکسوں کی غم خواری
جس کو پاتے ہیں تیخ کا گھائل	اس کا بہلاتے ہیں منہی میں دل
مدعا یہ کہ آپ سا عادل	میرے احوال سے ہے غافل
روشنِ دل تھارے دم سے ہو	سب بہار آپ کے قدم سے ہو
ہو تمہیں بادشاہِ ملکِ سخن	واقعہٴ شاہراہِ ملکِ سخن
ہم سے الفت تمہیں نہ بھی ہو	درد مندوں کی کچھ دوا بھی ہو
اس طرف بھی کرم کیا کیجئے	گاہ گاہے خبر کیا کیجئے
مہربانی اگر بھلا کچھ بھی	خط دعا شہر مدعا کچھ نہ بھی

بس قلم ہاتھ سے رکھو معروف

سوچنا صد کو کر کے خط ملفوف

بِارِضِ اَلسَّيْنِ الرَّحْمٰنِ

راہ میں وہلی کے ہو خطر اصبا	کامِ انسان کا نہیں ہاں ہی جا
جبکہ ارادہ کرے تو صبح گاہ	گنہگار گل بس ہو تجھے نواہ
جلدِ عجیبِ راہ میں منزل کی چھوڑ	یعنی کھولی کے بھی محل کو چھوڑ
لین مت اپنا رم او ہو بہا بندھ	زرہ کا چاہی نہ بازو پہ باندھ

بلکہ یہاں تک کہ جو فرصت نہو
گرچہ ہی قزاق سے کب ٹھکوباک
تو بھی کسی سے تو نہ ہستیا ہو
کوئی خواہاں بھی ہوشا ید تیرا
کیونکہ ضروران سے ہی بس مجھ کو کام
ان کے ہیں اوصاف کوں کہاں
اور ہر پھر فرصت ایک عمر نوح
مرحمت اخلاق بیاں کیجیے
ورنہ میں اس ہستی مہوم پر
ایک تو وہ صاحب ارشاد ہیں
خلق یہ خالق نے دیا ہوا نہیں
آپ ہی دل میں ہو اپنے نخل
ہاتھ کب آتا ہی عمل سے کرم
زور میں بھی اپنے زبردست ہیں
ان کو اگر رسم ثانی کہوں
ہیں یہ شجاع اور یہ ہڈی ڈول
زور میرا یہ کہ ہیں اتنے حلیم
حسن دیا ہی یہ خدا نے نہیں
شکل کچھ اس شکل کی تصویر ہو
انکھیں کہیں منہ کو تھکا کیجیے

اہل گلستاں سے بھی نخست نہو
تجھ سے کوئی آنکے کیا لیکا خاک
پات بھی کھر کے تو الگ جایو
دور ہی سے دیکھ کے ہوتا ہوا
سید علی خاں وہ جنہوں کا نام
تو ہوں اگر قن پہ سر اسر زبان
بخشتے ہر ایک دم میں سخن موفتوح
ان کا بیان درد زباں کیجیے
ان کے سنا کیا کروں ای بخیر
تس پہ امین کی اولاد ہیں
منظر اخلاق کیا ہو انہیں
ان کے جو دل کو کہوں طاق کا دل
ان کی ہو میراث ازل سے کرم
ہفت فلک جسے غرض بہت ہیں
کچھ نہیں جو بات پرانی کہوں
کہاے تہمتن بھی جنہیں دیکھ ہول
جسے کہ جاں مئے کتنے حلیم
بس کوئی دیکھے ہو تو جانے نہیں
اور اس انداز کی تقریر ہو
کان کہیں باتیں سنا کیجیے

علم میں بھی رکھتے ہیں اتنی خبر
 بجھے اگر غموں یا صرف میں
 شعر کے کہنے میں بس طاق ہیں
 ان کے مضامین کی لذت پوچھ
 ان کی ہر ایک بات نئی بات ہو
 اپنا تخلص جو ہو غمگیں کیا
 بس کہ بہت صاحب نگین ہیں وہ
 جس کو صد افکار مضامین ہے
 ان کے میں اوصاف بیاں کی کروں
 نام تو آگے ہی دیا ہو بتا
 جلے ہو جب شہر کے نزدیک تو
 اور ہو دروازوں پہ حدوں کو ٹک
 جانیو! جمیری ہی دروازہ سے
 پاس نمک کے یونہی ٹکرا رہی
 دیکھ بچا جا یا ایک بھٹکے ڈگ
 سیر میں رستے کے نہ لگ جائیو
 خال لب پار سے جا کام ہو
 خوب میری بات کو کر لو میں غص
 کا غدی رہو ٹیکے تری این ہاتھ
 سامنے ایک سے لگی کہاری کوئی
 کہا ہی کی ہوتی یہ استاد ہو

طالب علم ان سے اگر ان کر
 تو کریں مقبول دو ہی حرف ہیں
 میں کہوں کیا شہرہ آفاق ہیں
 ہونہ چکتے ہیں علادت پوچھ
 شعر و کرامات نئی بات ہو
 یہ شگوفہ کسے نگیں کیا
 دل میں خشی کہنے کو غمگیں ہیں وہ
 کیا ہو تعجب کہ وہ غمگیں ہے
 کوزہ میں دریا کو کہاں تکھے وں
 سُن کے بس اب گھر کا بھی کپتا
 مان لے کہنے کو میرے ٹھیک تو
 جانے بھی بے تو نہیں چلے میں چوک
 روک تو ہو وہاں بھی بلند از سے
 ورنہ وہ چوراہے کا بازار ہو
 ریوڑی والی کی وکان پہ لگ
 ریوڑی کے پھیر میں مت آئیو
 شکاری سے تجھے کیا کام ہو
 آگے ملے گا تجھے قاضی کا حوض
 ہو گا کبیر مٹھ ترے بائیں ہاتھ
 ہو جو وہ چھوٹی سی سپاری کوئی
 ہاں چور زمزم کی وہ اولاد ہو

آب و گل اسکا ہو اسی آب سے
کوئے سے جب عابئے کا آگے نکل
تو اسے بائیں طرف ہی چھوڑ دے
داہنے ہاتھ آئے گا جب گل بزم
وہاں سے جب آگے بڑھے گا پھر
اب نظر آئے گا ان کامکان
نقشہ کش کرسی عرش بریں
صحن و سراپک خط بہکا رفیع
آئینہ فیض ہر یک سنگ فشت
بسکہ پسندان کے نہیں بند و بست
حکم ہو کر آئے کوئی لاکھ بار
جا کے بجان و دل الفت طراز
مخلص جاں باختہ معہ تمام
یعنی میاں و بہن علی نے جو آ
سُن کے میں مشتاق ہوا ہوں کمال
بوجہ سنی لطف و عنایات کی
باندھوں ہوں بندش یہی ٹھوں پھر
تو توڑ کے ابھی وہاں جا بیٹے
گرچہ یہ دانائی سے باہر ہو حرف
لیک ہو اس نکتہ میں مطلب تمام

دیکھیے ملک اس کو تو آداب سے
بائیں کو ہے شاہ جی کا اصطلح
منہ کو غرض سیدہ سے مت موڑ دے
کرتے چلے جائیو تو پوش پوش
میرے بتانے پہ نہیں منحصر
طعنہ وہ رفعت ہفت آسمان
صحن خلک جس کے سر کی زین
جس سے پیدا ہوں آنا فیض
جس سے کہ شہ زندہ قمر شہت
بارہ درہی میں ہی ہوں کی نشست
روکنے پاؤں سے نہ اس لیے چوہدر
کہیو پس از عرض سلام نیاز
آپ سے رکھتا ہوں ہمید تمام
آپ کے اوصاف کہے جا بجا
چشم میں تصویر ہی دل میں خیال
ایسی تمنا ہو ملاقات کی
سیر ہو کر بخش دے حق بال و پر
سید علی خاں کو دیکھ آئیے
اور میسے اس حرف سخن پر ہو حرف
شوق جو چھو تو اسی کا ہوام

سُن کے اسے اور نہ آیا خیال
کس لیے پھر شہر میں آتا نہیں
آپسے مت سمجھو کچھ دور ہوں
میں بہت آنے کو جا ہا کیا
جذبہ دل گرچہ کرے ہو کشش
گرچہ مدام آنے کو تیار ہوں
یہ تو مثل دیر میں معروف ہو
یہ جو لکھا میں نے ہو خدمت میں خط
دل میں درسا سوچنے کی بات ہو
نصف ملاقات تو یہ ہو چکی
نصف یہ اور نصف وہ کر کے ہم
تا کہ ملاقات بظاہر کی ہو
جس سے سدا جی کو نشانی ہے
بھیجے اپنے ہمیں اشعار بھی
جس کی وہ کیجئے گا رقم طبع زاد
مان سخن میرے معروف اب

شوق ملاقات ہو گر یہ کمال
پردہ فرقت کو اٹھاتا نہیں
گردش افلاک سے مجبور ہیں
کیجئے کیا ہر جو نہ چاہے خدا
آنے نہیں دیتی پر آب و خورش
کیا کروں تقدیر سے ناچار ہوں
یعنی یہ سب وقت پڑ قوت ہو
خط نہ سمجھیے گا کچھ اس کو فقط
کہتے ہیں خط نصف ملاقات ہو
بھیجئے اس کا جواب آپ بھی
ساری ملاقات اسے سمجھیں گے ہم
رسم کتابت یوں ہی پڑی رکھو
اس دل مضطر کو تسلی ہے
یعنی کہ مشتاق ہیں حدیاب بھی
جس سے کہ اپنا دل غمگین ہو شاد
فکر سخن کر کہیں موقوف اب

لکھ تو چکا مثنوی اب یک قلم
چھوڑ قلم کو گئی تھک قلم

عشق مجازی کی دلچسپ حکایت

میںو یک نگیں حکایت و ستاں
حق رسیدہ تھے کسو جا یک فقیر
پاسبان آمد و رفتِ نفس
وادی ذوقِ طلب کے رہنا
محرم آدابِ تمکین وجود
ہر دعا ان کی دعائے مستجاب
عارف حق کاشفِ اسرار فقر
آشنائے سیر و تکمین نظر
ساقیِ موحانہ جذب و سلوک
دیکھنے میں مشتِ خاکِ تر تمام
نفی خود سامانِ اثباتِ خدا
چشمِ ہر معروفِ سیرِ رنگ و بو
جا کے شاہِ عصر کیٹن ان کے پاس
یعنی ہوا ہمیشہ قدسی صفات
آپ کی ایک صرف ہمت سے سدا
غوب دیکھا دیدہ تحقیق سے
تختِ بختِ مال ملک جاہ و نام

یعنی ہر والدہ رشکِ بوستاں
تھے وہ مثل آئینہ روشن ضمیر
راز دانِ معنی اللہ و بس
دروندانِ محبت کی دوا
واقعہ اسرارِ تسکینِ شہود
ذات سے ان کی نمانا کامیاب
رونی ہنگامہ کلزارِ فقر
فقر و ریائے حقیقت کے گہر
جن کی خاکِ نقشِ پاتِجِ ملوک
پر ہزار آئینہ کا نخلے تھا کام
ہستی مطلق میں سترنا باقنا
گوشِ دل میں نغمہِ نیرنگ ہو
یوں لگا کر نے ادب سے التماس
مجمعِ فیضِ ازل حضرت کی ذات
عقدہ ہائے کار ہو جاتے ہیں و
دور ہوں سر منزلِ توفیق سے
ایک دو دم کا بھیڑا ہو تمام

ہیں یہ سب اسبابِ ویرانِ فنا دگی
 گر چہ ہیں مجبور پر کیا کیجیے
 تم چھڑاؤ مجھ کو یا اس سے خدا
 یہ سخن سنکے وہ بیرنگی کی بات
 جیتے جی مرنا اگر منظور ہو
 جادو راہِ خدا باریک ہو
 مردہ سال مرنے سے جفا فرمہ ہو
 آنکھ موند اور جلوہ حق دیکھ لے
 تو نہیں واقف یہ مجھ کو یاد ہو
 آپ سے خالی ہوا دہی بھبکے دیکھ
 جل کے مرجاتا نہیں جب تک پتنگ
 جب ہوا یا پھر نشان تیر کہاں
 کھینچتے ہیں ہجر کا ناعن عذاب
 مرگ کی لذت جو آگاہ ہو
 ہستی مطلق فنا کی سیر ہو
 تا نینری زندگی مشکل است
 کہہ چکے رمزیں یہ ساریں ہے جب
 اور ہو تقریرِ فرما نے لگے
 یوں لگے کہنے کہ سن ہو پاکباز

بے غلّ ہو دولتِ آزادگی
 کس بھروسہ پر تمنا کیجیے
 وہ بتاؤ سچے جس سے خدا
 بولے پھر اس رنگ سے ہر کا جواب
 تو خدا تیرے سے پھر کیا دورا ہو
 وہ رگ گون سے بھی نزدیک ہو
 زندگی ہی میں تو اپنی مُردہ ہو
 تو بہارِ فیضِ مطلق دیکھ لے
 یعنی آنحضرت کا یہ ارشاد ہو
 جلوہ سنگِ وحشت میں مر کر دیکھ
 شمع سے ملتا نہیں تب تک پتنگ
 پر تو خود رشید میں سایہ کہاں
 ہو جو یہ خانہ ہستی خراب
 عاقبتِ دوہی فنا فی اللہ ہو
 جلوہ اللہ لا کی سیر ہو
 اندر میں مرگِ دل منزل است
 دلنشین کرنے کو اُسکے ہنسکے جب
 پردہ میں بے پردہ سمجھانے لگے
 مجھ سے ایک افسانہ عشقِ مجاز

آشناے بحر عرفان و علوم
 کہہ گئے ہیں مثنوی میں یہ کلام
 اسے برادر قصہ خوں پہانہ است
 دانہ معنی میگرد و مرد عقیل
 اس لیے قصہ سنا تا ہوں تجھے
 لیک یہ قصہ عجب ہو طرفہ تر
 دھیان رکھ ہو اس میں تیرا موعا
 گر تجھے پہنچے گل معنی کی بو
 سُن مری تقریر کو تو غور سے
 ایک عورت تھی بہت جب جمال
 شمع و چالاک و نظریا زو حریف
 تھا جو لپکا عشق بازی کا اُسے
 اپنے اوپر آپغش کرتی تھی وہ
 ہر کسی کا طائر دل وہ شیریر
 کیا کہوں کیسی ستم ایجا و تھی
 گرچہ کرتی تھی دلوں کو صید آپ
 عشق بھی ہو ایک ہی صیاد سن
 بن گیا صیاد اس صیاد کا
 اس سخن سے بات یہ حاصل ہوئی
 کیا جواں ہرُس کو مفتوں کر دیا
 لگ گیا یہ اس کُل میں تیر عشق

چشمہ تحقیق مولانا سے روم
 سو مجھے ارشاد ہے جو ان کے کام
 معنی اندر وی میان دانہ است
 بنگر و پہانہ را کہ گشت نقل
 ورنہ قصہ کون ناحق مول لے
 گوش دل سے سُن کہ تا ہو بہرہ ور
 حق جو پوچھے تو ہو مرجانی کی جا
 عندلیب روح شادی مرگ ہو
 گوش رو ہی اپنے یہ اس طے سے
 شوہر اس کا تھا دلے حد بد خصال
 خاطر و آہستہ و طبع ظریف
 ذوق تھا عشق مجازی کا اُسے
 اپنے دکھلانے پہ حد مرقی تھی وہ
 دام زلف اپنے میں کرتی تھی اسیر
 مرغ دل کے حق میں بس صیاد تھی
 پردہ دام نفس میں تھی قید آپ
 اتفاقاً رفتہ رفتہ ایک دن
 دام میں اپنے اُسے بے بس کیا
 ایک جواں پر بینی وہ مال ہوئی
 عشق نے لیسے کو مجنوں کر دیا
 ہو گئی یکست وہ پنجر عشق

اس طلسم عشق سے بے ساختہ
چشم اس بن رشک آب جو کرے
وصل ہو دل میں تو اس سے شاد ہو
گر کرے شور و فغاں بلبل کی طرح
شور غم سے گاہ مثل آبشار
دریں الفت کا سن لینے لگی
جان سے بھی پیشتر جا کرے
بے تکلف آشنائی تہر ہو
اضطرابِ دل سے اپنے لاکھ با
وصل تو ہوتا تھا لیکن گاہ گاہ
لالہ ساں کم تھا زبیں رنگ فراغ
شرم رسوائی کا اور شور ہر کا غم
پاس نام تنگ دل بے صبر تھا
یار بن بے گل جو یوں رہنے لگی
کیا مزا اگر یار بن غم کھا پیے
ہجر کے جب ایسے دکھ پاوے کوئی
اس سے بہتر کو ہی بن آئے گر
پاس انفاس محبت شرط ہو
بعد اس کے ہجر سے ڈرنا نہیں
دل میں یہ ٹھہرا کے پھر وہ عیلہ گر
تھا اسے جو شک بغہم بد گماں

ہو گئی اس سرو قد پہ ساختہ
یاد قدمیں اس کے بس کو کو کرے
فصل ہو اس سے تو یہ بیداد ہو
کہہ کر سیاں بھار ڈالے گل کی طرح
منہ پہ چادر ڈھانپئے ناز ناز
بے تکلف اس پہ دم دینے لگی
وصل یار آنکھوں پہ چاہا کرے
آہ دم بھر کی جدائی تہر ہو
نکھر کرتی روز بہر وصل یار
اس لیے رہتی سدا حالت تباہ
تھا ہمیشہ اس کئے لہں ایک ناغ
یار کا غم کیا کہ سائے گھر کا غم
گھر کا رہنا ایک عذابِ قبر تھا
اپنے دل میں ایک دن کہنے لگی
اور اپنی جان کو ترسا پیے
زہر کھا کر کیوں نہ مر جائے کوئی
جس دم کار و زبانتو رد کر
عشق ہی ہاں اس میں محنت شرط ہو
یعنی ایک دن مر کے پھر مرنا نہیں
جس دم کرنے لگی آنکھوں پہر
جس دم کے وقت بھرا تھاں

آئینہ دکھ لیتی تھی پیشِ نظر
صاف تھی مشق اس کو ہر میل نہا
جس کو یوں پڑتا ہوا اپنے دم سے کام
دم بدم اس کو جو رہتا تھا خیال
ہوتے ہوتے اس سے دم کھینچے لگا
جنش ہر عضو کٹ جانے لگے
صاف دم یوں کھینچتی تھی ہر سر
نبض یوں رہتی تھی جھیل کیار
یہ لگی دم کھینچنے وہ نازیں
الغرض یک سست بہر میل یار
جس دم کی اس کو کثرت و رہتی
تب تو ایک نل کے اپنے پائے
یوں کہا اس جیلہ گر لے بھر کے آہ
یہ نہیں ممکن کہ دیم ہو وصال
ہجر سے تیرے زبں ہوتا ہو غم
یہیں تجھ سے کہہ لکھوں ہوں جو حبیب
مُدعا جب لوگ کفنا دیں مجھے
رات کو تو قبر میری کھول کر
پھر وہاں سے مجھ کو تولے جائیو
ہو جو مجھ کو انتظار و صل آہ
بیٹھنا مت جیسے اپنی سیر ہو

یعنی تکی تھی بہ آئین و دگر
آئینہ کو کچھ نہ تھا اس سے غبار
اس کو کیا مہنگا مہ عالم سے کام
جس دم میں اُس نے پہنچا یا کمال
ایک دم تنو قدم کھینچے لگا
آنکھ پتھر کر اُٹ جانے لگے
جیسے بے کشکے کھینچے تارِ حریر
ساز کا ہو جیسے بے مضرب تار
گر کوئی دیکھے تو جانے ہم نہیں
مشق جس دم کا باندھا اس تار
دم چرانے میں وہ بادی چور تھی
مہر سے خلاق سے اور پیار سے
سخت آفت ہی وصال گاہ گاہ
ہجر کا خاطر سے اُٹھ جائے خیال
اس لیے سیکھا ہی میں نے جس دم
جبکہ میں مرجاؤں یہ کر کر فریب
اور قبرستان میں فنا دیں مجھے
ہاتھ میرا کھینچ لیجئے بے خطر
پر کہیں یہ بات مت بتلایو
قبر میں بھی دکھتی ہوں تیری آہ
ویر مت کیجو مبادا ویر ہو

تانہ جانے تجھ کو بھرانہ پرٹے
 ایک بار اس طرح جو مر جاؤں میں
 پھر نہیں رہنے کا مطلب نصل ہے
 یار کو بتا چکی جب یہ فریب
 یک بیک بیمار وہ ایسی بنی
 زور مارا اس نے آہ سرد پر
 شوہر اس کا تھا زینِ سادہ دل
 جان اپنی مفت میں کھونے لگا
 اضطرابِ دل سے جاگروہ غریب
 کر کے پردہ پہلے اس بیمار کا
 پاس خاطر سے غرض آکر طبیب
 خوب جب اُفت ہوا احوال سے
 مت کرو کچھ فکر کچھ پروا نہیں
 ابتداء سے سُٹنے وہ نا انتہا
 لاؤ اب ایک مجھ کو اپنا ہاتھ دو
 سُن کے ہولی ہاں تجھے کچھ خیر ہو
 دل میں اپنے فرض یہ میں نے کیا
 عاقبت مرنا ہی مجھ کو ایک دن
 تو ہی کہہ یکے وز جو مر جاؤں میں
 بہتر اس جینے سے ہی مرنا مجھے
 گفتگو کی یہ جو اس مکار نے

مجھ کو مرنا تجھ کو کچھ پتا نا پرٹے
 تب ہمیشہ زندگانی پاؤں میں
 ہو گئی دیم خوش بہار و صل سے
 مال کئے تن پانچ دن وہ ناکیب
 بولا شوہر ہائے یہ کیسی بنی
 رنگ توڑا اس نے رُتے زرد پر
 ہو گیا اس غم سے وہ افتادہ دل
 یعنی اپنی جان کو رونے لگا
 منتِ اری سے لایا یک طبیب
 پھر طبیب اس نے لیا گھر میں ہا
 بیٹھے ہی یعنی پرے کے قریب
 تب لگا کہنے یہ استقلال سے
 یہ مرض ایسا ہی ہو ویسا نہیں
 دن مرض کا بوجھنے اس سے لگا
 تا حقیقت نبض سے معلوم ہو
 ہاتھ اپنا کیونکہ دوں تو خیر ہو
 آج تو نے مجھ کو اچھا کر دیا
 ہاتھ اپنا دے کے تجھ کو ایک دن
 پھر وہاں کس سے منہ دکھلاؤں میں
 دخل کیا جو نبض کھلاؤں تجھے
 رو دیا بس شوہر بے چارے

ہو گیا دل میں نخلِ نباض بھی
خیر اُس نے عذر کر اس بات کا
دُعا ہونے لگا اُس کا علاج
تھامض کچھ اور ہی تدبیر اور
دیکھ اس نے درد کی حالت تباہ
جس کو اپنی زندگی ہو دوسر
اس کو اپنے مکر کا آزار تھا
گاہ کہتی میرے سر میں درد ہی
گاہ کہتی میرا پتلا حال ہی
ہو مجھے وجہ مفاسل سے گزند
حبِ بنم دیں تو لیتی دل سوس
قید میں سوچنا اسے آزار نے
شدتِ صغرا ہوئی لیمو سے تیز
قیدِ ہستی میں زبِ مجوس تھی
احتراقِ خلط کرتا لا جو درد
پھر مزا یہ ہو کہ گہہ لیکے مزا
گاہ یوں کہتی کہ یا رب العظیم
ان دواؤں کی وہ تاثیریں کہاں
کب مرض ان کو مرا معلوم ہو
تو کوئی قانون کا دیکھا ہو باب

یعنی ایسی بات میں نے کیوں کہی
سر سری ہلکا سا نسخہ لکھ دیا
پر نہ آیا کچھ افاقہ پر مزاج
جو دوا دی اُس نے کی تاثیر اور
وہاں میسا کا بھی دم رکنا تھا آہ
شر بہت صندل کرے وہاں کیا اثر
کب واکا فائدہ درکار تھا
ہوک ہو دل میں جگر میں درد ہو
دست پر دست آتے ہیں سہال ہو
کاٹ ڈالو کوئی میرے بند بند
یعنی میں ہوں آپ پائے پر کی اوس
سُندہ ڈالا شربتِ دینار نے
خفگی فمِ مشیرہ کا ہو سے تیز
اس کو وہ بند گراں کا بوس تھی
پہٹ میں گلقد سے ہوتا تھا درد
پھینک دیتی تھی زبیں پر وہ دوا
کرتے ہیں کیا اس نے ملنے کے حکیم
اور اطلبای وہ تدبیر یہ کہاں
یہ دوا ہو تو شفا معلوم ہو
ذی پڑھی ہو اور حکمت کی کتاب

فی سیدی فی نفیسی فی شفا
 علم کی سنجیدگی کچھ اور ہو
 قسبہ بھی ربط اوزان و و
 اتفاقاً جس کی ہونہیں سلیم
 نبض دور سی ہوا گر بیمار کی
 نام کی بھی کچھ رعایت ہو ضرور
 ہو کتابوں سے پے ان کا علاج
 العرض ایسی ہی ایسی گفت گو
 کچھ نہ پیتی تھی نہ کھاتی تھی سدا
 سب اطبا ایک قلم حیران کار
 پاتے ہیں اشیا کو بے تاثیر ہم
 درد سے کچھ ہو عیاں کچھ اور ہو
 اس کے شوہر سے کہا آخر کہ یار
 ہم تھکے اس کو خدا پر چھوڑ دے
 دخل مت اب پیسے سمجھنے کو دے
 شوہر اس کا سادگی سے بے قرار
 گہ دوا سے اور گاہے قال سے
 درد کی اپنے دوا پوچھا کرے
 دن بدن ہوتی تھی بیماری زیادہ
 یعنی جبے مال سے لایا جو ع
 طالع سایل پہ پہلے غور کی

ہو علاج ان کا کتابوں سے جما
 ان کو ایک میزان طب تکمیل ہو
 سیر میں دھوکار ہے دس سیر کا
 جانتے ہیں اس کی حالت ہو قلم
 شہریوں کرنے لگیں آزار کی
 چاہیے اس خستہ خاطر کو بخور
 جس کو مرنا ہو کرے ان کا علاج
 کرتی رہتی وہ مریض حیلہ جو
 مدعا باتیں بنانی تھی سدا
 یعنی یہ کس درد سے ہو بے قرار
 کیا کریں اس درد کی تدبیر ہم
 کیا کریں تدبیر یہاں کچھ اور ہو
 پھر نہ اس کے واسطے یوں بے قرار
 اب دوا مت کر غذا پر چھوڑ دے
 یعنی جو مانگے اسے کھانے کو دے
 ہر کسو کے پاس دوا زار زار
 گہہ اطبا سے گئے رمال سے
 جا کے مطالب جا بجا پوچھا کرے
 تھا پر اس کو حسن ظن سے اعتقاد
 دیکھے اس نے پھر کئی طالع جمع
 پہلے گھر میں صورت لگیں تھی

پھر چھٹے گھر کو جو دیکھا غور کر
خانہ ہفتم میں تھا عقلہ کا گھر
جو تھے گھر میں تھا جماعت کا جوم
زائچہ کو دیکھ اور قرعہ کی چال
کہیے اگر سب گفتگو رمال کی
یعنی یہاں پہلے ہی لاپس ہو
طالع بیمار میں غواہی نہیں
اور پھر تیس پر خطر موجود ہو
آٹھویں گھر ہو بقول استاد
یوں ہوا اندیشہ دل کو فتوح
ہو جماعت چوتھے گھر میں جلوہ سنا
دیکھ کر رمال بے اوسان تھا
اس سے یوں کہنے لگا کیا قہر ہو
عمر سائل حسرتِ غم میں کٹے
ہو مریض غم یہ طالع کی مدد
بچھ کے وہ شمع نظر روشن کرے
جس طرح سے خضر لایا رمخاں
شوہر اس کا جب بے خانہ آئے
جب کہی اس جیلہ گر سے سرسہر
سُن کے سب باتیں بجانِ ناغیب
علم ظنی ہو تجھے کچھ خیر ہو

ایک بیک شکل فتح آئی نظر
خانہ ہشتم میں حمزہ جلوہ گر
عمر کہتے ہیں جسے اہل نجوم
حد ہوا رمال حیران خیال
کہئے ایک بحرِ دل میں شہوی
طالع سائل غضبِ منحوس ہو
جو جنونِ عشق بیماری نہیں
شور و ماتم کی خبر موجود ہو
شکل حمزہ نقطہ بادِ مراد
خانہ تن سے نہ نکلتے اس کی روح
یعنی دے ہو فردہ عمر دراز
قرعہ ساں صد شپم سے حیران تھا
زائچہ سائل کے حق میں قہر ہو
دنِ الم اور راتِ ماتم میں کٹے
بعدِ آفت اُس کو ہو پیشِ ابد
نکلتے تاریکی سے گھر روشن کرے
پر وہ ظلمت سے عمر جاواں
گاہ ہمشیار آئے گاہ دیوانہ آئے
زائچہ کی اور طالع کی خبر
یوں کہی اس سے بتقریبِ فریب
سُن تو ناداں کیا تفساے بیرو

مر کے پھر جینے کی کین کو آس ہو
 مرگ ہو سارے زمانے کے لیے
 رات ہو ہنگامہ شورِ نشور
 پھر مسلمانوں کو ازراہِ یقین
 الغرض ہنگامہ آزاری میں تھی
 اس کو یہ کچھ عشوہ پیرائی رہے
 تھا غرض اس خستہ خاطر مردِ دم
 دن کو ڈالے سر پہ وٹنٹ دی کی ٹال
 دن کو غوغا و سرگشتگی کا باب تھا
 گاہ دیکھتے سنت میں ہزن کی صوم
 گاہ یوں دیکھے کہ ہو میلن جنگ
 ہاتھ سے میرے یکایک ناگہاں
 جو کہ دیکھے یار کے لگے کہے
 تار باندھا گر یہ ہائے زار کا
 یوں کہے اس کے سر ہانے بیٹھ کر
 گاہ روئے گاہ کچھ بکتا رہے
 گاہ روئے اور رو کر یوں کہے
 ایک دن صبح بہ جانِ در و مند
 اس مریض غم سے یوں تقریر کی
 رات دل میرا بہت بیتاب تھا
 دل میں تھا درد اور بے نال تھا

زندگی یعنی دو عالم یاس ہو
 کوئی کیا جاتا ہو آنے کے لیے
 بعد از اہل قبر ہوتا ہو ضرور
 ہو اُمید فادِ خلواہا خالہ دین
 وہ قصا کی کار فرمائی میں تھی
 اور شوہر اس کا سودا ہی ہے
 دن کا کھانا رات کا سونا حرام
 رات کو دیکھے وہ خواب ہو لٹاک
 شب خیال آوارہ صد خواب تھا
 گاہ دیکھے گھر میں عروں کا ہجوم
 ایک پر کرتا ہوں حملہ بید رنگ
 جا پڑی ہو ٹوٹ کے تلوار و پاں
 در و دل بیمار کے آگے کہے
 شمع بالیس تھا یہ اس بیمار کا
 جیسے بکتے ہیں دیوانے بیٹھ کر
 گاہ اس کے منہ ہی کو نکلتا رہے
 کاش میں مچاؤں تو جیتی ہے
 آسرا نے اس کے بیٹھا مستند
 یعنی نیرنگی سے اب تقدیر کی
 موجزن آنکھوں سے خونِ ناب تھا
 آہ بھی تھی لیکن اکثر نالہ تھا

الارض ایسے ہی بیچ و تاب میں
یعنی محرم اور نہایت خوش اساس
ہو نہایت تحفہ رنگ و خوب چیز
جبکہ ایسا خوب پایا ہو اسے
یعنی ایک چھوٹا سا چٹہ کھو دکر
خاک کو پھر خاک سے کیسا کیا
خاک میں تختی کو گویا کاڑ کر
اس میں یک پیدا ہوا ہو اور شخص
بے تکلف دست و پاں کو سنبھال
اپنا نفس مدعا کہنے لگا
ظلم نافع یک قلم کرنے لگا
کثرت تحریر حرف و خط سے آہ
اپنی آنکھوں سے جو دیکھا ہو ستم
اس میں تھا جو آہ آنکھیں کھل گئیں
خواب کی تو اس طرح تقریر ہو
خوب دیکھا سب فیقوں کا لکھا
وہ مرین عشق سن کر خواب کے
اشک کو آنکھوں میں لا کر پی گئی
پھر گئی کہنے کہ اے حیران کار
آپ ہی انصاف کر لو اے خزیں
ڈال آئے قبر میں جا کر مجھے

بات کو کیا دیکھتا ہوں خواب میں
ایک لڑکھو کی ہو تختی میرے پاس
ہو زیادہ جان سے کچھ کو عزیز
خاک میں میں نے چھپا یا ہو اسے
خاک میں دایا ہو اس کو سرسبز
اس کو مشیتِ ناک میں پہنا کیا
اٹھ چلا ہوں جو ہیں امن بھاڑ کر
کچھ عجب ہی طور کا بد طور شخص
خاک میں سے وہ دبی تختی نکال
تھا جو قسمت کا لکھا کہنے لگا
مشق تحریر ستم کرنے لگا
ہو گئی یکنے ست وہ تختی سیاہ
جس کو سن کر کانٹ بھٹیں لوح و قلم
خواب سے ناگاہ آنکھیں کھل گئیں
پر میں حیران ہوں کہ کیا تعبیر ہو
دیکھئے جو کچھ نصیبوں کا لکھا
کچھ بڑھا کر اپنے بیچ و تاب کو
ایک دو آنسو دکھا کر پی گئی
خلق کو کب ہو خدا پر اعتماد
یعنی جب کیسا رہے آنکھیں مندی گئیں
کیا چلائے گا کوئی اگر مجھے

ہو وہ تختی کا چھپانا خاک میں
اور اُس تختی کے اوپر مشق خط
ہو عبارتِ سختی احوال سے
یعنی دوزخ کے فرشتے آئیں گے
جب بیان دہ کر چکی تعبیرِ خواب
ایک زردل سے بولی بھر کے آہ
یعنی اک صحرائے وحشت گاہ ہو
گشت کرتی تھی میرے ہمراہ تو
بس کہ مجھ کو بے قراری زور ہو
میں غریب را ایک سنا باغ میں ہیں
جب پایا چارہ در و قضا
شہر میں آئے ہی دیکھا ایک محل
آستان عالی رو دیوار صاف
چوم کروہ آستان بارگاہ
کھل رہے ہیں غنچہ ہائے گل کہیں
بلبل قمری ملا کے ساز کو
بس کہ لہریز خوشی وہ بلغ ہو
ہو عمارت کی نہ کیونکر آب تاب
بلغ دلچسپ و زمین پاک ہو
ایسے ایسے حوض لانا فی بھرے
دیکھ یا قوت و زمرہ کے محل

معا میرا دہانا خاک میں
ایک قلم ہنگامہ حرف و نقطہ
اور سزائے زشتی اعمال سے
دیکھئے کیا کیا مجھے دکھلائیں گے
دایہ مکار اتنے میں شتاب
مات دیکھا میں نے بھی وزر سیاہ
اور اس میدان میں ایک ماہ ہو
اک کنی میں گر پڑی ناگاہ تو
میں نے لڑنے کا اٹھایا شور ہو
خو کوئی فریاد نہ فی داورس
کچھ نہ سوچا گھر کے آنے کے سوا
ریختی میں جیسے سودا کی غزل
مہر سے پاک غیرت گلزار صاف
گھر کے اندر جا کے کیا دیکھا کہ واہ
کھل رہے ہیں طرہ سنبل کہیں
پھونکتے ہیں شعلہ آواز کو
وہاں کا ہر لکیر لہ بھی بے دریغ ہو
وہاں لگا ہو آب گوہر چلے تب
سودہ گوہر وہاں کی خاک ہو
جن کے آگے موج گل بانی بھرے
دیکھنے والا کہے کیا ہو محل

صاف جوں آنہ ہو دیوار و در
وہ گلستاں وہ چینِ جنت کہیں
اس گلستاں میں بعز و احترام
دور کر تیری ملا گردان ہو
اڑ گئے ہیں ہوش میرے کہاں
وہ شبستاں ہو نہ وہ کاشانہ ہو
یہ نہ وہ در نہ وہ دیوار ہو
تو کنوئیں میں گر گئی تھی کیا ہوا
ہم تو تھے ملنے سے تیرے نا امید
ایسا نقشہ آج تک دیکھا نہیں
گھر یہ کس کا ہو یکس کا باغ ہو
یعنی جس دم میں نے کی یہ گفتگو
ایک دم تو بیٹھ اکل جائے گا
ہو یہ صاحب خانہ کے آنیکا وقت
اس میں خواب لوہہ مرگاں اہوئی
ہاں کا سب احوال پہنا رہ گیا
راز صاحب خانہ جو پایا نہیں
بس کہ نامعلوم یہ اسرار ہو
یعنی کیا معلوم ہو کیا طور تھا
یہ ہیں یا ہو اور کچھ دیکھا نہیں
خیر بندہ تابعِ تقدیر ہو

ہو یہ عکسِ سبزہ و گل جلوہ گر
کیا کہوں اللہ کی قدرت کہوں
تجھ کو دیکھا میں نے مصروفِ خرام
تجھ سے پوچھا میں نے بے اوسان ہو
اس میں صدقے جان میری تو کہاں
نہ وہ ایواں نہ وہ صحن خانہ ہو
یہ تو جنت کا سا کچھ آثار ہو
کس طرح سے یہاں تیرا آنا ہوا
مر گئی کی زندگی کی کیا اُمید
خواب ہو یا وہم کیا ہو کیا نہیں
کون ہو وہ ایسا جس کا باغ ہو
سُن کے مجھ سے منہ کیوں کرتی ہو تو
تجھ سے یہ احوال سب کھل جائے گا
روئی کا شانہ کے آنے کا وقت
کاوشِ غم دل میں یک پیدا ہوئی
دل گرفتہ دیدہ حیراں ہو گیا
اب تک دل آپ میں آیا نہیں
چشمِ حیراں روزِ دیوار ہو
نہ یہی تھی اور نہ کوئی اور تھا
اب تلکے پر یہ عقدہ وا نہیں
پر بہر حال اس کی یہ تعبیر ہو

یعنی دُنیا سے گزرنا ہی مجھے
 بعد مرنے کے ہو اُمید بہشت
 تیرے دشمن مجنہ ہوں اور دلفروز
 جی کے کیا منہ تجھ کو پھر کھلائینگے
 الغرض وہ حیلہ پرواز فسوں
 بے قدری کرتی اور دم توڑتی
 اتفاقاً ایک تھا سنگل کا روز
 ناگہاں وہ حیلہ گر یکبارگی
 گاہ روتی تھی بجانِ غم گزین
 مو پریشاں بخور و دیوانہ وار
 آپ میں آئی جو بعد از ویر کے
 دایہ سے بولی کہ اٹھ جلدی سے تو
 سب ہوئے حیران یہ کیا بھیہو
 سب نے حیراں ہو کے اُس سے یوں کہا
 سچ بتا آخر کہ کیا اسرار تھا
 سن کے سب کی گفتگو وہ رو سیاہ
 مت کہو کچھ گفت گو کے واسطے
 الغرض پانی وضو کو لا دیا
 کرو وضو پڑھ کر دو گانا نقل کا
 اپنا عرض مدعا کرنے لگی
 بند کر آ نکھیں بتقریب نیاز

بے تکلف یہ کہ مرنا ہی تھے
 ہاتھ آدے عیش و بہشت
 ہم ہماری زندگی بھی چند روز
 جلد تیرے پاس ہم بھی آئیں گے
 بھیونکتی ہر خط یک تازہ فصول
 رنگ اپنے پونچے پہ پہیم تو رُتی
 خور نہ آیا تھا بلندی پر ہنوز
 روی اپنی عرض کر بیچارگی
 کا کہتی تھی نہیں ہرگز نہیں
 ڈر کے تڑپی اور روتی لالہ ناز
 دیکھ کر ہر ایک کو آنکھیں پھیر کے
 گرم پانی لایو بہر وضو
 شاید اس کی زیست کی امید ہو
 ہاں بیان کر اس نہیں کا مدعا
 کیسا تھا اقرار کیا اسرار تھا
 ایک دہل سے بولی بھگے آہ
 پہلے پانی وضو کے واسطے
 ایک نے اٹھ کر وضو کر دیا
 رو بقبلہ بیٹھ کر اور ہاتھ اٹھا
 مدعاے دل ادا کرنے لگی
 کچھ کھا کی حق سے اپنے دل کے راز

بعد ایک دودم کئے دھٹی نگاہ
 اب تو دم لینے کی غصت بیچے
 سب کے مطلبوں سے تیرے من ل
 یہ فسون تازہ پڑھکے وہ شہریر
 بنجودی میں یہ قبیل قال تھا
 کیا کہوں مستی عجب ہنگامہ تھا
 آیا تھا اس خط کے دینے کے لیے
 کیا قیامت خوف عزرائیل تھا
 چاہتا تھا جان لے تعجیل سے
 یعنی ہنگام حساب روز فوت
 پنجشنبہ تک کی مہلت سے مجھے
 واسطے دودن کے یوں بے اختیار
 دیکھ کر اس طرح کہ رم التجا
 اسی شکرا ر حلقہ دام قضا
 کس کو مہلت ایک ساعت کی
 ہم کو کیا اس مدعا سے مدعا
 سو وہ میں نے پڑھکے دیکھتے تاز
 ہو گئی وہ منت زاری قبول
 یعنی فرصت پائی عزرائیل سے
 ساری تدبیر تجھاری پہنچ ہو
 بعد یک دودم کے پھر وہ جلد گر

دیکھ کر دائیں طرف بولی کہ واہ
 سن لیا دودن کی مہلت بیچے
 کیوں نہ مجھ عاجز کی اری قبول
 سب یوں بولی بغیر دل پذیر
 پوچھتے ہو کیا عجب احوال تھا
 مرگ کا آیا ناز شستا مہ تھا
 یک فرشتہ جان لینے کے لیے
 نا لہ میرا صور اسرافیل تھا
 تھا میرا انکار عزرائیل سے
 پنجشنبہ کی بہت اچھی ہر موت
 آج کل دودن کی فرصت دیکھو
 اس قدر تھا مجھ کو عجز و انکسار
 قابض ارواح نے مجھ سے کہا
 ہم بھی ہیں محکوم احکام قضا
 جان کیا پاتے کہ فرصت دیکھیں
 عرض کر اپنے خدا سے مدعا
 حق سے کی تھی عرض باعجز و نیاز
 ہر خدا کے ہاں یہ چاری قبول
 باز آیا اپنی وہ تعجیل سے
 پنجشنبہ کو ہمارا کوچ ہو
 یوں لگی شوہر سے کہنے آہ بھر

ہو گیا معلوم سب کچھ ٹھیک اب
 آپ جیسا مت سمجھنا داں مجھے
 آدمی دور روز کا ہمان ہے
 بعد چندے ہوئے کا دل شاد تو
 بس کہ مر جانے کا ماتم ہو نیگا
 خیر اب تدبیر سے کیا فائدہ
 یہ وصیت ہے کچھ اس دم میری
 دایہ مشفق ہی تنہا اپنے ہاتھ
 غیر عورت سے مجھے تو ای حزیں
 کیونکہ عصمت میں کٹی ہو زندگی
 میری عصمت کی طرف تک جاؤ
 زندگی میں تو رہی با آب و
 اس طرح دنیا سے باایاں بھٹوں
 موت یوں آسان ہو مجھ پر یہاں
 یہ وصیت جب وہ شدید اگر چلی
 وہ بچا را سادہ دل دے لگا
 دوسرے دن بھی یہی عالم رہا
 الغرض دے درمیان ان دن کی رات
 آپ پڑھ کر سو رہے سین وہ
 شوہر بیدم کو اپنے دے کے دم
 بے اہل یہ دم چرا کر مر گئی

وقت آپہنچا میرا نزدیک اب
 کوئی دم کا جان لے مہاں مجھے
 ہائے سچ ہو جان اپنی جان ہو
 پھر کرے گا اپنا گھر آباد تو
 داں بھی تیرا ہی مجھے غم ہوئے گا
 دشمنی تقدیر سے کیا فائدہ
 جان نکلے جسم سے جس دم مری
 مجھ کو نہلاوے میری بعد از نکلت
 غسل مت زہار دلوں اکہیں
 موت میں ہوگی نہ حد شرمندگی
 دیکھو یہ داغ مت لگو ایو
 اب یہی ہر حق سے میری رزق
 سببوں گریاں اور خندیں اٹھوں
 جیسے کرتا ہو کوئی نقل مکان
 حشر اک شوہر پر برپا کر چکی
 شمع آسا متصل رونے لگا
 وہ ہی رونا اور وہ ہی ماتم رہا
 صبح ہوتے ہوتے رکھ چھاتی پہ ہاتھ
 بعد لیکر چکیاں ویتن وہ
 مر گئی جیلہ سے کر کے جس دم
 مرگ جی میں شرم سے مر مر گئی

آپ کو کیا اس نے خود بے جاں کیا
 ہو گئی جب اس طرح وہ حلیہ گر
 یک بیک یہ سو گئے میسے نصیب
 لاش پر اس کی وہ دھاڑیں مارا
 شوہر اس کا دیکھ کر رونے لگا
 اہل ماتم کا زبس غوغا ہوا
 گھر میں ماتم کا یہاں نہایت تھا
 کہہ دیا تھا بس کہ اس جاں باز نے
 ڈال کر تختے پہ اس کی نعش کو
 آپ اپنے ہاتھ سے نہلا دھلا
 پا چکی اس کام سے جب فراغ
 اس کے شوہر سے لگی وہ کہنے تب
 گھر میں مرنے کو بہت کھتے نہیں
 ہاتھ مت اپنے دل جاں سے اکٹھا
 جو کہ ہونا تھا ہوا آرام کر
 عاقبت ہر خستہ با صد تلاش
 سینہ و سرنگ سے کوباں چلا
 وہ جو عزرائیل کا مذکور تھا
 وہ نہیں کی اس کی جو نگرار تھی
 وہ حکایت اور وہ ساری جد و جد
 اک اچھا سا ہوا تھا شہر میں

خانہ ویراں نے وہ گھویراں کیا
 روکے بولا شوہر اس کا آہ بھر
 ہائے یوں مر جائے تجھ جیسا حبیب
 رورہا تھا اس رومے بے ہمتا
 ایک ہ کیا گھر کا گھر ورنے لگا
 ایک قیامت کا سا غل بچا ہوا
 سایہ دیوار سبکی پوش تھا
 بے تکلف دایہ ہمارا نے
 سب مخفی کر کے ایک گشت میں ہو
 اور جلدی اس کو بس کفنا دیا
 حلقہ ماتم میں آکر بد و ماغ
 جی اٹھے گی کیا تیرے رونے سے اب
 پیٹ مت جلدی اٹھا اٹھ کہیں
 خانہ آباد اس کو اب یہاں سے اٹھا
 اس کو رو بیٹھا اٹھا اپنا کام کر
 لاکے ایک صندوق رکھ اس کی نعش
 خستہ خاطر سوئے قبرستاں چلا
 سو وہ سارے شہر میں مشہور تھا
 شہر ہر کو چہ و بازار تھی
 ایک خلقت کے ہوتی تھی گوش و
 اب بھی ایسی عورتیں ہیں ہر میں

جن کو یوں ہوتی ہی مرنے کی خبر
وقت مرنے کا بتایا دیکھیے
بند و بست وقتِ وفات ہو
مدعا سب شہر کے خورو کلاں
کیا جواں کیا پیسائے خاصِ عالم
تھا عقیدت سے بصد جوشِ فہموش
اس کو صاحبِ کشفِ عرت جان کر
کوئی کہتا تھا یہ عورت مرواؤ
کوئی کہتا تھا یہ نسبت اودھو
بس کہ تھا اس کے جنازہ پر ہجوم
مرگئی تھی گرچہ وہ نامہ سیاہ
اپنے مرنے پر رموی جاتی تھی وہ
چشمِ بدستِ شرابِ انتظار
خلق میں اس طرح پائی آبرو
بے تحلف خلق میں عزت کمال
اور پھران سب لیلیوں کے سوا
خلق میں عصمت کا جوئے ہشتار
کیا وہ سوئی تھی کجا کا بخت تھا
بس کہ مہلتِ زور و فرقت تھا اُسے
وہ جو پہنایا تھا دایانے کفن
اس پہ وہ کافور جو چھڑکا تھا آہ

اپنے دنیا سے گزرنے کی خبر
اس جواں مروی سے جانا دیکھیے
عارفوں کو اختیارِ موت ہو
ایک قلمِ انگشتِ جبرِ رواں
جمع تھے اس کے جنازہ پر تمام
ایک جہاں پر واہِ شمعِ خموش
آتے تھے اپنی سعادت جان کر
یہاں تو مردوں کی بھی بہت گرد ہو
اس کا مرنا فی الحقیقت اور ہو
ہو گئی تھی اس قدر خلقت کی حرم
تھی پر ایک عالم کے کلمہ کی گواہ
جامہ سے باہر ہوئی جاتی تھی وہ
دل سراپا عمو شوقِ وصل یار
یار کے ملنے کی دل میں رزو
دل میں ایک ہنگامہ ذوقِ چال
اس طرح خلقت میں بندہ جانی ہوا
ہوا را و تمند اہل روزگار
تختِ صندوق اس کو تخت تھا
غسلِ میتِ غسلِ صحت تھا اُسے
اس کے حق میں تھا عروسِ پیراہن
اس لیے اس کو وہ خوش تھی و سیاہ

واسطے اس کے دوائے وصل تھی
 یہاں تلک ہو چو وہ عفاں پناہ
 رنگ چہرے کا بدل جانے لگا
 اس تغیر میں چشم اشک یز
 یوں لگے کہنے کہ اے بے اعتبار
 دیکھ بس درجہ فنا فی اللہ کا
 چاہتے تھے آگے کہویں اور بات
 مار کر یک نعرہ اے اللہ کا
 رقص سر کرنے لگے سہل کی طرح
 جس طرح مجھ سے اڑتا ہو سپند
 گاہ دل سے کھینچتے تھے ایک ہو
 مثل طائر گاہ وہ کرتے تھے طیر
 گاہ لب پر نعرہ اللہ ہو
 غنچہ ماں سرو گریباں گاہ تھے
 گاہ بہانے چشم سے دریائے اشک
 وجد سے پایا جو رنگِ احتراز
 قطرۂ غول بس کہ طوفانِ عشق تھا
 فنی اور اثبات کو وہ شاہِ دین
 لا الہ منہ سے کہتے تھے جہاں
 جب نکالتے ضربِ اِلَّا اللہ کی
 جسم ان کا تھا یہ کچھ روحِ لطیف

یعنی اس میں بے صبح وصل تھی
 اور عالم پر پڑی ان کی نگاہ
 یک تغیر دم بدم آنے لگا
 ہو محروم دیکھ کر نہ کو پہمیز
 مکر کے جب مرگ کا ہو یہ وقار
 مرتبہ کیا ہو بقا باللہ کا
 آن ٹوٹی اس میں اُن پر واردات
 ہاتھ میں لے ہاتھ اٹھے شاہ کا
 آئے مینابی میں اپنے دل کی طرح
 وجد میں تڑپا اُنھوں کا بند بند
 جس سے آتی تھی کبابِ دل کی
 لامکاں کی گاہ وہ کرتے تھے سیر
 گاہ یہ کہتے کہ ہو موجود تو
 شاخ گل کی طرح لرزاں گاہ تھے
 پارہ ہائے دل نکلتے جائے اشک
 وائے دل نے پرو بال گزار
 دل کے بہ جانے کا کس ہوش تھا
 کر دکھاتے تھے وہاں عینِ یقیں
 نیست ہو جاتا تھا بس را جہاں
 قدرت آتی تھی نظر اللہ کی
 جس کے آگے تھی لطافتِ کبھی کبھی

صاف یوں دیوار سے جاتے گزر
 ضرب پران کے یہ پڑتا تھا قدم
 جب کلاہ سر کو اپنی آن کر
 شہ کا تخت تاج سے دل بندھتا
 ملک ہلا دیتے جدھر و مال کو
 جوش الفت سے بتقریب بیاں
 جاں فدا پیش کردن از کم خدنی است
 زندگانی میکشم از جان او
 شعر پڑھتے ہوں مخاطب جن ف
 گفتگو مست اور یہ شعار مست
 بس کہ ہر ذرے کا دل بیتاب تھا
 مست یں چھائی تھی ان کی دل کی گ
 آ زمین و آسمان سرشار تھا
 ایک عالم تھا ہجوم شوق کا
 جس کسی جان کی بڑنی تھی نگا
 جس کو لے لیتے تھے وہ آغوش میں
 کوئی قربان ان کے ہوتا بار بار
 چاک کر کوئی گریباں سرسہر
 کتنوں نے اُس جہکی تکرار سے
 کتنے ہی دل کی طیش کو گھیر کر
 یہ ہجوم خلق سے تھا ان کا رنگ

پار جوں عینک کے ہو نور نظر
 جس سے دل بستا تھا سب کا مبم
 چرخ دیتے تھے وہ رکھا گشت پر
 پتہ شاہی جس کے آگے گرد تھا
 اور کوڑا ہوتا اہل قال کو
 ایک ویہ شعر تھے ورد زباں
 جاں ندادن بہر او دوں مہتی است
 صد ہزاراں جان ما قربان او
 صاف ہو جاتی ادھر کی صف کی صف
 ہو گئے وہاں کے رو دیوار ست
 انجن ایک معدن سیلاب تھا
 جوں لگے باروت کی تہل میں گ
 ایک ساغر سے جہاں سرشار تھا
 جس کو دیکھو تھا وہ پتلا ذوق کا
 جان سے تن خالی کرے تھا ہر گے
 وہ نہ رہتا تھا پھر اپنے ہوش میں
 کوئی گرتا پاؤں بر بے اختیار
 ان کے دامن سے لگے تھا ان کر
 پھوٹو ڈالے اپنے سر دیوار سے
 مر گئے خنجر گلے پر پھیر کر
 شمع پرا کر گریں جیسے پتنگ

او خصوصاً وہ شہر عقبے پرست
 چاک ان تگکیاں چاک تھا
 بے تکلف سینہ و دل شاہ کا
 عشق عقی بسکہ اس کے دل کو لاگ
 گم کئے حیرت سے اندازہ خروش
 تھی وہ عرقِ بحرِ ساحل پر تھا
 بس کہ تھا جاندا وہ شوق طلب
 بعد چند سے جب نئی حالت و
 اشاک کم و بیش تک طاری رہا
 آنکھ میں تھا اس نئے کایوں تار
 روح پھر کرنے لگی سیر و جود
 از پیئے سیر مقاماتِ ظہور
 اختتام قصہ وہ غفاں پناہ
 کیا بڑھا کر اب کہولِ غم کی بات
 الغرض اس شان اور شوکت کے ساتھ
 وہاں پہنچ کر وہ حریفِ جان گزرا
 قہر میں ناچار اس کو گاڑھ کر
 گور میں جس دم گئی وہ زشت رو
 خاکِ پناہ سے بدلے زمین
 مکر سے مُردہ تھی از بس وہ شہر پر
 مرگ اس کو دیکھ کر مرنے لگی

نشہ تو فین سے بیٹھا تھا مست
 دل گداز و دیدہ حیران تھا
 تھا نشانِ اس کی تیر آہ کا
 خشک ہیزم میں لگی تھی ایک لگ
 خشک لب بیٹھا تھا دریا خوش
 جو قدم رکھتی وہ اس کے دل پہ تھا
 تھا ہجومِ شوق سے حد جان ب
 شاہ اور درویش بیٹھے جمع ہو
 ایک عالمِ منعت کا خارجی
 خواب خوش کا جیسے ہوتا ہوا
 چشم نے دی و نئی برہم شہود
 جب ہوا محسوسِ مرآتِ شہود
 یوں لگے کہنے کہ سن ایو باد شاہ
 مختصر ہو خوب ہو ماتم کی بات
 ہر قدم رونا ہوا حسرت کے ساتھ
 پڑھ کے مُردے کے جنازہ کی نماز
 گھر کو اٹھ آیا اگر کیاں بھاڑ
 گور کھتی تھی اسے درگور تو
 آپ بھاگے تھی پرے اس سے زمین
 ہٹ گئے اس شرم سے منکرِ نکیر
 گور بھی پہلو ہتی کرنے لگی

آگئی اس میں شب خانہ خراب
 مکر سے تیک کے ماتم اس کا آہ
 ماہ اپنا داغ دکھلا بنے لگا
 کر پریشاں مو سے سر شمع مزا
 گرچہ رونے کا اٹھا اک شور تھا
 کیا بتاؤں اختر گردوں کا بھید
 اس طرح سب نے کیا اس کا جو بگ
 ایک ہی فتنہ جو بیدار تھا
 منتظر ایسی اندھیری ات میں
 دم نکل جانے کا کھٹکا کم نہ تھا
 دیکھ کر ہنگامہ طغیان خواب
 دل میں تحسین کے اس کے صبر کو
 کھینچ کر بے اختیار آغوش میں
 شکریہ کہنے لگا احوالِ خو برو
 اس طرح ملنے کی کب امید تھی
 تیرے دشمن مر گئے اور ہم چپے
 تیرے دم سے عیش پیا ہی نام
 بے تکلف خاک سے اس کو نکال
 دوستی کا اس کی دم بھر تار ہا
 اس نے تارا جیکہ یوں اپنے کو آپ
 یار کی خاطر وہ مکر ایک دم

مر گیا بس دم چرا کر آفتاب
 سر پہ شب نے اڑھلی چادر سیاہ
 ہر اک اختر آگم بھرانے لگا
 قبر پر رونے لگی بے اختیار
 شمع کے دل میں بھی لیکن چور تھا
 پڑ گئے تھے رات کی بھاتی میں چھید
 سو گئے سب اپنے گھر میں لوگ
 جو وہاں ہیں جیلہ گر کا یا رہتا
 لگا ہا تھا یعنی اپنی گھاتیں
 قبر میں ہ تھی اور اس میں نہ تھا
 پا کے فرصت بادل پر مضطرب
 صورتِ آغوش کھولا قبر کو
 آپ جیسا اس کو لایا ہوش میں
 یعنی میں ہا ہا ہوں اور جیتی ہو
 کب امید دولت جاوید تھی
 حق جلائے تجھ کو تو جو جم جم جیے
 عشق کو ہا بلکہ تیرے دم سے کام
 لے لے اڑا ساتھ اپنے خوش ہو کر کمال
 جب تک جیتا ہا مرتا رہا
 تب ہوا ہاں یار سے اس کا ملاپ
 عیش و عشرت سے لگی سہنے ہم

بس اگر تجھ کو خدا مطلوب ہو
بے تکلف خم سیر تسلیم کر
جاں بحق تو یاد حق میں تانا ہو
طالب حق کو تو مرجانا ہو بات
مرگ کی لذت کو کب پونچے ہو قند
گز نہیں باور تجھے میسر سخن
غیر مردن پہنچ فرہنگی دگر
کہہ چکی یوں جبکہ وہ صاحب کمال
چھوڑ تخت و تاج کو سر سے تنک
طالب حق ہو کئے نیا ترک کر
یہ جو میں نے مثنوی اب یکظم
مطلب اس سے ہو مرا معروف یہ
بہر روح پاک مولانا سے روم

جی اگر چاہے تو مرنا خوب ہو
اُنچہ جہاں سے عشق کی تعظیم کر
حق ہو یوں حق سے تیرا ملنا نہ ہو
یعنی ہو یہ موت ہی اس کی حیات
بے تکلف ہونٹ ہو جاتے ہیں بند
شعر مولانا سے روم اب مجھے سُن
وز نگیر و با خدا سے جیلہ گر
سُنتے ہی تبہ شہ فرخندہ فال
اُٹھ گیا صحرا کو سُن وہن جھنک
باندہ بیٹھا اپنے مرنے پر کمر
صفحہ قرطاس پر کی ہو رقم
ہو گد او شاہ مین معروف
سُن کے اس کو سنگِ لعل جاگوم

اور سنئے حق تعالیٰ یہ اثر
طالب حق سنتے ہی بس جائے مر

تمام شد

تاریخ این مثنوی از تاج طبع عظیم الدین خان عرف ہونچان شفیق

د فریدیوان محشر ہر درق منہ پہ لے نور شید امان شفق موتیوں سے بھر فلک کی نہ طبق جلوہ آخرت حسن ماسبق شاعران وقت ہو میں دیکھ منق بہر تحسین گور کا کر سینہ شق کیا دکھا ہی قدرت رب الغلق فکد ہو تاریخ کا اس کی ادق	مثنوی کا آپ کی معرفت ہو شرم سے ہر مطلع رنگین کے اس کے ہر ایک بیت پر کیجے شمار روز کیفیت سے پایا انتقال منہ پہ اگلوں کے ہوائی سُلے میر و مرزا اگر سُنیں آویں نکل مر کے جی اٹھنے کا قصہ کر رقم جی میں آشفقت کے جب گئے را خیال
---	--

تب یکا یک کان میں آئی نذا
غیب سے یہ بیٹ بھرا موت حق

نت تمام شد

اشعار آبدار می بہ تسبیح زمرد

فی الحمد

قسم ہو حق نے جب یہ گنبدِ خضر بنایا تھا تو عشقِ سبزہ رنگوں کا میرا دل گھر بنایا تھا

فی نہایت

باعث ہو سبز رنگ کی یہ ہو قبول کا
زخمِ دل پر تو تیاے سبز کا تیرا ب تھا
آتا ہو یاد رنگ کسی سبزہ رنگ کا
دنشانی گریہ ہو تانہ چھلا سبز بیٹے کا
خلط صغرا یہاں تک بگڑا کہ رنگاری ہو
نت ہرا رہتا ہو زخمِ دل میرا
ملا ہو سبزہ رنگوں سے مٹھہ دل لگانے کا
مفت ایک دن بھانگ کھائے میں لٹا جانے کا
سبز جامہ دیکھنا دن ہی ہماری عید کا
موچھل ایک ہاں مناسب ہو پڑاؤں کا
زہرِ خلقت کی نظر میں زہرِ مہر ہو گیا
اب روئے سبزہ رنگ کا پھر مجھے نہیاں کیا
کہ قبرس کی جو کچی کیا ہو سبزہ لہلہا تھا

تھا سبز جو لطیف انھارِ رسول کا
شبِ خیال سبزہ رنگوں میں جین بیتاب تھا
بازی میں گنجفہ کے ورق دیکھ جنگ کا
کسے تھا سبزہ رنگ ایک مہرِ صاف چھینے کا
سبزہ رنگوں کی جو میں الفت میں زاری ہو
بس کہ سبزہ رنگ ہو قاتل میرا
نہو چھو دوستو باعث ہمارے سبز بانی کا
کوئی ہو دل سبزہ رنگوں پر اگر آجائے گا
سبزہ رنگو مجھ سے پوچھو شوق اپنی پید کا
ہوئے مرقہ سبزہ رنگوں کی جہاں نوس کا
زہرِ چشم سبزہ رنگوں کا جو شہر ہو گیا
کون یہ ایکے ہاتھ میں سبز کماں آ گیا
خام معرفت عشق ان سبز رنگوں کا بنایا تھا

رویف الباء

یہ آب زیر گاہ ہو جا کر نہ کھا فریب سبزہ رنگ آج ہو تو زہرا کلتا بیڈھب جائے کہاں دیکھے سے مردانہ حاجت بجائے سانپ	ہو شمع سبزہ رنگ کا رونا دلا فریب حرف تلخ اب تیرے منہ سے ہو کلتا بیڈھب روئے سبزہ رنگ وہ کیسوں کیوں لائے سانپ
--	---

رویف ت

سبزہ رنگ گئے بڑھا تو جو میرے ساتھ سے ات	کیا کہوں اڑ گئی طوطی سی میرے ہاتھ سے ات
---	---

رویف ث

بتاؤں سبزہ رنگوں مجھے الفت ہو کش عت سبزہ رنگوں پڑ لایوں جی گونا گونا ہو عبت	حبیب حق کا رنگ سبز تھا محبوب میں عت اُن کو پروا ہی نہیں تو نہر کھاتا ہو عبت
--	--

رویف ج

اُس سبزہ رنگ کو جو یہاں لائیں یا آج قتل کی کچھ میرے سبزہ رنگ کہتے ہیں آج	واللہ بخشوں میں نہیں سبزہ زار آج جی میرا چاہے ہو میرے سبزہ شمشیر آج
---	--

رویف ح

سبزہ رنگوں کے خیزبوں میں بے لایا بے طرح سبزہ رنگوں کا سمجھ کر تجھے زخمی جراح	عشق نے پھر باغِ سبزاں کو دکھایا بے طرح زخم پر باندھ گیا نہر کی پٹی جراح
---	--

رویف خ

اگر چشم سبزہ رنگ نشہ میں مدام سرخ	یا سرخ موی ہو پہ زمرہ کا جام سرخ
-----------------------------------	----------------------------------

رویف ال

بزرہ رنگوں کا نظار اہر بشر کو ہو منید	دیکھنا سبزہ کا کہتے ہیں نظر کو ہو منید
یا بزرہ رنگ ہیں اپنی توڑ جاتی ہو نیند	سبزہ ریحاں سے یار و کس طرح آتی ہو نیند

رویف ذ

ہوا ہوں دیکھ ایک سبزہ رنگ کا تعویذ	میرے مزار پہ ہو سبزہ سنگ کا تعویذ
------------------------------------	-----------------------------------

رویف ر

جبکہ طفلی میں اماموں کا بنایا ہفت افیر	تھا اسی دن سے دعا گو سبزہ رنگوں کا فیر
ولامت دوڑقان سبزہ رنگوں کی صفائی پر	پھسل جاتا ہوا اکثر آدمی کا پاؤں کافی پر
ہوا ہوں آہ میں ایک سبزہ رنگ سرو قامت پہ	چڑھانا عرس کی شب میرے طبع سبزہ ترمت پر
سبزہ رنگوں میں جو کر لیجے کسی کو تسخیر	جائیں ہم نے کیا سبزہ پری کو تسخیر

رویف ز

اُس سبزہ رنگ کی جسے رنگت بخش آئے سبز	اُس کی نظر میں خاک ہو قدرِ طلائے سبز
سبزہ رنگوں کی صفائی پر ہیں یوں خسار سبز	دل میں جوں صوفی صافی دیکھ ہوں نوا سبز
مرتے دم تک سبزہ رنگوں سے جو مجھ کو تھی نیاز	سبز پھل پر دیوے ہو جو میوے دیوے کی نیاز

رویف س

کافی دل و تم مجھے آگے عداستانی ہو بس دل میں کیا ہو خط سبزہ رنگ کی سبزی ٹکس دل جلوں کو سبزہ رنگوں کے ہی کافی ہو بس ہو صداں آئینہ میں جلوہ گر طوطی کا عکس سبزہ رنگوں سے نہیں دل کے نکلنے کی ہیں ہو نہیں ہو ایک میرے مونگ دہنے کی ہیں

رویف ش

سبزہ رنگوں کی مجھے بھیجے ہیں تلوار کی ریش ہو سبزا وار میرے مرہم زخار کی ریش
--

رویف ص

سبزہ رنگوں پر کروں کوئی کر نیں لیا نہ قص چرخ بھی کرتا ہو دیکھو آئینہ طاؤسانہ قص
--

رویف ض

ہو سرو سبزہ رنگ سے اپنی سدا غرض ساقی نہیں ہو سبزہ مینا سے کیا غرض
--

رویف ط

روئے سبزہ رنگ پر شاید نخل آیا ہو خط لکھ کے خط سبز سے اب کے جو بھجواتا ہو خط
--

رویف ظ

روئے سبزہ رنگ پر خال ایک ملا ہو بھینٹ اس گس میں نہ ہر کیا آفت بھرا ہو بھینٹ
--

رویف ع

سبزہ رنگوں سے نہ ہو در پردہ گرا یوں شمع سبز شیشہ کا رکھے کیوں جامہ فانوس شمع

ردیف غ

اور بار بار نہ ہر میں تو نے بھجائی تیغ	اوسنہ رنگ قتل کو کس کے بنائی تیغ
اگئی اس باغ سے چوں سنہرہ بیگانہ دینغ	سنہرہ رنگوں کی میں کیوں موت پر کر تانہ دینغ

ردیف ن

زمر کی گویا کہ مورت ہو صاف	تیری ہنرہ رنگ ایسی صورت ہو صفا
----------------------------	--------------------------------

ردیف ق

جوں نشے میں ہو کوئی بھنگ کے غرق	دھیان میں یوں ہوں سبز رنگ کے غرق
---------------------------------	----------------------------------

ردیف ک

ہو سیر سنہرہ بھی خفقاں کا علاج ایک	دکھلا دے سنہرہ رنگ ہیں ٹائی بچ ایک
------------------------------------	------------------------------------

ردیف گ

دن میں تنو سو بار اپنا سنہرہ ہوتا ہوں رنگ	بیٹھے بیٹھے سنہرہ رنگوں کا جو یاد آتا ہوں رنگ
---	---

ردیف ل

اس برس رنگ ہو نور کا سبزی مائل	سنہرہ رنگوں پہ نہ اپنا ہو کہیں جی مائل
--------------------------------	--

ردیف م

ہمدی کا اب تلک نہ سنا تھا مزاج گرم	اوسنہرہ رنگ توجہ ہوا ہم پہ آج گرم
------------------------------------	-----------------------------------

اس دن ہرے بھرے کی دینگے نیاز کچھ ہم

اس سبزہ رنگت جب کھینکے راز کچھ ہم

رویف ن

میں حضرت امام حسن کا غلام ہوں
میں اُن کو مونے پر ملدے سبز جنت میں
صرف پناہی جو اہر میں خوش آتا ہی ہمیں
سبز شکر کا دیکھنا ہوتا ہی بہتر خواب میں
مگر یہ عیب کچھ اُن میں طوطا چم اکثر ہیں
گرمی کرے ہی اور ہری کا سنی ہمیں
کہوے ہی ہر سبزہ رنگ اس سے ہری ہلکے ہیں
ہو دل سے سوچتی ہی اور یہ کہن جنتی ہیں
بھنگ پی ہی تو نے کیا معرفت میں سنا نہیں

کیوں غش نہ سبزہ رنگ پدل سے دم آئیں
کریں جامہ درہی جو سبزہ رنگوں کی محبت میں
غبر و یوں میں جو سبزہ رنگ بہاتا ہی ہمیں
کیوں نہ خوش ہوں سبزہ رنگ آتا ہی اکثر خواب میں
یہ سبزہ رنگ دلوں سے نہایت دینو بہتر ہیں
تپ عشق سبزہ رنگ میں جو لگ گئی ہمیں
آج یہاں کل ہاں گزری یوں جگ ہمیں
بھیجے سبزہ رنگ پشت سبز کی تختی ہمیں
سبزہ رنگوں سے نہ مل کہتا ہوں میں نہا نہیں

رویف و

یہ برگ سبز تھنہ درویش جان تو
بھر تو ہرک مطلع اپنا گویا طوطی نامہ ہو
کل جو دیکھا اتفاقاً سبزہ خوابیدہ کو
بلکہ سبزہ رنگ ہو وہ اس کی نھری عمر ہو

ای سبزہ رنگ ہاتھ سے لے میسے پان تو
فکر میں سبزہ رنگوں کے گراپنا رواں آب ہوا
یاد آیا خواب سبزہ رنگ اس غم دیدہ کو
یار ب اُس دلبر کی کردے نیبت جتنی عمر ہو

رویف ہ

بیشتر ہی سبز عینک سے نظر کو فائدہ

دید سے ہی سبزہ رنگوں کے نظر کو فائدہ

رویف ی

آگے سے ان دنوں کچھ تیرا بدن ہرا ہی

وہ سبزہ رنگ شاید محروم پھر ملا ہی

اُس سبزہ رنگ بن کہیں کیا عقل دہوش کی
 سبزہ رنگوں کے جہاں میں ہنسن کس آن کے
 کیوں غم نہ روؤں عشق میں اُس سبزہ رنگ کے
 سبزہ رنگوں سے مجھے محبت ہو جو دلالت کی
 عشق میں سبزہ رنگوں کے جو یاروں نے گل لایا ہو
 کوئی ہاتھ نہ کشتہ سبزہ رنگوں کا اگر ہووے
 یہ عشق سبزہ رنگوں میں جو گدڑی اپنے تن پہری
 سبزہ رنگ اس تیرے خط لکھنے سے دانہ کھلے
 وہ سبزہ رنگوں میں نازک میان ہو
 یا رب سبزہ رنگوں کا اب دل میں غم بھڑتا ہو
 یہ حالت ہاتھ سے ان سبزہ رنگوں کے دگرگوں ہو
 عجیب کان کے ہوویں یہ سبزہ رنگا گرچے
 وہ سبزہ رنگ ہم سے گودل کا سخت ہوئے
 رکھ ساگ سوئے کا نہ سر ہانے پلنگ سے
 زور طراوت آنکھوں میں ہو ہم جھاتی ٹھنڈی ہو
 جنوں ان سبزہ رنگوں کا یہ آفت بچھ پھلایا ہو
 طبیعت سبزہ رنگوں نہ ای معرفت گزرتی

اب ہم ہیں اور دکاں ہو سبزی فروش کی
 اُس نے میں پرکھیت تھو دیکھے تو اکثر دھان کے
 لازم ہو آنکھیں لال نشیں ہوں بھنگ کے
 چاہتا ہوں ہر جگہ سبزی اپنی بات کی
 کہتے ہیں سب پ نے کیا ہاتھ پہ طوطا پالا
 کفن لازم ہو اُس کا سبز طوطے کا سا پر ہو
 فقیروں کا مرقع پوش ہونا موت اخضر ہو
 پستی جامہ پہ کب سب نجاف ہو دھانی کھلے
 لکھ گیا ہو اُس کی رگ برگ پاں ہو
 کیونکہ اس نشے کی یہ سبز قدم بھرتا ہو
 کہ چہرہ سبز ہو مثل حنا اپنا جگر غوں ہو
 کہ جب تک سبز ہوئے ہیں تو ہوتے ہیں غم کرچے
 اپنی یہی دُعا ہو وہ سبز بخت ہوئے
 ہم دم کب لے نیندہ بن اُس سبزہ رنگ کے
 یا دیں سبزہ رنگوں کے دل کیا ہو سبزی مٹائی ہو
 کہ اب طوطوں نے سر پہ گھونسل آ کر بنایا ہو
 تو پھر اپنے یہ تسبیح زمرہ ہاتھ کب آتی

خضر کو کہنا بڑی میرے جنازے کی نماز
 سبزہ رنگوں کے کیا ہو عشق نے فانی مجھے

تمنا شد تسبیح زمرہ

قطعه در تاراج تسبیح زرد

تصنیف محمد ابراهیم ذوق

تازه چوں شاخ گل لاله درو چوں خط جوهری و جوهر فرد چوں حریفی که کند قصد نبود مترے شد که نظر خوش میکند همه چوں ناله موزوں پرورد آصفایان و عراق باورد گفت بانالہ گرم و دهم سرد روفت آب گهر رفت بگرد اکبر با چوں یرقائے شده زرد کنج خسرو که بود باد آورد اندیس دست معنی بدو فرد گرد و آن عقدہ مطلب اکد	سبزه رنگاں کہ بہ باغ جسد از کمر تادہن شان موہوم چشم دارند بہ قتل عشاق بحال رخ آں با معروف اندر اہل حال سخنہا می گفت رفت صیت سخنش از دہلے صدویک مطلع رنگیں آ خر شد چو تسبیح زرد و نامش مرد فیروزہ و خون شد دل لعل پیش آنگنج گہر نیست چو خاک ذوق چوں خواست و تلافی بخش اول از داندہ خوش رنگ شمار
--	---

باز با خامہ رنگیں بہ نوشت
طرف تسبیح زرد آورد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقریظ

عالیجناب نواب میرزا عبداللہ بن احمد خاں صاحب طالب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ
اَوْصِیَّاهُ وَاَسْرَافًا جَدِّہِ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ
اما بعد میرزا سید الدین احمد طالب خف نواب ضیاء الدین احمد خاں
نیر خشتاں مغفور رئیس لوہارو۔ امین فخر الدولہ۔ دلاور الملک رستم جنگ نواب بخش
خاں مہرور فرماں روا سے ریاست ہائے فیروز پور چھکر کہ دلوہارو۔ ارباب دانش و پیش
کی خدمت سراپا برکت میں شمس ہو کہ جو کچھ یہاں معرض تحریر میں آتا ہے وہ کوئی دیباچہ
دیوان معروف کا نہیں ہو بلکہ بعض دقائق نگاروں نے جو غلطی کی ہے اس کی تصحیح ہی بعض
امور خاص کا اظہار ہی اسی وجہ سے راقم نے اپنی رائے یا قیاس سے یا بالکل کم کام لیا ہے یا
مطلق کام ہی نہیں لیا۔ اور مختلف تذکروں میں جو حضرت معروف مرحوم کا ذکر آیا ہے
ان کا اقتباس یا اختصار نقل کر دیا ہے۔ نواب الہی بخش خاں معروف تخلص خف مزاحرات
جان مرحوم کہیں برادر فخر الدولہ دلاور الملک رستم جنگ نواب احمد بخش خاں مرحوم تھے
معروف سلسلہ ہشتیہ میں مرید صاحب اجازت تھے۔ حضرت خواجہ ضیاء الدین رحمۃ اللہ
علیکہ بن کا مزار پیر افکار ریاست سوات ہے پور میں ہے۔ خواجہ صاحب اجلہ خلفائے حق
مولانا فخر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھے۔ معروف مرحوم باوجود صاحب اجازت ہونے کے

مرید بہت کم کرتے تھے چنانچہ راقم ان کے صرف ایک مرید سے واقف ہو جن کا اسم مبارک محمدیات خاں تھا۔ محمدیات خاں مرحوم کو تو میں نے نہیں دیکھا ہاں ان کے صاحبزادے خاں بہادر محمد نظام الدین خاں کو دیکھا ہو اور اکثر صحبت رہی ہو۔ اللہ غریق رحمت کرے نہایت ہی لہذا اور غلیظ تھے۔ اور وہ بھی غور و سالی میں حضرت مروت سے بیعت ہو چکے تھے۔ ان دونوں باپ بیٹوں کے مزار اپنے پیر کی پائنتی درگاہ حضرت سلطان نظام الدینؒ میں اسی اعلا میں ہیں جس میں شیر ہیشہ سمنانی لسان الغیب حضرت اسد اللہ خاں غالب عرف مرزا نوشہ آسودہ ہیں۔

معروف مرحوم کا سرمایہ اولاد دو بیٹیاں اور دو بیٹے تھے۔ بڑی صاحبزادی بنیادی بیگم صاحبہ مرحومہ نواب مرزا غلام حسین خاں مبرور مسرور و تخلص سے منسوب تھیں جن کے بطن سے نواب میرزا زین العابدین خاں عارف پیدا ہوئے تھے جو حضرت غالب مرحوم کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ اور چوٹی صاحبزادی امراؤ بیگم صاحبہ مرحومہ حضرت غالب مرحوم کے عقد ازدواج میں آئی تھیں جن کے بطن سے چند بچے پیدا ہوئے۔ مگر سب صغریٰ ہی میں داغ مفارقت دے گئے اور صاحبزادے نواب علی بخش خاں مرحوم جنہوں نے حضرت غالب مرحوم کی تصنیف پنج آہنگ پر دیباچہ تحریر کیا ہو۔ اچھے صاحب استعداد تھے مگر غریبی کی طرف مائل نہ تھے ان کا سلسلہ اولاد بفضلہ تعالیٰ اب تک جاری ہو۔ اور چند نفوس ذکور و اناث ریاست حیدر آباد دکن کے دامن دولت سے وابستہ ہیں اور وہیں رہتے ہیں۔ معروف مرحوم کے جو دوسرے جو صاحبزادے تھے ان کا بیان بہت طوالت ہم نے ترک کر دیا ہو۔ معروف مرحوم کو شعر و شاعری سے عشق تھا اور انھوں نے اصلاح سخن ابتدا میں حضرت شاہ نصیر رحمۃ اللہ علیہ سے لی تھی۔ اور کمال دو دیوان مرتب کیے تھے جو بعض بعض جاے اب بھی موجود ہیں ان کے کلام میں

جو ذوق ووجہان کی کیفیت ہو وہ ان کے محاصرین میں نہیں پائی جاتی۔ ان کی شاعری اور کلام کی بابت تذکروں کے مولفوں نے جو رائے قائم کی ہو اس کا سلسلہ یہاں سے

شروع ہوتا ہو

از گلشن بیچار مولفہ ۱۲۴۸ھ معروف تخلص الہی بخش خان نام۔ کوچک برادر فخر الدولہ نواب احمد بخش خاں بہادر کہیں پور مرزا عارف جان برادر شرف الدولہ قاسم جان کہ از اعظم امراء عہد ذوالفقار الدولہ نواب نجف خاں بہادر بود غفر اللہ لہم جمعین بفيض صحبت درویشاں بملقہ ایشاں در آمدہ ترک زری دنیا نمود۔ با فن شعر الفتے بیش از بیش داشت۔ در ۱۲۴۲ھ ایک ہزار دو صد و چل دو از ہجرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ اکبر اینجہاں گزران را گذشت صاحب دیوان است۔ اکثر خیالات رنگین و مضامین دل نشین دارد۔ یہ اشعار از دیوان اول التقاط یافت۔

نوٹ :- یہ تذکرہ صرف چھ سال بعد معروف مرحوم کے تالیف ہوا تھا۔ نواب مصطفیٰ خاں صاحب مرحوم جو فارسی میں حسرتی اور اردو میں شیفہ تخلص فرماتے تھے اس کے مولف ہیں۔ ان کی تحقیق اور وقت نظر سے زمانہ واقف ہو۔

تذکرہ شعرائے ہند مولفہ ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۲۶۲ھ ہجری

یہ تذکرہ گلشن بیچار سے ۱۴ برس بعد تالیف ہوا

تخلص الہی بخش خان۔ صحرا ف چھوٹا بھائی فخر الدولہ نواب احمد بخش خاں بہادر کا ہو۔ سپہ بفيض صحبت درویشوں کے دنیا کا لباس ترک کر کے دینداری اُس نے اختیار کی تھی اُس کے شعر اکثر اچھے ہیں۔ واقع میں ذہین اور صاحب عقل اور تیز گوش معلوم ہوتا ہو۔ صاحب دیوان ہجری میں نے بھی اُس کا دیوان دیکھا ہو بڑا دیوان ہو۔ ۱۲۴۸ھ

میں فوت ہوا حقیقت میں اس کے دو دیوان ہیں۔ گلدستہ ناز میان میں اس کے بہت اچھے شعر لکھ چکا ہوں۔ اس جاسے برائے نمونہ یہ چند شعر لکھتا ہوں۔
 نوٹ: یہ تذکرہ معروف مرحوم کے انتقال کے بیس سال بعد تالیف ہوا۔ صاحب تذکرہ نے جو کچھ لکھا جو حتی الامکان تحقیق کر کے لکھا ہو کوئی فرد گزشت نہیں کی ہو۔

اگرستان سخن مولفہ ۱۲۶۱ھ یہ تذکرہ شعر اہند سے نو برس بعد

تالیف ہوا

معروف تخلص نواب الہی بخش خان مغفور برادر نواب احمد بخش خان مرحوم والی فیروز پور جہرکہ۔ تعلقات دنیا کو ترک کر کے گوشہ عافیت میں توشہ راہ عاقبت کو بہم پہنچایا۔ اور لباس احوال کو طراز فقر سے مطرز فرمایا۔ فن شاعری میں نسبت نام تھی۔ مدت مدید تک مشق سخن شاہ نصیر مرحوم سے کی تھی۔ لیکن طبیعت خدا داد کی رہنمائی سے کشور سخن میں برخلاف استاد کے ایک رستہ اور صاف و پاکیزہ ہوتا گیا۔ صاحب دیوان اور اس فن میں صاحب اقتدار تھا۔ اصناف سخن میں قدرت اور انواع کلام سے آگاہی۔ تنو بہت قبیح زہر و۔ نام حسن سبز کے وصف میں اُس سے یادگار ہیں مدت ہوئی کہ جہان فانی سے عالم باقی کی طرف راہی ہوا۔ یہ چند شعر اُس کے کلام بلند مقام سے منتخب ہوئے۔

نوٹ: یہ تذکرہ ۲۹ سال بعد وفات معروف مرحوم تالیف ہوا تھا۔ اس کے جامع صاحب عالم میرزا قادر بخش صاحب مابہر مرحوم ہیں اور مصلح مولوی امام بخش صاحب مہبائی مرحوم جیسے محقق ہیں جو صاف صاف تحریر فرماتے ہیں کہ معروف مرحوم شاہ نصیر مرحوم کے شاگرد تھے اور طبیعت خدا داد کی وجہ سے اپنے استاد سے بھی ایک رستہ جدا گانہ صاف اور پاکیزہ پایا تھا۔

مسطورہ بالا تذکروں کے اقتباسات کو دیکھ کر کون صاحب فہم تذکرہ آبجیات

مولفہ مولوی محمد حسین صاحب آزاد مرحوم کے اس اندراج کو صحیح تصور کرے گا کہ معروف مرحوم
اُستاد ذوق مرحوم کے شاگرد تھے اور جو کچھ کلام معروف مرحوم کا تھا یہ سب اصلاحی ذوق تھا
کا تھا۔ میں یہاں کسی کے کلام پر تنقید نہیں کرتا مگر اتنا ضرور کہو گا کہ اہل نظر آزاد دونوں کا کلام
ملاکر تو دیکھیں جس معانی طرزِ آزاد۔ لطفِ زبان کا جو کچھ فرق جو صاف نظر آئے گا حق پر
زباں جاری۔ آزاد مرحوم کو ذوق مرحوم کی زبانی یہ لکھ دینا پڑا کہ ہم خود ان کی صحبت میں
بن گئے۔ بہر حال وقایع نگاری کی حیثیت سے آزاد مرحوم نے یہاں سخت غلطی کی ہو۔
اور پیراں تہی پرند مُریداں می پرانند کے مصداق ہوئے ہیں۔ ۱۸۵۸ء یا ۱۸۵۹ء میں
جب اول مرتبہ تذکرہ آبجیات چھپا تھا۔ اُس وقت میں بصورتِ ملازم گوئرنمنٹ پتہ
فیروز پور پنجاب میں بعبہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری مامور تھا۔ تذکرہ مذکور میں معروف مرحوم
کا ذوق مرحوم کا شاگرد ہونا دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ کیونکہ یہ بات میں نے نہ کہیں لکھی دیکھی
تھی۔ اور نہ کسی زبان سے سنی تھی۔ اسی وقت میں نے ایک خط آزاد مرحوم کو لکھا کہ یہ
امر آپ نے کس ذوق اور ثبوت پر لکھا ہے اور ایک عریضہ قلمد کعبہ ام مرحوم کی خدمت
میں ارسال کیا کہ کیا یہ واقعہ سچ ہے۔ آزاد مرحوم نے جواب میں مجھے یہ فقرہ لکھا کہ یہ تذکرہ
میں نے اس لیے نہیں لکھا کہ مرثیوں کو بدنام کروں اور زندوں کو سبج پہونچاؤں تبھوڑ
دونوں بعد دلی جاؤں گا تو تمھارے والد ماجد سے اس کی صحت کر لوں گا۔ جو کچھ وہ
فرمایاں گے طبع دوم میں وہی لکھ دوں گا۔ اور حضرت قلمد کعبہ ام مرحوم نے جواب عریضہ میں
تحریر فرمایا کہ آزاد مرحوم سے غلطی ہوئی یہ واقعہ سراسر غلط ہے۔ ذوق مرحوم معروف مرحوم
کی خدمت میں اہلِ ارادت کی طرح حاضر ہوتے تھے۔ اور ان کی صحبت سے فیض یاب ہو کر
دینی و دنیوی فائدہ اٹھاتے تھے۔ وہ زمانہ تو ذوق کی صغر سنی کا تھا اُس زمانہ میں ذوق
کا اتنی استعداد اور شاعری کی لیاقت ہی کہاں تھی جو معروف جیسے کہنہ مشق اور پختہ کلام
کو اصلاح دیتے۔

حسب اتفاق اُسی سال ستمبر کی چھٹیوں میں میں دلی آیا ہوا تھا کہ آزاد مرحوم بھی دلی تشریف لائے اور حضرت قبلہ و کعبہ ام سے ملنے آئے۔ میں بھی جا پہنچا اور ایک تہہ نہی خال کر یہی ذکر پھیر دیا۔ حضرت قبلہ و کعبہ ام مرحوم نے آزاد مرحوم سے جواب ان کے استفسار کے صاف صاف فرمایا کہ آپ نے بالکل وقایع نگاری کے خلاف کیا کہ ایسی بات بغیر تحقیق کے چھاپ دی۔ آپ کو چاہیے تھا کہ مجھ سے دریافت کرتے ورنہ حافظ غلام رسول صاحب ویران سے جو ذوق مرحوم کے ارشد تلامذہ میں حاضر باش نفس ناطقہ تھے دریافت کر لیتے۔ چنانچہ ویران مرحوم نے قبلہ و کعبہ ام سے اُکر ذکر کیا کہ آزاد مرحوم نے اُن سے اس واقعہ کی تصحیح چاہی تھی۔ ویران مرحوم کی تحقیق بھی آزاد مرحوم کی تحریر کے برخلاف تھی۔ بایں ہمہ نہایت افسوس ہو کہ طبع دوم میں بھی حسب وعدہ آزاد مرحوم نے اپنی تحریر سابقہ کی تصحیح نہ کی۔ اور جوں کا توں رہنے دیا۔ جس کے خلاف مجھ کو یہ سطرین ضبط تحریر میں لانی پڑیں۔

مرزا سعید الدین احمد خاں صاحب

دوشنبہ ۲۶ محرم ۱۳۳۱ھ

مطابق ۶ جنوری ۱۹۱۳ء

تبصرہ

حضرت مولانا شیلہ علی احسن صاحب حقن ماسہرہ دی لکچر اسلام یونیورسٹی علی گڑھ

اسلاف پرستی کے جذبے میں اگر احسانم پرستی کے انداز نہ ہوں تو اسے بام خدا پرستی کا زینہ سمجھنا چاہیے، صندت سے اگر صلح کا پتہ چلتا ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ مجاز کو حقیقت نما آئینہ نہ کہا جائے، ماضی کی سرور بانامی حال کی گرم بازاری سے مل کر استقبال کے مزاج میں اعتدال پیدا کر سکتی ہو۔ دنیا عالم مثال ہو اور انسان فطرۃً اپنے نوعی نمونوں کا نقال۔ ترقی کا دار و مدار اسی کردار پر ہو کہ جتنی خوبیاں اسلاف بطور یادگار چھوڑ جائیں، اخلاف ان میں اضافہ کرتے رہیں تاکہ وہ خوب سے خوب تر بھی جاکیں، خلاصہ یہ کہ۔

نام نیک رفنگاں صنایع مکن تا بماند نام نیکت برقرار
مجموعہ محاسن و محامد عزیزی مولوی عبدالحامد صاحب قادری بیاوٹی ستائش کے قابل ہیں جن کی سسی دکاوش سے ایک ایسے نامور ادیب کے شاہدان معنی زیور اشاعت سے آ رہتے ہو کر انجمن آرائے ادب بآئین ہو رہے ہیں جو اپنے تخلص کے لحاظ سے محض ف الاسم لیکن اکثر تذکرہ نویسوں کے عدم تفحص کی وجہ سے مجہول الحال ہو۔

نواب الہی بخش خان معروف نواب فخر الدولہ لاچر بخش خاں رئیس ہمارے بھوٹے بھائی اور مرزا نوشہ اسد اللہ خان غالب کے خسر تھے، اپنی وجاہت ذاتی اور ثقافت عفاقی کی بدولت اس کے سستی تھے کہ تمام تذکرہ نویس شراکی صف اول میں نہیں نمایاں جگہ دیتے، حیرت ہو کہ دو چار پڑائے تذکروں کے علاوہ عصر حاضر کے مشہور و مقبول تذکروں میں ان کا تذکرہ نہ ہونے کے برابر ہو۔ تاریخ ادب آرد و دار مجہد ہسٹری آف آرد و لٹریچر مرتبہ رام بابو صاحب سکسینہ

میں چند سطرین جو معروف کے حصے میں آئی ہیں وہ استاد ذوق کے طفیل میں لگی ہیں اسی طرح گل رعنا میں حکیم مولوی سپید عبدالحی مرحوم نے طفیلیوں کی طرح معروف کو صغوف شعرا کے حاشیہ نشینوں میں بٹھا دیا جو تذکرہ شعرا اچھند مولفہ مولوی عبدالسلام صاحبہ وی کا ذکر اسی فضول ہو گا انھوں نے غریب معارف کا تذکرہ لکھنا کیسا نام تک لینا پسند نہیں کیا۔ البتہ مولوی محمد حسین آزاد نے آب حیات میں خان معروف کے حالات سب سے زیادہ لکھے ہیں لیکن وہ بھی ضمنی ہیں کوئی مستقل تذکرہ نہیں۔

اس صورت میں ہمارے پاس معروف کے مدرج سخن اور محاسن فن کے دکھانے کا کوئی ذریعہ ان کے کلام کے سوا نہیں ہوتا، لیکن یہ کام آسان نہیں بہت دشوار ہو گا اور اس مختصر تبصرہ نگاری میں اتنی گنجائش نہیں کہ ایک کم فرصت اور کثیر الافکار اپنا پورا وقت صرف کر سکے اس لیے مجبوراً ان کے حالات و ارشادات کے متعلق چند ضروری اشاروں اور حوالوں پر اکتفا کیا جائے گی۔

بخارا میں خواجہ عبدالرحمن یسوی ایک رئیس عالی خانمان، خواجہ احمد یسوی کی اولاد میں تھے، اتفاق زمانہ سے وطن چھوڑ کر بلخ میں آئے اور یہیں رہ پڑے ان کے تین بیٹے، قاسم جان، عالم جان، معروف جان، ایک جمعیت کے ساتھ عہد محمد شاہی میں وارد ہندوستان ہوئے اور وزراء و امرا شاہی میں سیوخ حاصل کر کے نام آور ہوئے۔ اہلی بخش خاں محرف عارف جان کے چوتھے اور چھوٹے بیٹے تھے، اور اپنے زمانے میں دہلی کے امراء نامی میں شمار کیے جاتے تھے۔ فن شاعری سے طبعی مناسبت تھی، ابتداء سے عمر سے آخر عمر (۱۲۳۲ھ) تک دنیا سے کنارہ کشی کر لینے کے باوجود سخن آرائی میں مصروف و مشغول رہے، اور مختلف اوقات میں متعدد داستانہ سے مشورہ سخن لیتے رہے۔

خان معروف، پیشہ و برشا عرنہ تھے، امیرانہ فطرت اور فقیرانہ طبیعت رکھتے تھے، ان کے مصاحبین اور عاشق نشین بھی تھے، زمانے کے ماحول اور اثرات سے

اُن میں بھی وہی عادتیں اور خصلتیں پائی جاتی ہیں جیسی کہ اس عہد کے بقیۃ السیف امر
میں جاری و ساری تھیں جس شاعر کا انداز کلام پسند آتا اُسی رنگ میں خود بھی کہنا
چاہتے اور حتی الامکان کہتے۔ کامیابی و ناکامی یا قبول خاطر و لطفِ سخن خدا و ادوات
ہو مگر وہ بہر حال اپنے شوق کے پورا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے شوقِ مفروض کی
ہمہ گیری اور ہر خرمِ سخن کی خوشہ چینی نے انھیں کسی ایک روشن بالاستقلال قایم رہنے
نہیں دیا، اب ان ہمہ اُن کا کلام بہت سی خوبیوں کا مجموعہ ہو اور انھوں نے مشابہ میر
اور مستنبد شعرا کے رنگ پر اپنے چمنستانِ سخن کے آراستہ و پیراستہ کرنے میں پوری
پوری قوت صرف کی ہو۔ میر کا سوز و گداز سودا کا رفیع المرتبت انداز۔ درد کا حقیقت
مجازِ حرمت کی معاملہ بندی کا ساز باز۔ شاہ نصیر کا شاعرانہ اعجاز اور ذوق کی ستیاری
کا پرواز۔ غرض کہ تمام اندازوں کی نیرنگیاں اُن کے مرقعِ سخن میں جلوہ آ رہیں۔
علاوہ سخن سے قطع نظر کہ کے ذیل میں ہر رنگ کا اقتباس درج کیا جاتا ہو
اور عرفِ عالم میں جن اساتذہ مشاہیر کے جوازِ اداسا لیب مشہور ہیں اُس کے مطابق
اس انتخاب میں ہر صاحبِ طرز کا نام لکھ کر اُسی رنگ کے اشعار لکھے جاتے ہیں جن
سے ناظرین باسانی اندازہ لگا سکیں گے کہ معروف کے ایک آئینہ معنی میں کتنے
رنگا رنگ جلوے نظر آتے ہیں :-

میر کا سوز و گداز

کہتا ہو جب وہ ہنس کر ہو گریہ اختیار آتا ہو اور محب کو بے اختیار رونا
ہو مثل اہل ماتم اپنا شعار رونا دل کا بیان کرنا اور زار زار رونا
اُس کے جانے کی اگر کچھ بھی خبر رکھتے ہم ایسے دیوانے نہ تھے گھر میں جو درکھتے ہم
روٹھنے کو تو چلے دوٹھ کے ہم اس سولے مرگے تکتے تھے کہ اب کوئی مناکر لے جائے
تو ایک مجھ سے کاش و فاکر کہ بد ازین مقدور کیا جو کوئی سمجھے بے وفا کہے

کیا ہوا چھوٹے نفس سے بھی اگر ہم نا تو اس رہ گئے بیٹھے کے بیٹھے یوں ہی کھلے ہوئے
معروف! اب تو دیکھتے ہو تم ہمیں غریب لگنے لگے یار تو پھر ہم کو دیکھیے

سودا کا انداز

کر دیا تھا اس کے حُسن حیرت افزا نے یہ رنگ بزم میں تصویر گویا میری جانتی میں تھا
بچے کیا طارِ دل ایسے صیا و ستگر سے جوادنی صید کی خاطر چھپائے ہم تو سو کوں
خرقِ عادت اپنے دیوانوں کی دیکھ جس طرف کو وہ چلے پتھر چلے

درد کا حقیقت نما مجاز

اور تو باتیں بُری چھٹ گئیں سب جیتی جی آنکھ مندے پر نہ چھٹا ایک مگر دکھینا
کی وصیت یہ کچھ ارمان بھری آہ کہ رات سارے گھر کو ترے بیمار نے سونے نہ دیا
ایک دن معروف برہم ہوگی مچل تمام حیف گلِ افسوس بلبلِ ولے قمری ٹاس سرو

جرات کا سازِ باز

تھا شبِ عمدہ یہ احوال ہر اک کھٹکے پر چونک پڑتا تھا کہ اب کے تو مقرر آیا
تہ پہ ہو برقِ کطرح، پوچھے تو مت بٹا کیوں منہ کو چھپا کے کھولنے کھول کے پچھپا کیوں
ہائے اس شوخ کا یوں وٹھکے جانا معروف اور یہ کہنا کہ ہمیں اب منائے کوئی

نصیر کا شاعرانہ اعجاز

جھوٹ کہتے ہیں سولی پہ بھی نیند آتی ہو ہم کو یادِ قدِ دلدار نے سولنے نہ دیا
وضو کو مانگ کے پانی نخل نہ کر معروف یہ مفلسی ہی تیم کو گھر میں خاک نہیں
اس بڑھاپے میں بھی کم ہونیکے لہری ہم سبزہ رنگوں میں چھنا کہ تی ہو گہری ہم سے

ذوق کا پرِ داز

آپ جس وقت یقیوں کی قسم کھاتے ہیں ہم رقیوں کے نصیبوں کی قسم کھاتے ہیں
کہا جو میں نے کہ اس نا تو اس کا سنیئے حال کہا جو حال سناے وہ نا تو اس ہی نہیں

دوسری ہو کے مندل لگائے کا داغ اس کا گھسنا اور لگانا دوسری بھی تو ہو
گریہ و آہ و فغاں سے ایک دم فرصت نہیں ہم سمجھتے تھے محنت کا ربے کا روں کا ہو

۱۰

معروف کے متقدّمین یا معاصرین کے جن تین تذکروں میں اُن کے حالات نظر سے
گزرے اگرچہ اُن سے معلومات میں کوئی خاص اضافہ نہیں ہوتا البتہ اُن فقرات سے
ارباب سخن میں اُن کے تعارف و ماسج کا پتہ چلتا ہو، چونکہ اس مختصر تبصرے میں اسی مقصد
کی تلاش ہو اس لیے ان اندراجات کا لب لباب یہاں درج کیا جاتا ہو
۱۔ الہی بخش معروف تخلص پس عارف جان جوان خوش اختلاط و وجہ است.....
پیشاگردی میاں نصیر نازش دار و فکر شعر نیز مرویہ ایشان کہ تلاش است میکند
(تذکرہ ہندی از جنّی مؤلفہ ۱۲۷۵ھ)

۲۔ معروف تخلص الہی بخش خان نام..... با فن شعر افستے بیش از بیش داشت صاحب
دیوان است اکثر خیالات رنگین و مضامین دل نشیں دار و گلشن بخیا از شیفتہ مؤلفہ
(۱۲۷۵ھ)

۳۔ معروف تخلص الہی بخش خاں کا..... اس کے شعر اکثر اچھے ہیں و لائق ہیں ذہین اور صاحب
عقل اور تیز ہوش معلوم ہوتا ہو صاحب دیوان ہو..... یہ شاعر نامی شعر ہے ہندستان
سے طبقہ چہارم کا ہو اس کا دیوان قابل دیکھنے کے ہو (طبقات شعراء ہند از مولوی محمد امجد علی
مرتبہ و مطبوعہ ۱۲۸۳ھ) تذکرہ گلِ عنا کے فاضل مؤلف نے معروف کی شاعری اور ذوق کی مصلح
کے متعلق اب حیات کی تحقیقات پر ایک مشہور نظر کیا ہو، وہ لکھتے ہیں :-

”انہوں نے اب حیات میں جس طرح سے ظفر مرحوم کی کاوش پر پانی پھیرا ہو ان کے
(معروف بھی نسلِ کج فکر کو اپنے استاد و ذوق کے دامن کمال سے وابستہ کر دیا ہو
باوجود اس کے کہ اس کا بہنہ مشق شاعر (معروف) کی عمر اس وقت ۶۶ برس کی تھی

اور ذوقِ بکمال ابرس کے سہے ہوں گے، مگر چوتھی عقیدت میں اس کا خیال نہیں رہا..... پھر ہی خیال کے تائیدی ثبوت میں لکھتے ہیں محفی نے تذکرہ شعر اسفندۃ اللہ میں تالیف کیا ہو اس میں ذوق کا ذکر نہیں ہوا اور نہ پہنتا تھا، کیوں کہ ذوق کی عمر اسی وقت زیادہ سے زیادہ سال بھر کی رہی ہوگی، مگر نواب الہی بخش خاں معروف کا تذکرہ ہو لکھتے ہیں کہ ”یہ شاگردی میاں نصیر نازش دار و فکر شعر نیز بروتیہ انیشاں کہ تلاش است می کند در یک دو مشاعرہ صاحب عالم شریک غزل طحی نیز بود، بعد دو ماہ بشہر عود کرد“ یہ اس زمانے کا قصہ ہو کہ نواب الہی بخش خاں معروف سیر و لفرج کے لیے کھنڈو آئے اور دو مہینے رہ کر دہلی واپس گئے ہیں، اب اس کے بعد آزاد کے ان فقروں کو پڑھو جو دیوانِ معروف اب رائج ہو وہ تمام و کمال انہیں کا (یعنی ذوق کا) اصلاح کیا ہوا ہو، نواب مرعوم اگرچہ ضعیف پیری کے سبب سے خود کاوش کر کے مضمون کو لفظوں میں نہیں بٹھا سکتے تھے مگر اس کے حایق و وقایین کو ایسا پہنچتے تھے کہ جو حق ہو..... نواب کے اشعار کا ایک سلسلہ جس میں ردیف وار (۱۰۱) مطلع ہو اور کوئی شعر سبزی کے مضمون سے خالی نہیں اس کا نام ”تبیح زمرہ“ ہو آزاد کہتے ہیں کہ یہ تبیح بھی استاد مرعوم نے پر وی تھی (گلِ عنقا ص ۲۸۲ و ۲۸۵)

جن مستند تذکروں سے معروف کے حالات کا اقتباس درج کیا گیا ہو اس کو پڑھ کر معروف کے قابلِ اعتبار شاعر ہونے میں کسی تاثر و تاویل کی گنجائش نہیں اور غالباً اسی اعتبار پر مولف گلِ عنقا نے پروفیسر آزاد کے اس بیان کو کہ معروف کا موجود دیوان استادِ ذوق کا اصلاحی ہونا قابلِ اعتماد مانا ہے، اور اپنی اس بے اعتمادی کو اتنی اہمیت دی ہو کہ ایک نئے مبحث کا دروازہ کھل گیا ہو دیکھنے والوں میں خواہ مخواہ دو گروہ پیدا ہو جاتے ہیں۔

ایک طرف تو یہ خیال قائم کیا جاسکتا ہو کہ ایک معمر اور کہنہ مشق شاعر کسی نوعمر شاعر کو اپنا استاد نہیں بنا سکتا، دوسری طرف آزاد کے مؤید یہ کہہ سکتے ہیں کہ معروف کی شاعری کا سارا تار و پود، ذوق کی نشا جی قلم کا ملبوس ہو، ضرورت ہو کہ اس ہشتابہ و غلط فہمی کو رفع کر دیا جائے تاکہ آئندہ نہیں کسی تذبذب کے دلدل میں پھنسی نہ رہیں۔

اس تذبذب کے مٹانے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہو کہ آب حیات کی وہ پوری عبارت یہاں نقل کر دی جائے، جس کے بعض اہم فقرے گل رعنا میں نہیں ہیں اور جن کے نہ ہونے سے عبارت میں بے ربطی ہو گئی ہو اور اسی سبب سے مزید غلط فہمی کے بڑھنے کا اندیشہ ہو۔ مکمل عبارت کے پیش نظر ہونے سے ارباب نظر توازن کر سکیں گے کہ مولف گل رعنا کا اعتراض کتنا وزنی ہو اور صاحب آب حیات کا اصل حقیقت سے احتراز و اغماض کس قدر ملکا ہو۔ آزاد لکھتے ہیں :-

دلی میں نواب الہی بخش خاں معروف ایک عالی خاندان امیر تھے، علوم ضروری سے باخبر تھے اور شاعری کے کہنہ مشاق، اس فن سے ایسا عشق رکھتے تھے کہ فنا فی الشعر کا مرتبہ اسی کو کہتے ہیں، چوں کہ لطیف کلام کے عاشق تھے اس لیے جہان متلع نیک دیکھتے تھے نہ چھوڑتے تھے، زمانے کی درازی نے سات شاعروں کی نظر سے ان کا کلام گزرا نا تھا، چناں چہ

ابتدا میں شاہ نصیر مرحوم سے اصلاح لیتے رہے، اور سید علی خاں غلین وغیرہ و غیرہ استادوں سے بھی مشورہ ہوتا رہا۔ جب شیخ مرحوم (ذوق) کا شہرہ ہوا تو انہیں بھی اشتیاق ہوا، یہ موقع وہ تھا کہ نواب موصوف نے اہل فکر کی برکتِ صحبت سے ترک دنیا کر کے گھر سے کلنا بھی چھوڑ دیا تھا چناں چہ استاد مرحوم فرماتے تھے کہ میری ۱۹-۲۰ برس کی عمر تھی، گھر کے قریب ایک قدیمی مسجد تھی ظہر کے بعد وہاں بیٹھ کر میں وظیفہ پڑھ رہا تھا، ایک عجیب و

ایا اُس نے سلام کیا اور کچھ چیز رومال میں لپیٹی ہوئی میرے سامنے رکھ کر
لگ بھگ بیٹھ گیا، وظیفے سے فارغ ہو کر اُسے دیکھا تو اُس میں ایک خوشہ انگور کا
تھکا، ساتھ ہی چوب دار نے کہا کہ نواب صاحب نے دُعا فرمائی ہے یہ تبرک
بھیجا ہوا اور فرمایا ہے کہ آپ کا کلام تو بہت سچا ہے مگر آپ کی زبان سے سُنے کو
جی چاہتا ہے شیخ مرحوم نے وعدہ کیا اور تیسرے دن تشریف لے گئے
وہ بہت اخلاق سے ملے، اور بعد گفتگوئے معمولی کے شعر کی فرمائش
کی..... اُس دن سے معمول ہو گیا کہ ہفتے میں دو دن جایا کرتے وغزل
بنانا کرتے تھے۔ چنانچہ جو دیوان معروف اب رائج ہو وہ تمام وکمال انہیں کا
اصلاح کیا ہوا ہے۔ نواب مرحوم اگرچہ صنعت پیری کے سبب سے خود کاوش کر کے
مضمون کو لفظوں میں بٹھا نہیں سکتے تھے مگر اس کے حقائق و دقائق کو ایسا پہنچتے
تھے جو کہ حق ہی اُس عالم میں اُسٹا مرحوم کی جوان طبیعت اور ذہن کی کاوش
ان کی کاوش ان کی فرمائش کے نکتے نکتے کا حق ادا کرتی تھی شیخ مرحوم کہا
کرتے تھے کہ اگرچہ بڑی بڑی ہمتیں اٹھانی پڑیں مگر ان کی غزل بنانے میں
ہم آپ بن گئے فرماتے تھے کہ اپنی مذہب شوخ میں وہ بھی کبھی خجالت کبھی ہوا
کبھی میر کے انداز میں غزلیں لکھتے رہے مگر اخیر میں کچھ مقتضائے سن کچھ اس سبب
سے کہ صاحب دل اور صاحب نسبت تھے غاجہ میرور کی طرزیں اُگئے تھے
یہ بھی کہتے تھے کہ اُن دنوں میں ہمارا عالم ہی کچھ اور تھا، جوانی و دوانی، ہم کبھی
جہات کے رنگ میں کبھی سودا کے انداز میں اور وہ روکتے تھے آج ایسی چیزیں
مرحوم ہوتے تو ہم کہہ کر دکھاتے۔ اب اُن کا دیوان ویسا ہی بنا دیتے عیا
اُن کا بی چاہتا تھا۔ اُن کی باتیں کرتے اور بار بار افسوس کرتے اور کہتے
"اے الہی بخش خاں" اُن کا نام ادب سے لیتے اور اس طرح ذکر کرتے جیسے

کوئی با اعتقاد اپنے مرشد کا ذکر کرتا ہو (آبِ حیات صفحہ ۳۳ تا ۳۴ طبع نہج)
 اقباساتِ بالا کے بعد صرف اتنا کہنا ہو کہ گلِ رعنا کے فاضل مولف نے معروف کی طویل العمری
 اور ذوق کی کم سنی کے سبب سے جو قیاسِ آرائی فرمائی ہو وہ صحیح نہیں۔ آزاد کی اُستاد پرستی
 مسلم اور یہی تسلیم کہ وہ اپنی جذباتِ نمائی اور عبارتِ آرائی کے جوش و خروش میں اکثر
 تاریخ کو انشا اور واقعات کو افسانہ بنا دیتے ہیں، لیکن اسی معاملہ خاص میں ان خصوصیات
 کا کوئی اثر نہیں۔ گلِ رعنا میں جتنی عبارتِ آبِ حیات سے نقل کی گئی ہو وہ ناقص و ناتمام
 ہو اُس کو پڑھ کر وہ شخص جس نے آبِ حیات کے مفصل بیان کو نہیں پڑھا ہو ضرور دھوکے
 میں آجائے گا۔ لیکن آزاد کا پورا بیان پڑھنے کے بعد ایک انصاف پسند طبیعت کم
 از کم اس موقع پر آزاد کو مذہم نہیں ٹھہر سکتی اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اُنھوں نے معروف
 کی وقعت کو گرا دیا ہو۔ ہم نے جا بجا آبِ حیات کی عبارت پر خطوط کھینچ دیئے ہیں خط کشی
 فقرہ کے پڑھنے کے بعد آزاد کی منیت پر حملہ کرنا انصاف کے خلاف ہو اُنھوں نے کھلے کھلے
 لفظوں میں معروف کی شافی اور قابلیت کا اعتراف کیا ہو۔ اُستاد و ذوق اور معروف کے
 تعلقات کو خوردانہ و بزرگانہ مراتب کے ساتھ دکھایا ہو۔ جو مشورہ گیر اپنے مشیر کو دوسری بات
 پر چلنے سے روکے اُس کو حقیر سمجھنا بے خبری کی دلیل ہو۔ اور جب کہ اصلاح لینے کی وجہ وجہ
 بھی یوں ظاہر کر دی گئی ہو کہ بوجہ ضعیف العمری کاوشِ سخن سے مجبور تھے اور اُستاد و ذوق
 عنفوانِ شباب اور اپنی خدا داد و فائز و شہرت کے سبب سے اس کے اہل تھے تو معروف
 نقاد و بتِ عمری کے خیال سے، فنِ اصلاح کو کسی معمر کے لئے مخصوص کر دینا دو بیوقوفی
 میں دخل اندازی ہو۔

ایں سعاتِ بزورِ بازو نیست مائے بخشندہ خداے بخشندہ

کتبِ تواریخ و سہر میں ایسی مثالیں کثرتِ موجود ہیں کہ اُستاد کم سن ہو اور شاگرد
 طویل العمر اسی طرح یہ بھی ہوتا ہو کہ شاگرد بجائے خود مکمل اور مشہور ہو لیکن ادبِ تہذیب

اور مشرقی حفظ مراتب کا لحاظ رکھتے ہوئے جس کسی سے جب کبھی کچھ حاصل کیا ہو اس کا پاس و خیال ہمیشہ رکھا گیا ہو تقابل زمانہ اور رسم و رواج وقت کو دیکھا جائے تو عام سلاطین و امرا کے درباروں میں بکثرت نوجوان شعرا نظر آئیں گے۔ اور جب کبھی کسی حکمران یا امیر کو شوق سخن گوی ہو ا ہو گا تو اکثر وہی نوجوان ارباب فن مشورہ سخن کے لیے منتخب ہونے ہوں گے اور انھیں کو ملک الشعرا کا خطاب دیا گیا ہو گا۔ مثلاً ملا ظہور سی ابو طالب کلیم وغیرہ۔ ان مسلمات کے بدریہ استنباط کہ ۸۰ برس کے بوڑھے نے ۱۸-۱۹ برس کے نوجوان سے مشورہ سخن نہ لیا ہو گا قیاس الفارق ہو۔

نتیجہ کلام اور حاصل ملزم یہ کہ نہ تو معروف ایسے ناقص اور کم قابلیت کے شاعر تھے کہ بغیر مشورہ استاد کے کچھ نہ کہہ سکتے تھے۔ اور نہ ذوق نے لہجی اصلاح دی ہو کہ اپنی طرف سے پوری غزلیں کہکراؤں کے دیوان میں شامل کر دی ہیں۔ فی الحقیقت نواب الہی بخش خان معروف بجائے خود ایک مکمل شاعر تھے، اور تکمیل فن کے شوق میں وہ کسی کم سن یا سن کی خصوصیت نہیں سمجھتے تھے بلکہ

”مناہج نیک ہر دستان کہ باشد“

پر عمل پیرا تھے اور یہی ان کے باکمال ہونے کا سارے ٹینکٹ ہو۔

مراقم

احسن مارہروی

تقریظ

(از لسان الحسان مولانا مولوی محمد یعقوب حسین حبیبات دہری ضیاء بدایونی)



حضرت معروف دہلوی اردو کے اُن قدیم شعرا میں ہیں جن پر اردو زبان کو ناز ہے۔ نواب مصطفیٰ خاں صاحب شیفتہ نے آپ کا ذکر شاندار الفاظ میں کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اساتذہ کی صف کے سرمایہ ناز رکھن ہیں۔ اسی طرح شمس العلی مولوی محمد حسین صاحب آزاد نے آپ حیات میں آپ کے مشاغل شعرو سخن کو نظر فریب الفاظ میں سراہا ہے لیکن مولانا کی یہ سخن ظریفی قابلِ داد ہے کہ مرزا اسد اللہ خاں نوشہ یعنی حضرت غالب مرحوم کے خسر مرزا الہی بخش خاں صاحب معروف کو اپنے استاد حضرت ذوق کے تلامذہ میں شمار کیا ہے جس سے بیک جنبشِ نظر اربابِ نقد و نظر کو غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ غالب ذوق کی معاصرانہ چٹنگل اس حیثیت سے نظر انداز کی جا سکتی ہے کہ غالب کے بزرگ سسرے جب ذوق کے شاگرد تھے تو ذوق کو ہر حالت میں غالب پر بزرگانہ تقوق حاصل تھا حالانکہ معاملہ اس کے عکس ہے حضرت معروف کی شاعری کا جس زمانہ میں نبٹا تھا ذوق مرحوم کم سن تھے اور خواجہ معروف سے مستفیض ہوتے تھے۔

معروف حضرت شاہ نصیر دہلوی کے شاگرد تھے جو تمبر و سودا اور درو کی لہجہ سخن میں مدقوں شریک ہے اور خود مسلم الثبوت شاعر مانے جاتے ہیں۔ میرزا الہی بخش خاں معروف نسبتاً حضرت خواجہ احمد یسوی کی اولاد امجاد سے ہیں۔

معروف فارسی النسل تھے آپ کے اجداد کا مشغلہ حیات شاہی فوجی خدمت

متعلق تھا اور اسی سلسلہ میں بزمانہ سلطنت مغلیہ ہند وستان وارد ہوئے اور حسن خدمات کے صلہ میں فیروز پور جہر کہ دلوہارو کی جاگیرات عطا ہوئیں جو خواجہ معروف کے خاندان میں اب تک قائم ہیں۔

حضرت معروف اپنی خاندانی وجاہت کے علاوہ درویش کامل تھے حضرت معروف مولانا خواجہ ضیاء الدین صاحب حشتی فخری جو پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ و مرید تھے حضرت معروف کی زندگی کا اکثر حصہ اہل اللہ کی خدمت میں گزرا۔

معروف کو شاعری سے فطری ذوق تھا حضرت شاہ نصیر دہلوی کی خدمت نے معروف کو معراجِ کمال پر پہنچا دیا اس ابتدائی دور میں اگرچہ ادبی سمجشیں عام تھیں تاہم مخصوص محافل میں خواجہ معروف اساتذہ کی صف میں بٹھائے جاتے۔

جو غزلیں آپ کی زبان سے ادا ہوتیں وہ دوسرے روز ہی زبان زد عام ہو جاتی تھیں بعض تذکروں میں آپ کا جو کلام جستہ جستہ شائع ہوا یہ وہی کلام تھا جو اُس زمانہ میں زبانوں پر تھا۔

آپ کی طبیعت میں روانی و آند کا یہ حال ہو کہ بعض اوقات معلوم ہوتا ہو بلا ارادہ روزمرہ کی زبان میں شعر ڈھلتے چلے آ رہے ہیں۔ معروف جس دو دین شاعری کے منازل ارتقا طے کر رہے تھے وہ دور نزاکت زبان کا نہ تھا الفاظ میں ابتداء بول چال میں بھدے اور بھونڈے فقرات کا استعمال بکثرت تھا یہی سبب ہو کہ معروف کی شاعری میں آج کل کے متروکات نظر آتے ہیں۔

حضرت شہنشاہ ظفر بہت مکانی کا دیوان جن اربابِ نظر کا جنتِ نگاہ ہوا ہودہ دیوان معروف دیکھ کر ان تمام نوادر و نایاب قوافی و ردیف سے یقیناً لطف لیں گے جن کی مختلف النوع کیفیات کلیاتِ ظفر میں موجود ہیں۔

میں نے دیوان معروف کا بیشتر حصہ غائرِ نظر سے دیکھا۔

معروف کی طبیعت باوجود صوفیانہ مذاق کے شاعرانہ شوخ جذبات سے لبریز پائی جاتی ہو زبان شستہ ہو آوروں سے پیشتر حصہ دیوان پاک ہو کہنہ مشق کی کھلی دلیل ہو۔
جہاں غیر متعل نی رویف مفرد قایم کر کے آپ نے دماغ سوزی کی ہوا ان میں بعض بعض مواقع پر دیکھنے والے کو بندشیں ڈھیلی معلوم ہوتی ہیں تاہم رسائی فکر وہاں بھی جلاشی کامیابی معلوم ہوتی ہے۔

اسی طرح کہنہ الفاظ اپنی ثقالت کا اثر دور حاضر کے شاعر پر ضرور ڈالیں گے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ الفاظ دور قدیم کی خصوصیات اور عہد رفتہ کی بول چال کا صحیح مرقع بھی پیش کریں گے۔

کاش آپ کا دیوان بھی دوسرے اساتذہ کے دیوانوں کے ساتھ شایع ہو چکا ہوتا تو آج ہزاروں نگاہیں اوراق دیوان پر جبہ سائی میں مصروف ہوتیں۔

ملک کو جناب میرزا نصر اللہ خاں صاحب بالاقابہ بنیرہ حضرت معروف کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ انھوں نے اس متاع گراں مایہ کو بازار ادب میں لا کر مذاق سلیم کو عرنخ بالا کن کر دانی ہنوز۔ کہنے پر مجبور کر دیا۔

یہاں میں اگر محترمی حضرت مولانا شاہ عبدالرحمان صاحب قادری دہلوی کے ادبی ذوق کو مبارکباد نہ دوں تو بڑی حد تک ناشکری ہوگی آپ کے مثقال علمی و مذاہبی لاکھ مصروف و عظم و تذکیر سہی لیکن فطری مذاق جو ایک خطیب و ادیب کا خاصہ طبیعت ہو کب خاموش رہ سکتا ہو آپ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ خزانہ ادبی ہنوز سر بہر ہیں تو آپ نے سعی ملیغ فرمائی اور خواجہ معروف کے مستند اور مشہور کلام کو غیر معروف نہ رہنے دیا آج مولانا کے سخن فہم حسن تدبیر کے باعث یہ دیوان منظر شہود پر آ رہا ہو ہر صاحب مذاق کا فرض ہو کہ جہاں وہ شیرینی زبان اور علاوت کلام سے لطف اندوز ہو کر خراج تحسین پیش کرے۔

وہاں ہر وہ حضرات کی جناب میں تشکر و امتنان کے پھول نذر گزارنے۔
و ماعلیٰ نالایک البلاغ

خیار القادری بیا بی

نستعین

تایخ طبع دیوان و ستایش مصنف کہ نام نامی و اسم گرامی و نواب
میرزا الہی بخش خاں مرحوم معروف تخلص و دوہر و کہیں فخر الدولہ نواب میرزا

احمد بخش خاں بہادر مغفور الیٰ یا سہتاے فیروز پوچھ کر کہ لوہا ہر پو

دا از ابوالمعظم حضرت میرزا سراج الدین احمد خاں صاحب آل طینق داغ نیو حضرت معروف مرحوم و مہر

تکلیف سائل یہ حضرت عبد حامد کا ورود	قادری تا بید ہو یا رحمتا بے دود
صالحان دین کی سمجھو یا دگار اس ذات کے	کیوں بڑھانے میں کمی کی جائے بڑھتی بات کو
وجہ تشریف آوری اس محترم کی پھر یہاں	ہو مراد سائل نام آوری خانہ راں
نشر طاری ہو گیا سنکر کلام پر سرور	اک غلش فقدان مقصد کی ہوئی خاطر سے
دو فوں لب تیرے ہوئے معروف حمد کردگار	رنجہ گامی کا تشکر پھر کیا بے اختیار
آرزوئے قلب کیونہ ہوئی اب بے نقاب	دوہر و اہل نظر کے آہی ہو وہ کتاب
جس کا پڑھنا دیکھنا واجب اہل فوق کو	جو جو ضرور دل میں کہتے ہیں ان کے شوق کو
حضرت معروف کا دیوان شایع ہو گیا	مہر و مراد و ادب کا گویا طالع ہو گیا
از فیوض شوق و ذوق طبع نصر اللہ خاں	جو مصنف کا نبیرہ نچیں ہو کا مراں
اصفی سرکار عالی کا مہر و رعہ دار	ہو علم صدر الما سب جن کا باغ و قار

اہتمام طبع ذمہ اُس مقدس کے کیا کون معروف ادبِ ناب الہی بخش خاں فخر منہ سیمت پیر طریق فخر فقر محبت غواہ ضیاء الدین حشیتی تاجات کر لیا ممکن مقر اپنا نظام الدین نگر شہ نصیر دہلوی نکستہ ور کا عہد تھا کہ کے اس مروعدانے خوشہ چینی نصیر اوستادان ادب میں ہو گیا معروف تر دل نشیں ہونے لگا شہرہ سخن کا چارسو اس کی مدحت کیوں نہ ہوتی تیری خاطر لڑو	جہ ہو دلدادہ کلام حضرت معروف کا ساکب سجادہ عالی حشیتی خاندان جس نے ثابت کر دیا اپنا عمل بالفقر پیر کے ارشاد سے سمجھا کیا وجہ نجات جو قیامت تک ہے گا اُس کا ایوانِ گل گھر یہ جہاں آباد گویا علم دفن کا مہم تھا اچھا خاصہ کر لیا جھٹتے ہوئے تنکوں کو تیر اس کے بال شعر میں پیدا ہوئے آنا رہ پر ہو گیا معروف دنیائے سخن میں کو بکو اس کے نکتے نکتے کی دیتا ہو میرا قلب باد
میرا باب محترم مرزا شہاب الدین خاں ورثہ یا شاہِ عری ہوں یوں کہ میں افلا دہوں سرزمین ہند میں گو چار سو مشہور ہوں گلشن بیچارے کا وراق ہیں میرے گواہ شیفۃ سالکتہ میں لکھتا ہو کیا معروف کو شاعران ہند کے نسخہ پہ پھر فرماؤ غور اُس نے دود دیوان کا مالک بنایا ہوا سے اُس کا ایک ایک حرف ہو لکھا ہو تھمتق سے اعتبار اُس کا ہو میرے قول کی تائیدیں مستبر سمجھا گیا ہو جملہ قول ذوالقرون گور کا فی نسل غماہی میں تھا جو زمانے فن	اس کا پوتا میں پر وتا ہوں بڑے دومان ایسی نسبت سے بجا ہو گر کہوں اُستاد ہوں ہو کے مقول سخن حسن سخن سے دور ہوں کوہ میرے قول نے گر کر دیا ہو پتر کاہ معتبر تخریر اس شیوا بیاں کی کیوں نہو اُس کی تخریرات کا اس پر رہا کیا طرزِ طوط شاعری کے باب میں خاصہ سرا ہوا سے نکتے نکتے پر نظر فرماؤ ہو تدقیق سے اُس کے خامہ نے کسر رکھی نہیں تنقید میں خوبی معروف میں کی جائے کیا چون چلوں صابر مرحوم کا لکھا گلستان سخن

اپنے نسخہ میں ہی فرما رہا ہو صاف صاف شاعری کے سلسلہ میں ہو کے شاگرد نصیر جادہ اپنی خامہ فرسائی کا ڈالا اک نیا شاعری میں ہو گیا سب سے الگ اس کا مذاق	تھا بیدار سخن معروف اک موصفا اپنے یاران طریقت میں ہوا مشہور پیر عہد کے اہل سخن سے کر لیا رستہ جدا حضرت صابر سے ہو صہبائی کو بھی تفان
یہ نہیں بکتا خوشامد میں کسی کی اول نزل عالمان وقت کا سمجھا ہوا جانا ہوا شایقین کے اس کے علی کنز نے گھر بھرنے ہو نصیری سلسلہ میں اس کا جادہ ہی جدا	مستند تر اہل علم و فضل میں اس کا ہو قول تھا محقق اپنے عہد و دور کا مانا ہوا اس کی تصنیفات نے عالم ہزاروں کوئے نسبت معروف اس نے صاف تر فرما دیا
ہو ادب کے فن کا عالم تابا یاں کمال محبت اہل ہنر میں کی تھی اس نے عمر صرف فکر کی پرواز ثابت ہو گئی طاؤس پر اہل حال و قال کے دل پر لگی بن کے تیر	اس کا انداز سخن ہو صاف ستھرا بے مثال صاف تر تخیل کو کرتا ہوا اس کا معرفت عاشقانہ رنگ میں کی خامہ جنبانی اگر جب تصوف کی طرف اوج ہوئی اس کی تڑ
سید آزاد نے بالکل غلط لکھی یہ بات مان سکتی ہی نہیں یہ بات دانائی کبھی شاعری میں ان کا رشتہ باہمی کائی کا تھا حضرت آزاد کیوں اس باب میں جھوٹے پڑے	رستی کے اتے سے دور ہے آب حیات ذوق سے نسبت تلمذ کی اسے مطلق نہ تھی تھے نصیر دہلوی کے دونوں یہ ذلہ ربا عمر میں بھی ذوق سے معروف تھے خاصے بڑے
قول صادق یہ سعید الدین خاں طالب کا ہو جس سے پوری پوری ثابت دل کی لافوں گئی از خصوص متہائے ایشاں کس نبیاء مفر فیصلہ کر لیں گے خود اہل سخن ارباب اب	اس میں بھی اک نفع سے پیدا حیدر لبا ہو نسبتی اُن کے پد پر بھی فوازش ہو گئی الحذر از جنبش کلک حریفان الحذر الغرض مطیع سے باہر رہی ہو وہ کتاب
نک کر کرنی چاہیے اس باب میں اب قیل و قال	جو مصنف کا تھا اُس کے پایہ فضل و کمال

دیکھ لیں دیوان و تسبیح زمرہ دیکھ لیں	ناشتگانہ صوفیانہ اُس کی شدت دیکھ لیں
اب سے پہلے اک صدی جو کچھ تھا میاں لوب	وہ مدون ہو کے ہر مدیہ نظر کا سب کاسب
فکر جب پیدا ہوئی بہرین طبع و شیور	بے نواسا کی ہوتا تاریخ کی جانب جوع

ماڈہ ہاتھ آیا وہ جو ماڈہ کی جان ہو

تسبیح دستاں معروف کا دیوان ہو
۵۳ ہجری ۱۳

از

لسان احسان مولانا مولوی محمد یعقوب حسین صاحب

قادری مثنیا بدایونی

در اہل کمال مستند بود
عنوان نگار خواجہ معروف
تاریخ کلام اوضیاً گفت
دیوان نگار خواجہ معروف
۵۳ ھ ۱۳

بارش بادہ معنوں ہوضیا
کیف مے پاشی جام معروف
کہیے تاریخ بعنوان جدید
ابر رحمت ہو کلام معروف
۵۳ ھ ۱۳

ولہ

بے خبر معروف کے ذوق سخن سے تھا ہاں
سعی حادہ سے چھپا دیوان امین صوف کا
کہیے تاریخ لماعت عیسوی سن میں ضیا
فخر احساں ہو دیوان خواجہ معروف کا
۳۵ ھ ۱۳

تقریظ منظوم

(از مولانا مجتہد الدین احمد صاحب شیش بدایونی)

نظم اُردو ہوئی پیدا جو دکن میں پہلے
 پھیرے وہ موجد اشعار زبان اُردو
 پھر اسی دور میں جس گرامر کی
 سلسلہ اور بھی پھر اس کی ترقی کا بڑھا
 غالب و ذوق کے ساتھ آئے اسی نفل میں
 ان میں آگے تھا کوئی کوئی ذرا پیچھے تھا
 یہ زمانہ جو ترقی کا ملا اُردو کو
 نظم اُردو کی یہ اک مختصر تاریخ
 اب وہ کہتا ہوں میں اس وقت جو کہنا ہے مجھے
 رونق افروز ہوئے مولوی عبدالحمید
 ایک مکتوب جلد بھی تھا موصوف کے پاس
 پڑھیے اس کو یہ ہر دیوانِ خاتمِ وف
 قصہ ہر میرا کہ میں طبع کرادوں اس کو
 الفرض چل دیئے وہ چھوڑے دیوانِ مے پاس
 اس قدر صاف کلام ایسا کلام اتنا کلام
 بعض غزلوں کی زمینیں ہیں ایسی دشوار

اور پھر ہند میں ہر سو ہوئی اس کی شہرت
 ہوئی مقبول دلی دکن کی حبّت
 ناصر و قایم و قائم نے برعنائی قیمت
 تیر و سودا کے زمانے کی بھی آئی فہمت
 موتی و ناسخ و معروف و نواد جرات
 اور بھی لوگ بہت ان کے ہے ہم محبت
 اور سے اور ہی کچھ ہو گئی اس کی صورت
 اس کی تفصیل بھی کرتا میں جو ہوتی فرصت
 یعنی اک روز تھا میں خانہ نشینِ عزت
 فرض اپنا جو سمجھتے ہیں باں کی خدمت
 پوچھنے پر مرے گویا ہوئے یوں وہ حضرت
 ملتا تھا آیا ہو بدشاہی و با صد وقت
 تاکہ محفوظ رہے ہونہ تلف یہ دولت
 میں نے اس کو جو پڑھا ہو گئی جھکو حیرت
 کیا کہوں دیکھ کر اس کو ہوئی کیسی فرحت
 جن میں اک شعر بھی کہنے میں ہو بید وقت

سچ تو یہ ہو کہ یہ حاصل حق انہیں کو قدرت آج تک یوں رہے محتاج حصول شہرت کہ اسے طبع کرانے کی ہو پیدا صورت قابل داد و ستایش ہو یہ ان کی محنت روح پران کی ہوتا عشر خدا کی محنت اس میں تحریر ہو دیوان کی کچھ کیفیت	پھر فصاحت ہو وہی اور بلاست ہو وہی ہو تجب کے اک استاد کا اور ایسا کلام ڈیڑھ سو سال کے بعد آج یہ نوبت آئی بخدا حضرت حامد نے بڑا کام کیا شاعر کامل و نامی تھے جناب معروف مختصر قطعہ یہ ارسال ہو دیوان کے ساتھ
جی تو کہتا ہو کہ کچھ اور بھی لکھئے لیکن آج کل عیش پریشاں ہو عظیم الفرست	
قطعہ تاریخ از مولانا محمد قمر الحسن صاحب بدایونی	
بہ انطباع رسید این صحیفہ مکتوم بہار گلشن معروف دہلوی مرحوم	چاز مساعی حامد میاں بدایونی مذا بگویش قمر آمدہ ز ہاتھ غیب
از الحاج مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی	
ڈھونڈنی تھی جیساوب کی نگاہ نیر علم چرخ فن کا ماہ رہبران ہنر کا خضر راہ سرمہ چشم معرفت آگاہ شہرہ ماہی سے جس کا ہوتا ماہ	آج مطبوع وہ کلام ہوا مشعل بزم فکر شعرو سخن مایہ ناز و اقصان کمال یعنی معروف کا ہوا دیوان کون معروف نامور استاد

شاعروں میں جو سعد شاعر تھے ضیوں میں نازش و ہلی قاغزل میں بیاں سخاوی و غم	مخلوں میں جو ذی شرفی جاہ تھے بلبلوں میں وہ کمال پناہ الائق مرجا و تابل آہ
۳۵ بخش شہرت دو ام یا اللہ ۱۹	۱۹ ہر دعا بھی سن طباعت بھی
دیگر	
طبع دیوان وہ ہوا کہ جسے ہر غزل میں ہو ذوق کیف اتم شعر میں شاہ ان معنی کو	جانِ جانانہ ادب کہیے کیوں نہ پیمانہ ادب کہیے زیب کا شانہ ادب کہیے
۵۳ مُو خُم خانہ ادب کہیے ۱۳	۱۳ فکر تاریخ کیا ہوا حیا



